اسلام کے علاوہ مذاہب کی ترویج میں اُردو کا حصّہ

محمد عزیر

انجمن ترقی اردو ہند

اسلام کے علاوہ مذاہب
کی
ترویج میں اُردو کا حصّہ

محمد عزیز

انجمن ترقی اردو ہند

www.taemeernews.com

اسلام کے علاوہ مذاہب
کی
ترویج میں اردو کا حصّہ

محمد عزیر

انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دلّی

www.taemeernews.com

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند) ۵۹۵

© انجمن ترقی اردو (ہند)

سنہ اشاعت : ———— ۱۹۸۹ء
اشاعت : ———— دوم
قیمت : ———— ۵۰ روپے
بہ اہتمام : ———— انیس احمد
سرورق : ———— ثاقب صدیقی
طباعت : ———— ثمر آفسیٹ پرنٹرز، نئی دلّی

ISBN 81 - 7160 - 008 - 5

ANJUMAN TARAQQI URDU (HIND)
Urdu Ghar, Rouse Avenue,
New Delhi-110002

www.taemeernews.com

فہرست مضامین

حرفِ آغاز	خلیق انجم	۷
تعارف		۱۰
ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اور اُس کے اثرات		۱۳
ہندو مذہب		۳۰
ہندو مذہب کے اصلاحی فرقے		۱۲۲
۱۔ کبیر پنتھ		۱۲۲
۲۔ برھمو سماج		۱۳۵
۳۔ آریا سماج		۱۵۸
۴۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی		۱۷۸
۵۔ رادھا سوامی مت		۱۸۴
۶۔ دیو سماج		۱۹۰
جین مذہب		۱۹۴
سکھ مذہب		۲۰۷

www.taemeernews.com

عیسائی مذہب	۲۲۸
بہائی مذہب	۲۶۷
مذہبی اخبارات ورسائل	۲۸۳
حاصلِ سخن	۲۹۰
کتابیات	۲۹۹
کتبِ حوالہ	۳۲۲

www.taemeernews.com

حرفِ آغاز

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اردو زبان اور ادب کی بنیاد رکھنے اور اسے ترقی اور فروغ دینے میں ہندوستان کے تمام مذاہب کے لوگوں نے بلا امتیازِ مذہب و ملت حصہ لیا ہے۔ سیاسی مصلحتیں ایسی درپیش آئیں کہ آزادی کے بعد ہمیں اس حقیقت پر کچھ زیادہ ہی زور دینا پڑا، اور بار بار یہ کہنا پڑا کہ اردو تمام مذاہب کے لوگوں کی زبان ہے۔ ان حالات میں علی گڑھ کے ڈاکٹر محمد عزیر کو یہ خیال آیا کہ اگر اردو پر مختلف مذہب کے لوگوں نے احسان کیا ہے تو خود اُردو نے بھی ہندوستان کے تقریباً تمام مذاہب پر کچھ کم احسان نہیں کیا اگرچہ مذہبِ اسلامی پر اُردو میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، لیکن ہندو مذہب اور اس کے اصلاحی فرقوں، مثلاً کبیر پنتھ، برہمو سماج، آریہ سماج، تھیوسوفیکل سوسائٹی، رادھا سوامی مت اور دیو سماج کا بیشتر لٹریچر بھی اردو ہی میں ہے۔ اسی طرح جین مذہب، سکھ مذہب، عیسائی مذہب اور بہائی مذہب کی تبلیغ کے لیے بھی اردو میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

ڈاکٹر عزیر نے کتاب کے پہلے باب میں بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز میں یہ بتایا ہے کہ ہند ایرانی تہذیب کی بنیاد کس طرح پڑی۔ انگریز مورخین نے ہم ہندوستانیوں کے ذہن میں یہ بٹھادیا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے صرف قتل و غارت گری کی اور تلوار کے

www.taemeernews.com

زور سے غیر مسلموں کو مسلمان بنایا۔ ان مورخین نے اس طرح ہمارے ذہنوں کو متاثر کیا کہ ہم تاریخ کے بہت سے حقائق کو فراموش کر بیٹھے۔ مثلاً ہمیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ مسلمانوں نے جب ہندوستان میں اپنے قدم جما لیے تو انھوں نے سب سے زیادہ لڑائیاں غیر ملکی حملہ آوروں سے کیں۔ ہندوستان میں مغل حکومت کے قیام سے قبل بیشتر مسلمان بادشاہوں نے منگول حملہ آوروں کا جان کی بازی لگاکر مقابلہ کیا۔ اگر یہ بادشاہ نہ ہوتے اور وہ منگولوں کا اس طرح مقابلہ نہ کرتے تو وحشی منگولوں کے ہاتھوں ہندوستان بالکل مختلف ہوتا۔ ایسی صورت میں دہلی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کا ایسا شان دار مرکز نہ بن پاتا، جس کے آگے سمرقند اور بخارا کی بھی شہرت ماند پڑ گئی تھی۔ ہندوستان میں اگر اسلام پھیلا تو مسلمان بادشاہوں کی وجہ سے نہیں، صوفیاے کرام کی وجہ سے پھیلا۔ مسلمان بادشاہ اسلام کا نام تو ضرور لیتے تھے لیکن انھوں نے کبھی سنجیدگی سے اسلام کی ترویج میں دل چسپی نہیں لی۔ صوفیاے کرام نے ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ ضرور کی لیکن ایک اہم ترین پہلو یہ تھا کہ صوفیاے کرام نے خود کو اعلا ترین انسانیت کا نمونہ بناکر پیش کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ صوفیاے کرام کی گفتار سے زیادہ ان کے کردار نے کام کیا۔ اُن کے کردار ہی نے بڑے بڑے ہندو راجاؤں کو اُن کی طرف متوجہ کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ بہت سے ہندو راجاؤں نے مسلمان صوفیاے کرام کی سرپرستی کی۔ ڈاکٹر عزیر نے اس کتاب کے پہلے باب میں اُن امور کی تفصیل بیان کی ہے جنھیں میں نے انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔

ان مذاہب کے پرچار کے لیے صرف کتابیں اور پمفلٹ ہی نہیں لکھے گئے۔ مخصوص رسالے بھی جاری کیے گئے۔ ان رسالوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ ڈاکٹر محمد عزیر نے اس موضوع پر بڑی محنت، جستجو اور دیدہ ریزی سے تحقیقی مقالہ لکھا۔ جس پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے انھیں پی۔ ایچ۔ ڈی ڈگری تفویض کی گئی۔

www.taemeernews.com

یہ مقالہ کتابی صورت میں انجمن ترقی اردو سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا۔ پندرہ، بیس سال سے یہ نایاب تھی۔ کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔

خلیق انجم

www.taemeernews.com

تعارف

ہماری یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں ایک کمرہ ہے، جو بہ یک وقت ارکانِ شعبہ کی نشست گاہ، شعبے کا دفتر، اور خلق اللہ کی رہ گزر ہے۔ مقررہ تعلیمی گھنٹوں کا درمیانی وقفہ معلوں کا یہیں گزرتا ہے۔ بعض ارکان سے یونیورسٹی کے دوسرے کام بھی متعلق ہیں۔ اس سلسلے میں طلبہ، منشی، چپراسی، خانساماں، سبھی آتے جاتے ہیں۔

اکثر ایسا ہوا کہ جملہ ارکان ورنہ ان میں سے بیشتر ایک ہی وقت میں جمع ہو گئے اور کسی مصنف یا ادبی مسئلے پر گفتگو چھڑ گئی۔ یہ مقالہ انہی صحبتوں میں سے ایک صحبت کا نتیجہ ہے۔

گفتگو شروع یوں ہوئی کہ اُردو پر مذہبی یا جماعتی ٹھپا کیوں لگایا جاتا ہے، جب کہ اس کی ابتدا اور ارتقا میں سبھی برابر کے شریک ہیں اور اس پر مستقل تصنیفیں موجود ہیں کہ کس کس نے اُردو کی ترقی میں کیسا اور کتنا حصہ لیا، ہندو، مسلمان، دیسی، بدیسی، رؤسا، فقرا عوام وغیرہ

صدرِ شعبہ نے، جو ہم میں سے ہر ایک کے استاد رہے ہیں گفتگو کے دوران میں یک بیک فرمایا کہ اب تک دوسروں کے احسانات اُردو پر گنائے بتائے گئے ہیں۔ اب یہ گنانے بتانے کی ضرورت ہے کہ اُردو کے احسانات دوسروں پر کیا ہیں۔ موصوف نے اسی پر اکتفا نہیں کی، بلکہ اسی سانس میں مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کام تم کرو۔ میں نے پوچھا عنوان کیا ہوگا؟

www.taemeernews.com

فرمایا کہ عنوان کی کوئی ایسی جلدی نہیں ہے۔ بس کام شروع کر دو۔ نیت بخیر اور صحت اچھی رہی تو کام کے دوران ہی میں عنوان مل جائے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ کچھ کام کرنے کے بعد ہی عنوان متعین ہو گیا، یعنی

"غیر اسلامی مذاہب اور ان کے اخلاق کے مقبولِ عام بنانے میں اُردو کا حصہ"

اس مقالے کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور ان کے اخلاق کی اشاعت میں اُردو زبان کا حصہ کتنا ہے۔ اس کے لیے ان کتابوں کا احاطہ ضروری تھا جو غیر مسلموں نے اپنے مذہب و اخلاق پر اُردو میں تصنیف، تالیف یا ترجمہ کرکے شائع کی ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ایسی تمام کتابوں تک میری رسائی ہوئی لیکن حتی الوسع اس کی کوشش کی گئی کہ لاہور سے پٹنہ تک اس طرح کی مطبوعات جہاں کہیں مل سکتی ہوں، اُن کا مطالعہ کیا جائے اور اُن کی عبارتوں کے نمونے پیش کیے جائیں۔ جیسا کہ میں نے مقالے کے پہلے باب میں ذکر کیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں پندرہ سولہ کتب خانوں کا جائزہ لیا۔ جہاں اردو کی کم و بیش چار سو غیر اسلامی مذہبی اور اخلاقی کتابوں کے دیکھنے اور ان کی یادداشتیں لینے کا موقع ملا۔ ان میں سے اکثر کے اقتباسات اس مقالے میں پیش کیے گئے ہیں۔ ان اقتباسات سے غیر اسلامی مذاہب کی بنیادی تعلیمات پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اس مشترک زبان کے نمونے بھی سامنے آجاتے ہیں جو غیر مسلموں نے اپنی مذہبی اور اخلاقی کتابوں میں اختیار کی ہے۔

لاہور میں مجھے سکھ مت کی اُردو کتابیں خود سکھوں کی لکھی ہوئی کافی تعداد میں ملیں۔ میرا قصد امرتسر جانے کا بھی تھا۔ وہاں بھی ایسی کتابوں کا خاصہ ذخیرہ ہوگا لیکن لاہور کے زمانۂ قیام ہی میں پنجاب کی سیاسی فضا اس درجہ پُر خطر ہو گئی کہ مجھے علی گڑھ واپس آنا پڑا۔

مقالے کے پہلے باب میں ان مختلف اثرات کو دکھایا گیا ہے جو مسلمانوں کی آمد سے ہندوستان کی تہذیب پر پڑے۔ شروع شروع میں ان کا تاجرانہ حیثیت سے اس ملک میں آنا اور کچھ دنوں کے بعد یہیں آباد ہو جانا، ہندو راجاؤں کا ان کی سرپرستی کرنا اور انھیں تبلیغِ اسلام کی اجازت دینا، اس تبلیغ کے اثر سے یہاں کے باشندوں کی ایک بڑی تعداد کا مسلمان ہو جانا، ہندو

www.taemeernews.com

مسلمانوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کا قائم ہونا، آپس کے میل جول سے ایک دوسرے کی تہذیبی خوبیوں سے متاثر ہونا اور تہذیب کے مختلف پہلوؤں میں اس اثر کا نمایاں ہونا، ایک مشترک زبان کا رفتہ رفتہ وجود میں آنا، اس کی نشوونما میں ہندوستان کے عام باشندوں کا حصہ لینا اور بالآخر بلاتفریق مذہب وقومیت اس کا ملک کے بڑے حصہ کی زبان بن جانا اور اس حد تک مقبولیت حاصل کرلینا کہ غیر اسلامی مذاہب واخلاق کی تعلیم بھی ایک بڑے پیمانے پر اسی زبان میں دی جانے لگی۔ یہ تمام باتیں تاریخی اور تمدنی شواہد کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

دوسرے ابواب میں مختلف غیر اسلامی فرقوں کی مذہبی اور اخلاقی کتابوں کا ذکر ہے۔ ہر باب کے شروع میں اس مذہب یا فرقے کے بنیادی اصول مستند کتابوں سے اخذ کرکے لکھے گئے ہیں۔ یہ اصول اگر خود اس فرقے کی کسی اردو کتاب میں مل سکے تو اسی کے اقتباس کو ترجیح دی گئی ہے۔ بعض کتابوں کے دیباچوں کے ٹکڑے بھی نقل کردیے گئے ہیں۔ اُن سے یا تو کتاب کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے یا جو خاص باتیں اس میں بیان کی گئی ہیں وہ معلوم ہوتی ہیں۔

غیر اسلامی مذہبی اخبارات ورسائل صرف چند میری نظر سے گزرے۔ ان کی جو فہرست دی گئی ہے، اس میں زیادہ تر اخبارات ورسائل ہیں جن کا ذکر گارساں دتاسی نے اپنے خطبات میں یا بعض دوسرے اصحاب نے مختلف مضمونوں میں کیا ہے۔ چند رسالوں کے حوالے مجھے اُن کتابوں میں بھی ملے جن کے اقتباسات مقالے میں شامل ہیں۔

آخری باب میں جو خلاصہ اس مقالے کا ہے غیر اسلامی مذہبی مطبوعات کی کثرت کا اجمالی ذکر اور جن کتابوں کی عبارتوں کے نمونے پیش کیے گئے ہیں ان کی زبان پر مختصر تبصرہ ہے۔ ہر فرقے کی صرف انھیں کتابوں کے اقتباسات دیے گئے ہیں جو خود اس فرقے کے لوگوں نے لکھی ہیں۔

کتابیات کے ذیل میں جو فہرست ہے اس کے حاشیے پر علیحدہ علیحدہ ہر فرقے کی کتابوں کے ساتھ ان کتب خانوں کے نام بھی لکھ دیے گئے ہیں جہاں یہ کتابیں دستیاب ہوئیں۔

محمد عزیر

www.taemeernews.com

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اور اُس کے اثرات

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے سیکڑوں برس پہلے اِس ملک سے عربوں کے تجارتی تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ وہ ہندوستان کی پیداوار مصر اور شام کے ذریعہ یورپ تک پہنچاتے اور وہاں کا سامان ہندوستان، جزائر ہند، چین اور جاپان تک لے جاتے تھے[1] عربوں کے علاوہ ہندوستان اور مغربی ممالک کی تجارت میں ایرانیوں نے بھی بڑی سرگرمی دکھائی۔ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں جب مسلمانوں نے ایران فتح کیا تو مسلمان تاجر ایران کی بحری تجارت پر بھی قابض ہو گئے اور عرب جہاز رانوں کے بیڑے بحرِ ہند میں رواں نظر آنے لگے۔

مسلمانوں کی نو آبادیاں ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے کی ابتدا محمد بن قاسم کی فتحِ سندھ سے خیال کی جاتی ہے جو پہلی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند میں مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم ہوئیں اور سب سے پہلے وہ تاجرانہ حیثیت سے جنوبی ہند کے جزائر اور بعض ساحلی مقامات پر آکر آباد ہوئے۔ سندھ پر

---

[1] عرب و ہند کے تعلقات، مولفہ مولانا سید سلیمان ندوی شائع کردہ ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد ۱۹۳۰ء ص ۶

www.taemeernews.com

حملے کے مختلف اسباب تھے۔ ان میں سے ایک خاص سبب خود اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ جنوبی ہند کے اطراف میں مسلمان پہلے سے آباد تھے۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں حجاج، عراق کا گورنر تھا۔ اور جزائر ہند کی طرف عراق کی بندرگاہ سے جہاز آتے تھے۔ لنکا کے راجہ نے مسلمانوں سے اظہار دوستی کے طور پر منجملہ دوسرے تحائف کے ایک جہاز میں ان مسلمانوں کے اہل وعیال کو عراق روانہ کیا، جو لنکا میں تجارت کے سلسلے سے آباد تھے اور وہیں انتقال کر گئے تھے۔ اس واقعے سے ظاہر ہے کہ لنکا میں مسلمانوں کی آبادی پہلی صدی ہجری میں قائم ہو چکی تھی۔ جس جہاز پر یہ تحائف اور مسلمانوں کی عورتیں اور بچے جا رہے تھے، اس پر سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب بحری ڈاکوؤں نے حملہ کر کے تمام سامان اور عورتوں اور بچوں پر قبضہ کر لیا۔ حجاج کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے سندھ کے راجہ داہر سے ان گرفتاروں کو بہ حفاظت عراق بھجوانے کا مطالبہ کیا۔ مگر راجہ نے یہ عذر کیا کہ ڈاکوؤں پر میرا کچھ زور نہیں۔ حجاج نے اس عذر کو قبول نہ کیا اور اپنے نوجوان بھتیجے محمدؒ بن قسم کی سرکردگی میں ایک فوج سندھ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کی، جس نے ۹۳ھ میں سندھ پہنچ کر تین سال کی مدت میں ملتان سے کچھ تک اور دوسری طرف مالوہ کی سرحد تک قبضہ کر لیا۔[۱]

ان اطراف میں مسلمانوں کا دوسرا مرکز مالدیپ کا جزیرہ تھا۔ مالدیپ کے مفصل حالات ابن بطوطہ نے لکھے ہیں۔ اس کے زمانے یعنی سلطان محمد تغلق کے عہد میں پورا جزیرہ مسلمان تھا۔ اس میں عربوں اور دیسی مسلمانوں کی آبادی تھی اور سلطان خدیجہ نام ایک بنگالی خاتون وہاں کی فرمانروا تھی۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ یہاں کے لوگ پہلے بت پرست تھے لیکن مراکو کے شیخ ابوالبرکات بربری مغربی کی ایک کرامت دیکھ کر راجہ شنورازہ اور اس کی تمام رعایا مسلمان ہو گئی۔ وہ لکھتا ہے کہ مالدیپ کی اُس مسجد کی محراب پر، جسے نومسلم راجا نے تعمیر کرایا تھا، میں نے یہ کتبہ دیکھا۔

سلطان احمد شنورازہ ابوالبرکات مغربی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔[۲]

---

[۱] "عرب و ہند کے تعلقات" ص ۱۵-۱۶ [۲] "عرب و ہند کے تعلقات" ص ۲۵-۲۶

www.taemeernews.com

قریب قریب اسی زمانے میں مسلمانوں کی ایک جماعت نے عرب سے آکر ملبار کے ساحل پر بود و باش اختیار کی۔ رونلڈسن RONALDSON تحفۃ المجاہدین کے دیباچے میں لکھتا ہے: "مسلم عرب ساحلِ ملیبار پر اوّل اوّل ساتویں صدی عیسوی کے آخر کے قریب آباد ہوئے۔"

اسٹروک STURROCK کا بیان ہے۔

"یہ بہ خوبی معلوم ہے کہ ساتویں صدی کے بعد سے ایرانی اور عرب تاجر ہندوستان کی مختلف بندرگاہوں میں کثرت سے آباد ہو گئے اور اس علاقے کی عورتوں سے شادی کر لی اور یہ آبادیاں خصوصیت کے ساتھ ملیبار میں بڑی اور اہم تھیں، جہاں بہت قدیم زمانے سے یہ مصلحت اندیشی نظر آتی ہے کہ بندرگاہوں میں تاجروں کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی جائے۔"[1]

ملیبار میں مسلمانوں کی آمد اور اشاعتِ اسلام کے تفصیلی حالات شیخ زین الدین نے اپنی مشہور کتاب تحفۃ المجاہدین" میں لکھے ہیں، جو ملیبار کے مسلمانوں کی سب سے قدیم تاریخ ہے۔ وہاں کے راجا چیرامن پیرومال کے قبولِ اسلام کا واقعہ جس طرح اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے ممکن ہے روایتی حیثیت رکھتا ہو لیکن جیسا کہ ڈاکٹر تارا چند نے لکھا ہے ملیبار میں چیرامن پیرومال کا خاندان نویں صدی عیسوی کے شروع ہی میں اس کے آخری فرمانروا کے تخت سے دست بردار ہو جانے پر ختم ہو گیا، جو غالباً مسلمان ہو گیا تھا۔

مسلمانوں نے شروع ہی سے ملیبار میں ہر دل عزیزی اور اہمیت حاصل کر لی تھی۔ وہ ماپلا کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ جس کے معنی ہیں "بزرگ کا بچہ" یا دولھا"۔ یہ لقب ملیبار میں عیسائیوں کو بھی دیا گیا مگر دونوں فرقوں میں امتیاز کرنے کے لیے عیسائیوں کو نصرانی ماپلا کہتے تھے۔ مسلمانوں کو مختلف مراعات حاصل تھیں۔ مثلاً ایک مسلمان نمبوتری برہمن کے پاس بیٹھ سکتا تھا۔ حالانکہ ایک نائر کو اس کی اجازت نہ تھی اسی طرح ماپلا کے سردار تھنگل کو زمورن

---

[1] ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر (انگریزی) از ڈاکٹر تارا چند مطبوعہ انڈین پریس، الہ آباد۔ ص ۳۲

www.taemeernews.com

ملیبار کے راجا کے ساتھ ساتھ پالکی میں جانے کی اجازت تھی۔ زمورن کی سرپرستی کی وجہ سے عرب تاجروں کی ایک بڑی تعداد اس کے علاقوں میں آباد ہوگئی اور انھوں نے اپنی تجارت سے نہ صرف ملک کی دولت میں بہت کچھ اضافہ کیا بلکہ راجا کی فوجی مہموں میں بھی اس کی مدد کی۔ ان مراعات اور حوصلہ افزائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان بڑی تعداد میں جنوبی ہند میں آباد ہوگئے۔ مسلمانوں کا اپنا سردار تھا جس کا لقب ہزامہ (سرمتدا) تھا۔ اور اس کو راجا کی طرف سے مسلمانوں پر حاکمانہ اختیارات حاصل تھے۔ ڈاکٹر تاراچند ملیبار میں مسلمانوں کی آبادی کے متعلق ابودلاف مہلہل، ابن سعید، مارکوپولو، ابنِ بطوطہ اور عبدالرزاق کی شہادتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"ان بیانات سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر مسلمان بہت پہلے آباد ہوگئے تھے اور انھوں نے تعداد، دولت اور طاقت میں ترقی کرلی تھی۔"[1]

مغربی ساحل کی طرح مشرقی ساحل پر بھی عربوں کی آمدورفت تجارت کے سلسلے سے زمانہ قبل اسلام سے تھی۔ عرب تاجر چین جاتے ہوئے خلیج بنگال سے گزرتے تھے، مسلمان عربوں نے بھی اس سلسلے کو جاری رکھا اور ساحلی مقامات، پر ان کی آبادیاں بڑھتی گئیں تجارتی جہاز اس کثرت سے یہاں سے آتے جاتے تھے کہ عربوں نے اس ساحل کا نام ہی معبر (گزرگاہ) رکھ دیا۔ اس علاقے میں مسلمانوں کی سب سے بڑی اور پرانی بستی کیالا پٹم تھی جو صوبہ مدراس کے ضلع تناولی میں واقع ہے یہاں ۱۱ھ سے لے کر پانچ سو سال بعد تک کے اسلامی سکے پائے گئے ہیں۔[2] ملیبار کی طرح معبر کے مسلمانوں کو بھی مقامی راجاؤں کی طرف سے ہر قسم کی رعایتیں ملیں اور وہ آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرنے لگے۔ مسلمانوں اور ہندو راجاؤں کے تعلقات کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۷۱۰ھ (۱۳۱۱ء) میں جب سلطان علاءالدین کی فوج نے کارومنڈل پر حملہ کیا، تو وہاں کے راجا کی طرف سے مسلمان عراقیوں اور عربوں نے

---

[1] ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر از ڈاکٹر تاراچند ص ۳۵-۳۸

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۴۰

www.taemeernews.com

مسلمان ترکوں کا مقابلہ کیا اور گوراجا کو شکست ہوئی اور ملک کافور نے ملک پر قبضہ کر لیا لیکن کارومنڈل کے مسلمان اپنے عہدوپیمان کی بنا پر اور ان رعایتوں کی حق شناسی میں جو انھیں راجا کی طرف سے حاصل تھیں مسلمان حملہ آوروں سے نہایت جانبازی کے ساتھ لڑے اور امیر خسرو کی روایت کے مطابق محض کلمہ اور قرآن پڑھ کر اور اس طرح اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دے کر ملک کافور کے شدید انتقام سے اپنی جان بچا سکے[1] چودھویں صدی عیسوی میں ملک کافور کے حملے کے بعد، جب ابن بطوطہ نے معبر کا سفر کیا، تو جس علاقے میں اب میسور کی ریاست ہے۔ وہاں اس وقت ہوسیالا خاندان کی حکومت تھی اور پایہ تخت کا نام دوارسمندر تھا۔ حکمران راجا بلال دیو تھا۔ ابن بطوطہ نے اس کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بتائی ہے، جس میں بیس ہزار کے قریب مسلمان تھے[2]

ڈاکٹر تاراچند اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں:

"ان بیانات سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ظہور اسلام کے تھوڑے ہی دنوں بعد مسلمانوں نے ہندوستان میں اپنی تہذیب، مذہب اور خیالات کے پھیلانے کا موقع حاصل کر لیا۔ ساتویں صدی سے تیرھویں صدی تک ان کا تعلق تجارت کی صورت میں تھا، اور سوداگروں کی حیثیت سے شروع میں ان کی آؤ بھگت ہوئی۔ جب ہندو راجا ان سے واقف ہو گئے تو ان کی وقعت اور بھی بڑھ گئی۔ وہ بڑے بڑے عہدوں پر مقرر ہوئے ان میں سے وزیر، بیڑوں کے کمانڈر، ایلچی، افسران محاصل، اور فوج کے کپتان وغیرہ مقرر ہونے لگے۔ ان کو اپنے مذہب کی پابندی کے لیے مسجدیں بنانے اور اپنے مذہبی پیشواؤں اور فقیروں کو خانقاہوں میں رکھنے کی اجازت تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ کھلم کھلا اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتے تھے۔ اور کہیں کہیں تو راجا خود اس تبلیغ میں مدد کرتے تھے لیکن

---

[1] "عرب و ہند کے تعلقات" ص ۲۷۴-۲۷۵

[2] " " " " ص ۳۰۰

www.taemeernews.com

صرف جنوبی ہند تک اس پر امن اثر کے حدود نہ تھے بلکہ شمالی ہندوستان میں بھی مسلمانوں کا ہندوؤں سے بہت دنوں تک اسی طرح کا تعلق رہا۔ یہ سچ ہے کہ آٹھویں صدی کے اوائل میں عربوں نے سندھ پر قبضہ کرلیا لیکن ملتان اور سندھ کو چھوڑکر اور کوئی حصّہ تین سو برس تک ان کے قبضے میں نہیں آیا۔[۱]

گجرات، کاٹھیاوار، کچھ اور کونکن کا علاقہ عربوں کا پانچواں تجارتی مرکز تھا۔ ان علاقوں میں بھی مسلمان بڑی تعداد میں آباد ہوگئے تھے اور انھوں نے اتنی عزت اور اہمیت حاصل کرلی تھی کہ ان کے باہمی معاملات کو طے کرنے کے لیے راجا انہی میں سے کسی معزز آدمی کو "ہنرمند" مقرر کردیتا تھا۔ ہنرمند کے لفظی معنی تو ہنر والے کے ہیں، لیکن اصطلاح میں اس مسلمان قاضی کو کہتے تھے جو راجا کی طرف سے مسلمانوں کے معاملات فیصل کرنے کے لیے مقرر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اکثر بڑے بڑے شہروں میں ہنرمند مقرر تھے۔ یہ خاص حقوق عہدِ جدید کی بعض مسلمان سلطنتوں میں بھی غیر ملکی باشندوں کو حاصل تھے۔ مثلاً سلطنتِ عثمانیہ میں یونانیوں اور روسیوں کے لیے ان کی قومی عدالتیں الگ قائم تھیں اور انھیں میں ان کے مقدمات فیصل ہوتے تھے۔ گجرات کی بندرگاہوں میں سے کھمبایت اور چیمور دیسموں میں مسلمانوں کی آبادی خاص طور پر زیادہ تھی۔ ان عرب سوداگروں نے اکثر یہیں کی عورتوں سے نکاح کرلیا تھا۔ ان سے جو اولاد ہوتی تھی ان کو "بیسر" (بیاسرہ جمع) کہتے تھے۔[۱]

شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کا قدم سب سے پہلے سندھ میں آیا۔ جیساکہ شروع میں بیان ہوا۔ محمد بن قاسم نے پہلی صدی کے آخر میں دیبل سے ملتان تک کا علاقہ فتح کرلیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اس حملے سے پہلے ہی پانچ سو عرب مسلمانوں کی ایک جماعت مکران سے بھاگ کر سندھ کے راجا داہر کے یہاں چلی آئی تھی اور لنکا کے مسلمان تاجروں کے یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کے علاوہ ان پناہ گزینوں کو واپس نہ کرنا بھی منجملہ ان اسباب کے تھا جو حجاج کی اس انتقامی مہم کا باعث ہوئے۔ بہرحال عربوں نے سندھ اور ملتان پر قبضہ کرکے

---

[۱] "عرب و ہند کے تعلقات" ص ۲۸۱ [۲] "مسلمانوں کا ہندوستان میں آنا" از ڈاکٹر تاراچند مطبوعہ رسالہ ہندوستانی جولائی ۱۹۳۱ء ص ۳۶۰،۳۴۰

www.taemeernews.com

ان ریاستوں کو اسلامی سلطنت کا باج گزار علاقہ بنالیا لیکن یہاں ان کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے اور آئندہ تین صدیوں تک ان کی حکومت ہندوستان کے اسی گوشے تک محدود رہی۔

ایک مشترک زبان کی تخم ریزی

شروع میں بتایا جاچکا ہے کہ ہندوستان سے عربوں کے تجارتی تعلقات ظہورِ اسلام سے صدیوں پہلے قائم ہو گئے تھے اور مسلمان بھی اس ملک میں پہلے پہل تاجر ہی کی حیثیت سے آکر آباد ہوئے۔ ان قدیم تجارتی تعلقات کی یادگار، وہ ہندی الفاظ ہیں جو عربی سفرناموں اور جغرافیہ کی کتابوں میں نیز عرب اور ایرانی جہاز رانوں میں رائج ہو گئے۔ ان میں سے ایک لفظ بارجہ ہے، جو ہندی بیڑہ کی عربی شکل ہے۔ عربوں نے اسے بارجہ کہنا شروع کیا اور اس کی جمع بوارج بنائی۔ چونکہ سواحلِ ہند کے بحری ڈاکو کشتیوں پر چھاپے مارتے تھے، اس لیے بوارج ہندوستان کے بحری ڈاکوؤں کو بھی کہنے لگے دوسرا لفظ دونیج ہے یہ ہندی لفظ ڈونگی کا معرب ہے۔ ایک اور لفظ ناخودہ ہے جس کی جمع نواخذہ ہے۔ ہندوستان کے لوگ اس کی فارسی شکل ناخدا سے زیادہ مانوس ہیں۔ ناؤ ہندی ہے۔ خدا فارسی میں مالک کو کہتے ہیں۔ خواجہ حافظ فرماتے ہیں۔

ماخدا داریم مارا ناخدا درکار نیست

قدیم زمانے میں اہلِ عرب ہندوستان سے تجارت کی جو چیزیں لے جاتے تھے ان میں سے بہت سی چیزوں کے نام عربی زبان میں داخل ہو گئے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی محققانہ تالیف "عرب و ہند کے تعلقات" میں ایسے ہندی الفاظ کی ایک فہرست دی ہے جو قدیم عربی لغت میں تجارتی اشیاء کے لیے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً عرب میں ہندوستان کی بنی ہوئی تلواریں بہت مشہور تھیں اس لیے تلوار کے لیے ہندی، ہندوانی اور مہند کے الفاظ عام طور سے عربی زبان میں رائج ہو گئے۔ اسی طرح چندن کے لیے صندل موشکا کے لیے مسک۔ تامبول (پان) کے لیے تنبول۔ کپور کے لیے کافور، کنک پھل (لونگ) کے لیے قرنفل، نیلوپھل کے لیے نیلوفر اور ایل (الائچی) کے لیے ہیل عربی زبان میں بے تکلف بولا جانے لگا۔ دواؤں میں جائے پھل کے بجائے جائے فل، تری پھل کے بجائے اطریفل، بہیڑا کے بجائے بلیلج، ہڑے کے بجائے بلیلہ وغیرہ وغیرہ عربی لغت کا جزو بن گئے۔ مولانا نے

www.taemeernews.com

مختلف قسم کے کپڑوں، رنگوں اور پھلوں کے ہندی نام اور ان کی عربی شکلیں بھی بتائی ہیں اور آخر میں خود قرآن مجید میں ہندی کے تین لفظوں کا نشان دیا ہے یعنی مسک (موشکا) زنجبیل ہندی زنجابیر، یعنی سونٹھ یا ادرک) اور کافور (ہندی کپور) [۱]

علمی تعلقات کی ابتدا

ہندوستان سے مسلمانوں کے علمی تعلقات کی ابتدا دوسری صدی ہجری کے وسط ہی سے ہوگئی تھی چنانچہ خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں (۱۵۴ھ) سندھ کے ایک وفد کے ساتھ ہیئت اور ریاضیات کا ایک فاضل پنڈت ہیئت کی مشہور کتاب سدھانت لے کر بغداد پہنچا اور خلیفہ کے حکم سے اس کا ترجمہ دربار کے ایک ریاضی داں ابراہیم فزاری نے عربی میں کیا۔ اس کتاب سے عربوں کے علم ہیئت پر بہت اثر پڑا۔ بغداد میں اس ہندو فاضل کے دو شاگرد ہوئے، ابراہیم فزاری اور یعقوب بن طارق، دونوں نے اپنے اپنے طریقے سے سدھانت کے اصولوں کو عربی زبان میں منتقل کیا۔ پھر جب ہارون الرشید نے اپنے علاج کے لیے ہندوستان سے وید بلوائے تو اس ملک کی علمی عظمت کا سکہ عربوں کے دلوں پر اور بھی بیٹھ گیا اور برامکہ کی سرپرستی میں طب، نجوم، ہیئت اور ادب و اخلاق کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں ہوا۔

علم ہیئت کے علاوہ علم حساب میں بھی عربوں نے ہندوستانی پنڈتوں سے استفادہ کیا۔ ان کو اعتراف ہے کہ (۱) سے (۹) تک کا ہندسہ لکھنے کا طریقہ انھوں نے ہندوؤں سے سیکھا۔ اسی لیے اہلِ عرب اسے "حسابِ ہندی" یا "ارقامِ ہندیہ" کہتے ہیں اور چونکہ یورپ والوں نے اسے عربوں سے حاصل کیا وہ اس کو ارقام یا اعدادِ عربیہ ARABIC FIGURES کہتے ہیں۔ حکمت و دانش کی جن کتابوں کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں کیا گیا ان میں سے دو بہت مشہور ہوئیں۔ ایک کلیلہ دمنہ اور دوسری بوذاسف وبلوہر۔ کلیلہ دمنہ، پنچ تنتر کا ترجمہ ہے جو ساسانیوں کے عہد میں پہلے سنسکرت سے زبانِ پہلوی میں ترجمہ ہوئی اور اس سے عربی میں۔ اس کے متعدد ترجمے نظم و نثر میں کیے گئے۔ اور عربی سے یہ کتاب دنیا کی تمام مہذب زبانوں میں منتقل ہوئی۔

---

[۱] عرب و ہند کے تعلقات، ص ۲۰۶۸،

www.taemeernews.com

انوارِ سہیلی جو فارسی کی مشہور درسی کتاب ہے، اسی کا ترجمہ ہے جو عربی سے کیا گیا تھا۔ اور سب سے آخر "انوارِ سہیلی" کی روشنی میں فقیر محمد خاں گویا نے زبانِ اردو میں اپنا بستانِ حکمت آراستہ کیا۔ دوسری کتاب جو "کلیلہ و دمنہ" سے کم شہرت رکھتی ہے لیکن اپنی اہمیت کے لحاظ سے زیادہ گراں قدر ہے، بوذاسف وبلوہر ہے۔ اس میں گوتم بدھ کے حالاتِ زندگی اور ان کی تعلیمات کو تمثیلی حکایات کے پیرائے اور نہایت دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے۔ بوذاسف، بودھ کی عربی شکل ہے اور وبلوہر اس جوگی کا نام ہے جو لنکا سے تاجر کے بھیس میں بودھ کے پاس آیا تھا۔ اور جس نے اپنی تلقین سے اس کو دنیا کے چھوڑنے اور نروان کی تلاش میں گھر سے نکلنے پر آمادہ کیا تھا۔ یہ کتاب مذہبی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی۔ ان کے علاوہ قصے کہانیوں، جادو منتر، کیمیا، طریقِ حکومت اور فنِ حرب کی متعدد کتابیں سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کی گئیں اور "مہا بھارت" کا خلاصہ بھی عربی زبان میں مرتب ہوا[۱]

مشترک ہندوستانی تہذیب

مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر اس ملک کو اپنا وطن بنا لیا۔ جنوبی ہند میں، تو ان کی آمد تاجرانہ تھی۔ لیکن شمالی ہند میں بھی جہاں وہ فاتحانہ حیثیت سے آئے تھے، فاتح اور مفتوح کی مغائرت صرف تھوڑے دنوں تک قائم رہی۔ اس کے بعد ہندو اور مسلمان دونوں ہمسایوں کی طرح رہنے لگے اور امتدادِ زمانہ کے ساتھ ایک دوسرے کو زیادہ سمجھنے لگے۔ ایک جگہ رہنے سہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوئے۔ اور اس طرح ایک نئی تہذیب وجود میں آئی۔ جس کو ہندوستانی تہذیب کہہ سکتے ہیں، جو نہ خالص اسلامی تھی نہ بالکل ہندو۔ اس مشترک تہذیب کے ظہور میں آنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد نومسلموں کی تھی جنھوں نے باہر سے آنے والوں کا مذہب تو قبول کر لیا تھا مگر تہذیب و تمدن میں بہت کچھ اپنی قدیم روایات کے پابند تھے۔ یہ اشتراک تہذیب کے مختلف پہلوؤں میں نمودار ہوتا گیا۔ چناں چہ مذہب، ادب، علوم و فنون، معاشرت، تعمیر و موسیقی، ہر ایک میں ملکی اور غیر ملکی

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "عرب و ہند کے تعلقات" ص ۱۲۴ تا ۱۷۲

www.taemeernews.com

عناصر کا امتزاج عمل میں آنے لگا۔ جنوب میں اسلامی تعلیمات سے جو اثر براہِ راست پڑا اس کے علاوہ ایک بالواسطہ اثر ہندوؤں پر یہ بھی ہوا کہ ان کے دلوں میں مذہبی احساس ازسرِ نو پیدا ہوگیا اور اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جنوبی ہند میں بھگتی کی تحریک جسے رامانج نے تکمیل کو پہنچایا اور ویدانت کی تحریک جو شنکر اچاریہ کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچی ایک حد تک اس عام مذہبی بیداری کا نتیجہ تھی' جو اسلام کے اثر سے پیدا ہوگئی تھی۔ چودہویں صدی عیسوی کے بعد مہاراشٹر، گجرات، پنجاب اور بنگال کے ہندو مصلحین مذہب اپنے چند قدیم عقیدوں کو ترک کرکے اسلام کی بعض تعلیمات قبول کر لیتے ہیں اور اس طرح دونوں مذہبوں کی آمیزش سے ایک نیا مذہب پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چناں چہ کبیر داس اور گرونانک کی تعلیمات میں اسلامی تعلیمات کا اثر صاف ظاہر ہے۔

ایک مخلوط زبان کا وجود میں آنا

ایسی ہی تبدیلی ادب کے میدان میں نظر آتی ہے۔ ہندوستان کا علمی سرمایہ عوام کی ضروریات کے لیے سنسکرت سے منتقل ہوکر ہندی، مرہٹی اور بنگالی میں آجاتا ہے اور ہندو مسلمان دونوں ان زبانوں کے ادب کو فروغ دینے میں حصہ لیتے ہیں۔ علم و ادب کا یہی اشتراک ایک نئی زبان کے پیدا ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ مسلمان اپنی عربی، فارسی اور ترکی چھوڑ کر اس ملک کے باشندوں کی زبان اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح ایک نئی زبان وجود میں آتی ہے۔ یہ زبان ہندو مسلمانوں کے میل جول کا نتیجہ تھی۔ دونوں نے اس کو اپنا مشترک سرمایہ سمجھا اور اسے ترقی دینے میں یکساں کوشش کرتے رہے۔

مسلمانوں نے جب ہندوستان میں قدم رکھا، تو یہ ملک سیکڑوں چھوٹی چھوٹی مملکتوں اور ریاستوں میں بٹا ہوا تھا جو باہم برسرِ پیکار رہا کرتی تھیں۔ زبان کے لحاظ سے بھی تفریق و انتشار کا یہی عالم تھا۔ ہر ریاست کی زبان الگ تھی اور لڑائیوں میں کسی ریاست کے حدود کے بڑھنے یا گھٹنے کے ساتھ اس کی زبان کا دائرہ بھی بڑا یا چھوٹا ہوتا رہتا تھا۔ مسلمانوں کی آمد سے جس طرح اس ملک میں سیاسی وحدت پیدا ہوئی اسی طرح لسانی وحدت کا سامان بھی فراہم ہوا۔ یہاں مسلمان بادشاہوں کی دفتری زبان تو فارسی تھی لیکن عام بول چال کے لیے جسے ہندو مسلمان دونوں سمجھتے یہ زبان کام نہیں دے سکتی تھی اور نہ یہ ممکن تھا کہ ہندوستان کے کسی ایک صوبے

www.taemeernews.com

کی زبان کو تمام ملک میں جاری کردیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان جس صوبے میں گئے وہاں کی زبان اختیار کرکے مذہبی، سیاسی، تمدنی، صنعتی، تجارتی اور علمی ضرورتوں سے اپنی زبان کے سیکڑوں الفاظ اس میں داخل کردیے۔ اور چوں کہ یہ الفاظ ضرورت کی بنا پر داخل کئے گئے تھے۔ اس لیے زبان کا جزو بن کر مقبولِ عام ہوگئے۔ اس طرح ایک مخلوط زبان کا پیکر تیار ہوا جو سندھ میں سندھی، گجرات میں گجراتی، دکن میں دکھنی، پنجاب میں پنجابی، اور دہلی میں دہلوی کہلائی۔ دہلی کی یہی زبان اپنے ارتقا کی منزلیں طے کرتی ہوئی جب شاہجہاں کے اردوے معلی میں پہنچی تو زبانِ اُردو کے نام سے موسوم ہوئی۔ موجودہ اُردو دراصل دہلی اور اطرافِ دہلی کی پرانی ہندی ہے، جس میں زمانے کے تقاضے سے تبدیلیاں رونما ہوتی گئیں اور جو عربی، فارسی اور ترکی الفاظ کی آمیزش سے ایک نئی زبان کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اس زبان کے فعل اور حرف سب دہلوی ہندی کے ہیں۔ اسمار البتہ نصف دہلوی ہندی کے ہیں اور باقی عربی، فارسی اور ترکی ہیں، یا کچھ پرتگالی اور انگریزی الفاظ ہیں۔ یہ بیرونی اسمار وہ ہیں جن کے مسمیٰ اکثر باہر سے آئے تھے۔

مسلمانوں نے جو الفاظ اور مصطلحات صوبوں کی زبانوں میں داخل کیے ان کی ایک طویل اور دلچسپ فہرست مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے تحقیقی مقالہ" ہندوستان میں ہندوستانی" میں دی ہے چند مثالیں نمونے کے لیے کافی ہوں گی۔

مذہبی مصطلحات میں اللہ، رسولؐ، ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، دعا، صدقات، خیرات، بہشت، دوزخ وغیرہ بہ کثرت الفاظ ہندوستان کی ہر بولی میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح سیاسی اصطلاحات میں بادشاہ، وزیر، میرعدل، صدرجہاں، مقطع دار، صوبہ دار، سپہ سالار اور قاضی وغیرہ بھی دیسی بولیوں میں جاری ہوگئے۔ زمینداری سے متعلق جو اصطلاحات ہیں، وہ بھی عموماً فارسی آمیز ہیں۔ مثلاً دیوان، تحصیلدار، ضلعدار، کارندہ، گماشتہ، سیاہ نویس، تحویل دار، خزانچی، پیش کار، سررشتہ دار، محافظِ دفتر اور محرر وغیرہ۔ مرہٹی بولنے والے اپنے وزیروں کو پیشوا اور عام ہندریاستیں ان کو دیوان کہتی ہیں۔ یہ دونوں فارسی کے لفظ ہیں۔ مرہٹی، گجراتی اور بنگالی زبانوں میں معاملے مقدمے کے بہت سے الفاظ اور اصطلاحات عربی یا فارسی ہیں۔ مسلمان اپنے ساتھ کابل، ترکستان اور ایران کے جو بیسیوں میوے اور پھل ہندوستان لائے، ان کے نام بھی بعینہٖ یہاں کے ہر صوبے کی

www.taemeernews.com

زبان میں داخل ہوگئے۔ مثلاً انگور، انار، سیب، بہی، انجیر، نارنگی، سردہ، بادام، منقی کشمش وغیرہ اسی طرح جن پھولوں کی خوش بو سے مسلمانوں نے اس سرزمین کو معطر کیا، ان کے نام بھی یہاں کی مقامی بولیوں میں رائج ہوگئے۔ مثلاً گلاب، سوسن، ریحان، بنفشہ۔ نرگس، نسترن وغیرہ۔ کھانے کے بیسیوں اقسام سے مسلمانوں نے ہندوستان کو لذت آشنا کیا۔ مثلاً پلاؤ، قبولی، بریانی، زردہ، شیر برنج، باقر خانی، روغنی، چپاتی، کلچہ، قورمہ، قلیہ، کباب، یخنی، قیمہ، کوفتہ، وغیرہ۔ بہت سی مٹھائیوں کے نام بھی ان کے مسمیٰ کے ساتھ مسلمانوں ہی کے ساتھ اس ملک میں آئے۔ اور فلاقند یا برفی، شکر پارے، خرمے، گلاب جامن حبشی، زعفرانی وغیرہ سے آریہ ورت کے پاک برہمن بھی اپنے کام و دہن کو لذت بخشنے لگے۔ کپڑوں کی صنعت میں مسلمانوں کے آنے سے جو ترقی ہوئی اس کا اندازہ ان مختلف ناموں سے ہوسکتا ہے۔ جن سے یہ ملک پہلے ناآشنا تھا۔ مثلاً مخمل، کاشانی، زربفت، منقش، کمخواب، اطلس، زری، گلبدن، تن زیب، جامہ دار، زرتار، جامدانی، کامدانی۔ لباس میں کرتا، اچکن، چپکن، پیشواز، میرزائی، نیم آستین، شلوار، پاجامہ، عبا، قبا، چوغہ، اور اوڑھنے بچھانے کے سامان میں شال، دوشالہ، توشک، لحاف، فرش، قالین، مسند، رضائی، دلائی وغیرہ بکثرت اشیا اپنے عربی، فارسی اور ترکی ناموں کے ساتھ ہندوستان میں رائج ہوگئیں۔ کھانے پکانے کی چیزوں میں رکابی، پیالہ، بادیہ، قاب، دیگ، دیگچی، کف گیر، چمچہ وغیرہ، یہ سب مسلمانوں ہی کے ساتھ اس ملک میں آئیں اور انہی ناموں سے پکاری جانے لگیں[1]۔

ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ مسلمان اپنے تمدن و معاشرت کے جو ساز و سامان لے کر ہندوستان آئے ان میں سے اکثر چیزیں چونکہ یہاں کے لیے بالکل نئی تھیں اور ان کے لیے دیسی بولیوں میں مترادف الفاظ موجود نہ تھے اس لیے وہی عربی، فارسی اور ترکی الفاظ و اصطلاحات یہاں بھی رائج ہوگئے۔

مشترک زبان کی تشکیل میں صوفیائے کرام کا حصہ

اس مشترک زبان کی تشکیل میں

---

[1] "نقوش سلیمانی" از مولانا سید سلیمان ندوی۔ مطبع معارف اعظم گڑھ ص ۲۶-۳۰۔

www.taemeernews.com

مسلمان درویشوں اور صوفیوں نے بڑا حصّہ لیا۔ وہ مسلمان تاجروں اور سپاہیوں کے ساتھ ہندستان آئے تھے اور ان کی روحانی فتوحات کا دائرہ سلاطین کی ملکی فتوحات سے کم وسیع نہ تھا، جیساکہ مولانا سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں :

" اگر یہ کہنا صحیح ہے کہ ہندوستان کے ملک کو غزنیں اور غور کے بادشاہوں نے فتح کیا تو اس سے زیادہ یہ کہنا درست ہے کہ ہندوستان کی روح کو خانوادۂ چشت کے روحانی سلاطین نے فتح کیا "

صوفیا چونکہ انسان کے باطن سے سروکار رکھتے ہیں اور تزکیہ نفس ہی ان کی سرگرمیوں کا مقصود ہوتا ہے، اس لیے ان کے دروازے کافر و مومن دونوں کے لیے یکساں طور پر کھلے رہتے ہیں۔ انسانی ہمدردی، خلوص اور محبت ان کے اصلی جوہر ہیں اور یہی چیزیں ان کی روحانی فتوحات کی ضامن ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں جو درویش آئے، ان کا حلقۂ اثر بھی انہی چیزوں کی وجہ سے روز بروز زیادہ وسیع ہوتا گیا۔ ان کا سابقہ چونکہ بیشتر عوام سے تھا، اس لیے دلوں کو ہاتھ میں لانے کے لیے ہم زبانی ضروری تھی، چناں چہ اپنے خیالات کی تلقین کے لیے وہ ملک کے جس حصّے میں پہنچے وہاں کی زبان اختیار کرلی اور عوام کو انہی کی زبان میں تعلیم دی۔ لیکن چوں کہ بعض مذہبی اصطلاحوں کا استعمال ناگزیر تھا اور یہ عربی یا فارسی میں ہوتی تھیں اس لیے عربی اور فارسی الفاظ بھی ان بولیوں میں قدرتی طور پر شامل ہو گئے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے مقالہ" ہندوستان میں ہندوستانی" اور مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے رسالہ" اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام" میں دکھایا ہے کہ اس مشترک زبان کے پیدا کرنے میں حضراتِ صوفیہ کا حصّہ کتنا زیادہ ہے۔ اب تک اس مخلوط زبان کے جتنے قدیم فقرے ملے ہیں یا جو قدیم کتابیں دستیاب ہوئی ہیں، خواہ دکھنی زبان میں ہوں یا گجراتی ہیں، سب حضراتِ صوفیہ کے ملفوظات یا انہی کی تصنیفات ہیں۔

مولوی عبدالحق صاحب نے رسالہ مذکور میں جن صوفیائے کرام کا ذکر کیا ہے اور ان کی زبان کے نمونے نقل کیے ہیں، وہ سب آٹھویں صدی سے لے کر گیارہویں صدی ہجری تک کے ہیں۔ اس کے بعد یہ مخلوط زبان عام ہوگئی تھی اور اس میں اچھے اچھے شاعر پیدا ہو گئے تھے۔ مولوی صاحب

www.taemeernews.com

کی تحقیق یہ ہے کہ " دلی سے جو زبان جنوب کی طرف گئی اس کی دو شاخیں ہوگئیں۔ دکن میں پہنچی تو دکنی لہجے اور الفاظ کے داخل ہونے سے دکنی کہلائی اور گجرات میں گئی تو وہاں کی مقامی خصوصیت کی وجہ سے گجری یا گجراتی کہی جانے لگی: مسلمان ہندوستان کی ہر دیسی زبان کو ہندی کہتے تھے۔ چناں چہ شاہ میراں جی شمس العشاق بیجاپوری (متوفی ۹۰۲ ہجری) اور آپ کے فرزند شاہ برہان الدین جانم نے جس زبان میں نظمیں لکھی ہیں اسے ہندی کے نام سے موسوم کرکے اس میں لکھنے کی معذرت کی ہے کیوں کہ اس وقت تک اہلِ علم دیسی زبانوں کو اپنی تصنیف و تالیف میں جگہ نہیں دیتے تھے۔ یہی ہندی زبان ہے جو بعد میں ریختہ اور پھر اُردو کے نام سے مشہور ہوئی۔ چناں چہ میر تقی میر، میر حسن اور مصحفی نے اپنے تذکروں میں جن شعرا کا ذکر کیا ہے ان کو "سخن آفرینانِ ہندی" اور "سخن گویانِ ہندی" کہا ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ اور شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قرآن مجید کا ترجمہ جس زبان میں کیا ہے اسے "زبانِ ہندی" فرمایا ہے۔ اور مولانا قطب الدین صاحب نے حدیث شریف کی مشہور کتابوں "مشکوٰۃ شریف" اور "حصن حصین" کا ترجمہ اور شرح جس زبان میں لکھی ہے اس کو بھی "زبانِ ہندی" کہا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے ترجمے کا تاریخی نام "مظاہرِ حق" ہے جس سے ۱۲۵۴ھ اور "حصن حصین" کے ترجمے کا "ظفر جلیل" ہے جس سے ۱۲۵۳ھ نکلتا ہے۔ ان ترجموں کی زبان وہی ہے جس کو آج اُردو کہتے ہیں لیکن اب سے ایک سو تیرہ، چودہ برس پہلے اسی زبان کو ہندی کہتے تھے۔

غیر مسلموں کا حصہ

یہ خیال صحیح نہیں کہ ہندوستان کی یہ مشترک زبان صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ اس زبان کی تاریخ کا سرسری مطالعہ بھی اس نظریے کی تردید کے لیے کافی ہے۔ غیر مسلموں، بالخصوص ہندوؤں نے اس زبان کی تشکیل، ترقی اور اشاعت میں جتنا زیادہ حصہ لیا ہے اس کا بیان ایک مستقل تالیف چاہتا ہے۔ پیشِ نظر مقالے میں صرف ان کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے جو غیر مسلموں نے اپنے مذہب اور مذہبی اخلاق سے متعلق اُردو میں لکھ کر شائع کی ہیں۔ ایسی کتابوں کی تعداد کئی سو ہے۔ انڈیا آفس کے کیٹلاگ میں جس میں صرف انیسویں صدی کے آخر تک کی کتابیں درج ہیں ان کی تعداد (۱۲۷) ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے کتب خانوں کی فہرستوں میں بھی ایسی کتابوں کی کثیر تعداد ملتی ہے۔

www.taemeernews.com

مجھے پٹنہ، صوبہ جات متحدہ، دہلی اور لاہور کے پندرہ سولہ کتب خانوں کی سیر میں اُردو کی کم و بیش چار سو غیر اسلامی مذہبی اور اخلاقی کتابوں کے دیکھنے اور ان کی یادداشتیں قلم بند کرنے کا موقع ملا۔ ان میں سے اکثر کے اقتباسات اس مقالے میں درج کیے گئے ہیں۔ ان اقتباسات سے مختلف غیر اسلامی مذاہب کی تعلیمات بھی معلوم ہوتی ہیں اور اس مشترک زبان کے نمونے بھی سامنے آجاتے ہیں، جو اس ملک کے رہنے والوں کے صدیوں کے میل جول سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر یہ زبان صرف مسلمانوں کی ہوتی تو غیر مسلم خصوصاً ہندو، اپنی مذہبی کتابیں اس کثرت سے اس میں کیوں شائع کرتے۔ ہندو، عیسائی، سکھ، جین اور بہائی مذہب، اور ہندوؤں کے متعدد اصلاحی فرقے، مثلاً آریہ سماج، برہمو سماج، دیو سماج، کبیر پنتھ، رادھا سوامی مت، تھیوسوفیکل سوسائٹی وغیرہ، ان سب کا اپنے مذہب و اخلاق کی نہ صرف مستند اور چوٹی کی کتابوں کو اُردو میں ترجمہ کرکے شائع کرنا، بلکہ سیکڑوں چھوٹی بڑی کتابوں کو ترجمہ اور تالیف کرکے اردو کے ذریعہ عوام تک پہنچانا، اس حقیقت کا ناقابلِ انکار ثبوت ہے کہ یہ مشترک زبان، ہندوستان کے بڑے حصے کی عام زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ غیر اسلامی مذاہب کی یہ سیکڑوں کتابیں اُردو میں، ان لوگوں کے لیے نہیں شائع کی گئی ہیں جو نہ ان مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ اُردو جن کی مادری زبان ہے۔ اس زبان کے، ہندوستان کی عام زبان ہونے کا، اعتراف خود ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے بعض مصنفین نے بھی کیا ہے۔ مثلاً لالہ لاجپت رائے، مشہور آریہ لیڈر، اپنی کتاب "مہاراج سری کرشن اور ان کی تعلیم (مطبوعہ ہندوستانی برقی پریس لاہور۔ ۱۹۰۰ء) کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"اُردو حقیقت میں ہندوستانیوں کی زبان کا نام ہے۔ بلکہ اکثر موقعوں پر اُردو اور ہندوستانی ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں"

پنڈت جنیشور پرشاد مائل دہلوی نے "حسنِ اول" کے نام سے ایک بہت دلچسپ کتاب لکھی ہے۔ جس میں جین، بودھ اور ہندو مذہب کے فلسفے، ادب، اخلاق اور علوم و فنون کا گلدستہ نہایت پاکیزہ زبان میں پیش کیا ہے۔ اس کے دیباچے میں فرماتے ہیں:

"جب سے سرکار انگلشیہ کی حکومت ہم پر ہوئی اور عدالتی دفاتر کی زبان اُردو ٹھہری تو اس کی کچھ قدر ہوئی۔ لوگوں کے شوق اور خیالات نئے نئے پہلو بدلنے لگے۔

www.taemeernews.com

رفتہ رفتہ تہذیب پھیلی اور ہماری رفتار و گفتار کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف نے بھی انگریزیت کا جامہ پہننا شروع کیا۔ چناں چہ تھوڑے عرصے میں وہ نمایاں ترقی کی کہ آج اُردو بچہ سے جوان ہوگئی۔ اگرچہ اُردو کا جنم خاص دلّی میں ہوا اور اس نے اسی خطے میں پرورش پائی، مگر تھوڑی مدت میں اتنی بڑھی چڑھی کہ تمام ہندوستان کی زبان یہی ہوگئی، بلکہ اُردو سے ہندوستانی کہلانے لگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

میں اگرچہ ناشر نہیں ہوں، ناظم نہیں ہوں، انگریزی مجھے بالکل نہیں آتی۔ دنیا کی اور بہت سی زبانوں سے بے بہرہ ہوں، علوم و فنون میں بھی کچھ دستگاہ نہیں رکھتا، سنسکرت اور فارسی میں بھی، اپنے آپ کو کسی قابل نہیں سمجھتا، ہاں اُردو میری مادری زبان ہے۔ اس کی ترقی اور بہبودی کی کوشش کرنا ایک سعادت مند اولاد کی طرح میرا فرض ہے۔ لہٰذا میں ہیچدانی ہمت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ پرانے رشیوں اور مہاتماؤں کے باغ سے عمدہ عمدہ پھول چن کر لاؤں اور اُن سے اُردو کا ایوان سجاؤں، اب اس میں برکت دینا اور میری محنت کو ٹھکانے لگانا، اسی کا کام ہے" ورنہ من آنم کہ من دانم ؂

کسے بخاک فگند و کسے نواخت مرا بقدرِ ہمتِ خود ہر کسے شناخت مرا"

یہ صحیح ہے کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں جو اُردو میں لکھی گئی ہیں، سنسکرت اصطلاحات بھی بکثرت ملتی ہیں۔ یہ بالکل ایک فطری امر ہے جس طرح مسلمان صوفیوں کو اپنی تعلیمات کی اشاعت کے لیے دیسی بولیوں میں عربی اور فارسی کی مصطلحات ضرورتاً داخل کرنی پڑیں، اُسی طرح ہندوؤں نے بھی جب اپنے مذہب و اخلاق کا خزانہ اس ملکی زبان (اُردو) میں منتقل کرنا شروع کیا تو ان کو بھی سنسکرت مصطلحات کے استعمال کے بغیر چارہ نہ تھا۔ لالہ لاجپت رائے نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کے دیباچے میں اس مجبوری کو بہت صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :—

"اصل تو یہ ہے کہ ہندو خیالات کو ظاہر کرتے ہوئے ہندی الفاظ کا استعمال لازمی ہے (دیکھو مولانا مولوی الطاف حسین حالی کی مناجاتِ بیوہ)، بلکہ بعض استاد تو

www.taemeernews.com

اصل اُردو اسی کو کہتے ہیں جس میں فارسی و عربی کے الفاظ نہایت کم ہوں یا بالکل نہ ہوں۔ اُردو میں سے عربی و فارسی کے الفاظ نکال دیے جائیں تو خالص ہندی رہ جاتی ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ جو الفاظ ہندی کے معمولی طور پر مستعمل نہیں وہ مسلمان صاحبان کو برے معلوم ہوتے ہیں اور وہ ان کو اُردو نہیں کہتے مگر جو لفظ معمولی طور پر مستعمل ہیں وہ ان کو اُردو سمجھتے ہیں۔ بہر حال جو ہندو اپنے ہم قوم بھائیوں کے لیے ایسی کتابیں لکھتے ہیں جن میں ان کے مذہبی یا قومی خیالات یا حالات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ ان میں ہندی یا سنسکرت کے الفاظ بے جا یا نامناسب نہیں۔ کس طرح سے ممکن ہے کہ کوئی ہندو، ہندوؤں کے لیے کتاب لکھتا ہو اور کرشن وارجن ویدھشٹر کی تقریروں کا ترجمہ اُردوے معلی میں کرے اور خاص مشکل مذہبی خیالات کے لیے فارسی و عربی کی فرہنگ تلاش کرے۔ ہندو عورتوں کی تقریروں کا ترجمہ کرتے ہوئے فارسی و عربی لفظوں کا استعمال تو بہت ہی بیہودہ معلوم ہوتا ہے۔ پس وجوہاتِ بالا سے ہمارے خیال میں ہماری زبان پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ ہمارے نزدیک کچھ بہت منزلت نہیں رکھتا۔"

اس بیان سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اپنے "مذہبی یا قومی خیالات یا حالات کے تذکرے" کی غرض سے ہندوؤں نے " اپنے ہم قوم بھائیوں کے لیے " اس مشترک زبان میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔ گو ان کتابوں کی عبارتوں میں ہندی یا سنسکرت کے جو الفاظ آئے ہیں وہ "بے جا یا نامناسب نہیں" البتہ لالہ لاجپت رائے کا یہ ارشاد کہ "کس طرح سے ممکن ہے کہ کوئی ہندو ہندوؤں کے لیے کتاب لکھتا ہو اور کرشن وارجن ویدھشٹر کی تقریروں کا ترجمہ اُردوے معلیٰ میں کرے اور خاص مشکل مذہبی خیالات کے لیے فارسی و عربی کی فرہنگ تلاش کرے " نیز یہ کہ " ہندو عورتوں کی تقریروں کا ترجمہ کرتے ہوئے فارسی و عربی لفظوں کا استعمال تو بہت ہی بیہودہ معلوم ہوتا ہے" صحیح نہیں۔ بعض ہندو مترجمین نے کرشن، ارجن اور یدھشٹر کی تقریروں کا ترجمہ بھی اُردوے معلی میں کیا ہے، مشکل مذہبی خیالات کے لیے فارسی اور عربی کی فرہنگ بھی تلاش کی ہے اور ہندو عورتوں کی تقریروں کا ترجمہ کرتے ہوئے فارسی و عربی الفاظ بھی استعمال کیے ہیں جو ذرا بھی "بیہودہ" نہیں معلوم ہوتے۔ آئندہ صفحات میں ان سب کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

www.taemeernews.com

ہندو مذہب

ہندو مذہب کے اصول

" ہندو مذہب کے اصول " پنڈت منوہر لال زتشی نے اپنی کتاب "کبیر صاحب" میں حسبِ ذیل بیان کیے ہیں۔

" ہندو مذہب کی بنیاد ویدوں پر ہے اور ویدوں کو ہندو کلامِ الٰہی سمجھتے ہیں۔ "رگ وید سب سے پرانا سمجھا جاتا ہے۔ ویدوں میں مختلف دیوتاؤں کا ذکر ہے، مثلاً اندر، اگنی، یم، ورن وغیرہ۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ خیال بھی موجود ہے کہ یہ متعدد دیوتا کسی ایک ذات کے مظہر ہیں۔ چناں چہ ایک مقام پر لکھا ہے کہ ایک ذات واحد کو رشی مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ وہ اس کو کبھی "اگنی" کہتے ہیں، کبھی "یم" اور کبھی "ماتر شون"۔ ویدوں سے آگے بڑھ کر جب "ویدانت" اور "اپنشدوں" کے زمانے میں حکیمانہ خیالات کا چرچا ہوا تو ہمہ از وست سے گزر کر ہمہ اوست کے فلسفے کی طرف رجحان ہوا اور ہندو پرماتما اور جیو آتما، خالق اور مخلوق کو ایک واحد شے سمجھنے لگے۔ موکش یا نجات کے معنی یہ قرار پائے کہ جیو آتما یا روحِ انسانی ترقی کرتے کرتے پرماتما میں مل جائے۔ جتنے مذہب ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں، ہندو، بودھ اور جین وہ سب روحِ انسانی کو آواگون یا تناسخ

www.taemeernews.com

کے قانون کا تابع سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ روح لازوال ہے۔ وہ صرف ایک ہی مرتبہ قالب خاکی اختیار کر کے دنیا سے الگ نہیں ہو جاتی، بلکہ جیسے اعمال اس کے ایک زندگی میں ہوتے ہیں ان کے مطابق اس کو دوسرا جنم لینا پڑتا ہے اور یہ آواگون کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ گیتا کے دوسرے ادھیائے کے بائیسویں منتر میں کرشن جی فرماتے ہیں: "جیسے انسان پرانے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہنتا ہے، ویسے ہی آتما پرانے جسموں کو چھوڑ کر نئے جسموں میں داخل ہوتی ہے۔" ہندوستانی مذاہب کے عقائد کی بنیاد اسی آواگون کے مسئلے پر ہے اور ہندو، بودھ اور جین تینوں کی زندگی اسی اصول کی تابع ہے۔ ان کی ہزاروں برس کی زندگی میں ان مذہبوں کے علم و عمل میں مختلف قسم کی تبدیلیاں ظہور میں آئیں مگر یہ عقیدہ ہر زمانے میں اور ہر ملک میں ان پر مسلط رہا.... اس جگہ شاید یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ ہندو مختلف دیوی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں لیکن ان کو مشرک سمجھنا غلطی ہے۔ ویدوں میں ایک رشی نے کہا ہے: "ایک ہستی ہے جس کو لوگ مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ کوئی اگنی کہتا ہے، کوئی یم، کوئی ترشون۔" کوئی ہندو ایک سے زیادہ خدا کو نہیں مانتا۔ اُسے کسی نام سے پکارے، ایشور کہیے، یا بھگوان کہیے، یا پرماتما کہئے، وہ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ جاہل سے جاہل گنوار سے بھی آپ پوچھیے تو وہ یہی کہے گا کہ دیوی دیوتاؤں کو وہ مانتا ہے، اوتاروں کی کتھائیں سنتا ہے۔ گاؤں میں پیپل کے درخت کے نیچے پتھروں کو پوجتا ہے، مگر وہ خوب سمجھتا ہے کہ دیوی دیوتاؤں سے، اوتاروں اور پتھر کے ٹکڑوں سے الگ اور پرے ایک ہستی ہے جو سب سے افضل ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، جس کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، جو دماغ میں نہیں سما سکتی اور جس کی ہر شخص اپنے اپنے طریقے سے پرستش کرتا ہے۔" ایکم برہمو ادوتیم" مشہور اور قدیم مقولہ ہے، اس کے معنی ٹھیک وہی ہیں۔ جو لاالہ الا اللہ کے ہیں یعنی برہم ایک ہے دوسرا نہیں ...." دوسرا اہم مسئلہ جو ہندو دھرم سے وابستہ ہے

www.taemeernews.com

'ورن آشرم'، یا 'ذات کی تفریق' کا ہے جس کو انگریزی میں کاسٹ سسٹم کہتے ہیں۔ غالباً شروع میں قومی غرور کی بنا پر یہ تفریق پیدا ہوئی ہوگی۔ جس طرح آج جنوبی افریقہ اور امریکہ میں اہلِ فرنگ حبشیوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان سے الگ رہتے ہیں، اسی طرح ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوکر آریوں نے بھی اپنی نخوت اور تکبر کا اظہار غیر آریہ مفتوح قوموں کے مقابلے میں کیا ہوگا۔ یہ تفریق کا پہلا زینہ تھا۔ اس کے بعد قوم کے فرق سے گزر کر آریوں میں مختلف پیشے والوں کی مختلف ذاتیں قائم ہوگئیں۔ پہلے پہل چار ذاتیں برہمن، چھتری، ویش، شودر کے نام سے قایم ہوئیں۔ اس کے بعد ذاتوں کی تعداد اس قدر بڑھی کہ آج ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ اگر ایک ذات کے لوگ کسی وجہ سے اپنی آبائی سکونت چھوڑ کر کسی نئی جگہ جا بسے تو بس ان کی ایک نئی ذات قائم ہوئی اور اس گروہ نے اپنے تیئں اس ذات کے پرانے گروہ سے الگ کرلیا۔ ہندوؤں کا سوشل نظام ذاتوں کا ایک گورکھ دھندا ہے جس کے بدیہی دو اصول ہیں۔ ایک یہ کہ شادی ذات کے باہر نہیں ہوسکتی اور دوسرے یہ کہ ایک ذات کا آدمی دوسری ذات والے کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض ذاتیں ایسی ہیں جو اچھوت کہلاتی ہیں اور وہ لوگ جو اپنے تئیں بہ زعم خود اونچی ذات والا سمجھتے ہیں، ان کو چھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ یہ تفریق موروثی ہے، نیچی ذات والا چاہے کیسا ہی قابل اور نیک کردار کیوں نہ ہو کبھی اونچی ذات میں ترقی نہیں پا سکتا اور اونچی ذات والا کیسا ہی بدکردار کیوں نہ ہو اپنی ذات سے نیچے نہیں گرایا جاسکتا۔"

"تیسرا اصول آشرم دھرم کا ہے۔ آشرم چار قائم کیے گئے ہیں۔ اول برہمہ چرج یا طالب علمی کا زمانہ۔ اس زمانے میں طالب علم کا فرض تھا کہ گرو کے یہاں رہ کر تعلیم حاصل کرے۔ اس کے بعد دوسرا آشرم گرہستی یا خانہ داری کا تھا، جب کہ طالب علم تعلیم ختم کرکے شادی کرتا تھا اور دنیادار کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ بڑھاپا آنے پر گھربار چھوڑ کر وہ تیسرے آشرم میں داخل ہوتا تھا اور وان پرستھ کہلاتا

www.taemeernews.com

تھا۔ وان پرستھ کا فرض تھا کہ امورِ دنیوی سے کنارہ کشی کر کے اپنا وقت روحانی ریاضت میں صرف کرے۔ آخری درجے کا نام سنیاس ہے اور سنیاسی دنیا کے تمام تعلقات سے بری سمجھا جاتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ کوئی زمانہ ایسا تھا جب کل ہندو قوم یا ہندو قوم کا بڑا حصہ، اس آشرم دھرم کا پابند تھا لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے رہبروں اور پیشواؤں نے کس طرح کا آئیڈیل یا معیار قوم کی رہنمائی کے واسطے بنایا تھا اور فرائضِ انسانی کا تعین اور تنظیم کیسے اچھے اصولوں پر کی تھی ......"

چوتھا اصول جس پر ہندوؤں کا اعتقاد ہے اور جس پر سب کا نہیں تو بہت سے ہندوؤں کا عمل ہے وہ اہنسا ہے۔ ہنسا کے معنی ہیں ایذا پہنچانا یا قتل کرنا، اور اہنسا کے اصول کی تلقین یہ ہے کہ کسی جاندار کو ایذا نہ پہنچائی جائے جین مت والے اس اصول کو سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ ہندوؤں میں کروڑوں آدمی غالباً ایسے ہیں جو گوشت کھانا گناہ سمجھتے ہیں۔ ویدوں کے زمانے میں قربانی کا بہت رواج تھا مگر بودھ اور جین مت کے اثر نے اس کو رفتہ رفتہ بہت کم کر دیا۔ ہندوؤں کے بعض فرقوں میں قربانی اب بھی جزوِ مذہب سمجھی جاتی ہے مگر ہندو عام طور سے، خصوصاً برہمن اور ویش، قربانی اور ہنسا سے پرہیز کرتے ہیں اور ان کو برا سمجھتے ہیں۔ گوشت خور فرقوں میں بھی گوشت نہ کھانا افضل سمجھا جاتا ہے اور ان میں جن لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف زیادہ ہوتا ہے وہ گوشت کھانا چھوڑ دیتے ہیں ..... گیتا میں کرشن جی کی تعلیم کچھ اور ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا دھرم اس کے لیے مقرر ہے کسی شخص کو اپنا دھرم چھوڑ کر کسی دوسرے کا دھرم نہ اختیار کرنا چاہیے اور وہ ارجن کو جنگ کرنے کی ترغیب اس بنا پر دیتے ہیں کہ ارجن چھتری ہے اور حق کے واسطے لڑنا اور اپنے مخالفین کو قتل کرنا چھتری کا دھرم ہے۔

ہندو مذہب کا ایک اور نمایاں اصول رواداری یا ٹالرینش ہے۔ ہندوؤں کا

www.taemeernews.com

کا عقیدہ ہے کہ راستے مختلف ہیں مگر منزل ایک ہے انسانوں کے مختلف گروہ، مختلف طریقوں کو استعمال کرتے ہیں مگر غرض و غایت سب کی ایک ہے عیسیٰ بدین خود، موسیٰ بدینِ خود۔ خدا خالقِ کائنات ہے۔ اس کا لطف و کرم اپنے سب بندوں پر ہونا چاہیے۔ آفتاب کی حرارت، چاندنی کی ٹھنڈک، موسموں کا تغیر کسی خاص گروہ کے لیے مخصوص نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کسی باغ کی آرائش گلاب اور چنبلی سے ہو، اور کسی کی گلِ داؤدی اور گلِ نیلوفر سے۔ کہیں انگور اور انار پیدا ہوں اور کہیں آم اور انجیر۔ لیکن یہ بات ہندوؤں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ خلاقِ عالم کسی ایک قوم کو ایک خاص مذہب کی تلقین کرے اور باقی اقوام کو کفر و جہالت میں مبتلا رکھے اور پھر ان کے واسطے کفر و جہالت کی سزا مقرر کرے۔ گیتا میں لکھا ہے: "جو لوگ جس طرح میرے پاس آتے ہیں میں اسی طرح ان سے ملتا ہوں اے ارجن، لوگ ہر طرح میرے راستے پر آتے ہیں۔۔۔۔"

ہندو اپنے مذہب کو 'موکش' یعنی نجات کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں پنڈت نرنشی لکھتے ہیں :-

"میں اس سے پہلے کہہ آیا ہوں کہ آواگون کا عقیدہ ہندو مذہب کا جزوِ اعظم ہے۔ جس وقت تک دنیا سے تعلق قائم ہے ہر روح اپنے اعمال کے مطابق بار بار پیدا ہوتی رہے گی اور جب وقت تک یہ سلسلہ قائم ہے اس کو نجاتِ ابدی حاصل نہیں ہوسکتی۔ نجات یا مکتی کے یہ معنی ہیں کہ آواگون کا سلسلہ ٹوٹ جائے اور روح یا جیو آتما اس قید سے آزاد ہو جائے۔ نجات حاصل کرنے کے تین خاص راستے ہیں، ایک کرم، دوسرے دھیان، تیسرے بھگتی۔ ہندوؤں کی پرانی کتابوں میں یگ اور قربانی کا ذکر آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یگ کی مذہبی رسم آریوں سے مخصوص تھی اور وہ اس کو اپنے دنیاوی اور روحانی مقاصد کے حصول کے واسطے ضروری اور اہم خیال کرتے تھے۔ 'کرم' یا کرم کانڈ کے راستے سے یہ مراد ہے کہ مذہب نے جو طریقے پوجا پاٹھ، یگ یا قربانی کے مقرر کر دیے ہیں اور جو قواعد زندگی بسر کرنے کے منضبط کر دیے ہیں ان کی پابندی کی جائے۔ سندھیا، ترپن، تیرتھ یاترا،

www.taemeernews.com

مرنے جینے کے سنسکار، سب اس میں شامل ہیں۔ اس اصول کے مطابق اخلاق اور دھرم کا جو دستور العمل پیشوایانِ دین کی طرف سے کتبِ مقدسہ میں مقرر کر دیا گیا ہے، اس کی پابندی ہر انسان پر لازم ہے اور یہی برکاتِ دنیاوی اور نجاتِ روح کا وسیلہ ہے۔ ہر مذہب کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے اور قیاس بتاتا ہے کہ آریوں کے مذہبی ارتقا میں بھی ایک زمانہ وہ آیا ہوگا کہ جب اعتقاد میں ضعف آگیا ہوگا اور پوجا اور یگ خلوصِ دل سے نہیں بلکہ محض نمائش یا پابندیِ رواج کے واسطے کیے جاتے ہوں گے۔ آمد، آورد سے بدل گئی ہوگی۔ اور فرائضِ منصبی پر تصنع کا رنگ چڑھ گیا ہوگا۔ اس وقت یہ کہا گیا کہ "کرم کانڈ" کا طریقہ ناقص ہے اور اصلیت سے دور۔ انسانی کمزوریوں کی بنا ودیا یا ناواقفیت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اصلیت کی طرف سے بے پروا ہے اور دنیا کی حرص و ہوا میں مبتلا۔ فانی اور غیر فانی میں تمیز کرنا اس کے لیے مشکل ہے۔ وہ نفسِ امارہ کی اطاعت میں منہمک ہے اور جو چیز کہ ابدی اور لازوال ہے اس کی فکر نہیں کرتا۔ یہ سب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان ناواقف اور جاہل ہے۔ اس کی دوا یہ ہے کہ وہ "گیان" یعنی حقیقت کا علم حاصل کرے۔ "گیان" کے حاصل کرنے کا ایک طریقہ "یوگ" ہے جس کا چرچا اور رواج ہندوستان میں عرصے سے ہے۔ یہ طریقہ "کرم کانڈ" کی پابندیوں سے الگ ہے اور اس کا خاص جزو ریاضت ہے جس کا علم اور جس کا عمل یوگیوں ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ یوگی مذہب کی ظاہری نمائش اور رسم و رواج کی پروا نہیں کرتا۔ وہ علم "لدنی" اور رموزِ روحانی کا متلاشی ہے، کیونکہ اسی علم و عمل کو ذریعہ نجات سمجھتا ہے.....

"ان کے علاوہ تیسرا راستہ بھگتی کا ہے۔ اس میں نہ پوجا پاٹھ کی پابندی ہے، نہ ریاضت کی ضرورت، محض عشقِ الٰہی کافی ہے۔ اگر عاشق صادق ہے تو محض اس کا عشق اس کی نجات کے واسطے کافی ہے۔ گیتا میں بھگتی کی تعلیم و تلقین ہے اور ازمنۂ وسطیٰ میں بنگال، مہاراشٹر اور شمالی ہندوستان میں جتنے وشنو بھگت ہوئے۔ مثلاً راما نند، کبیر، نانک، چیتن، تکارام وغیرہ۔ ان سب نے بڑے

www.taemeernews.com

زور شور سے بھگتی کی تلقین کی اور سچے بھگتوں کی پریم کے بھاؤ یعنی محبت کے کیف کو یوگ کی ریاضت اور کرم کی پابندیوں سے افضل اور بارگاہِ ایزدی میں مقبول تر بتایا۔ بھگتی کا مطلب محض زبان سے نہیں سمجھا یا جا سکتا، کیونکہ وہ محویت اور وہ انبساط، وہ کیف اور وہ سرور۔

آں شرح نہ دارد کہ بہ گفتار درآید

یہ کافی نہیں کہ انسان بھگتی کی ماہیت کو منطق کے دلائل اور دماغ کی قوت سے سمجھ جائے۔ بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ پریم اور محبت کے ولولے اور جوش کو وہ اپنے جذباتِ دلی اور وارداتِ قلبیہ میں اس طرح تبدیل کرلے کہ دونوں میں کوئی فرق باقی نہ رہے اور کسی کی تعلیم و تلقین سے نہیں بلکہ اپنے ذاتی تجربے سے عشقِ الٰہی کی حقیقت اس پر روشن ہو جائے یہی وہ آنند یعنی سرور کی حالت ہے جس کو ایک عیسائی درویش نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

(PEACE THAT PASSETH UNDERSTANDING)

یعنی آتما کی وہ شانتی اور وہ سکونِ قلب جو ادراکِ انسانی سے بالاتر ہے جس نے یہ پالیا، اس نے سب کچھ پالیا۔ اس کو نہ پوجا پاٹھ کی ضرورت ہے نہ نماز روزے کی "یوگ" اور "ریاضت" اس کے لیے تحصیلِ حاصل ہے، اور ویدوں اور شاستروں کی تعلیم قطعی بے ضرورت۔ کیا عجب ہے کہ مولوی معنوی نے اسی کیفیت کو سمجھا ہو اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہو ؎

من ز قرآں مغز را برداشتم   استخواں پیش سگاں انداختم[۱]

البرونی نے ہندوؤں کے مذہب، علوم و فنون، اور تمدن و معاشرت پر کتاب الہند کے نام سے جو شہرہ آفاق کتاب لکھی ہے، اس کی پہلی جلد کے دوسرے باب میں خدا کی ذات و صفات سے متعلق ہندوؤں کا اعتقاد اس طرح بیان کیا ہے :

---

[۱] "کبیر صاحب" از پنڈت منوہر لال زتشی ، شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد ۱۹۳۰ء ص ۲۶-۴۶

www.taemeernews.com

"اللہ پاک کی شان میں ہندوؤں کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ واحد ہے، ازلی ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ اپنے فعل میں مختار ہے، قادر ہے، حکیم ہے، زندہ ہے، زندہ کرنے والا ہے، صاحبِ تدبیر ہے، باقی رکھنے والا ہے، اپنی بادشاہت میں یگانہ ہے جس کا کوئی مقابل اور مماثل نہیں۔ نہ وہ کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہے ...."

اپنی اس تحقیق کی سند میں البرونی نے کتاب "پاتنجلی، کتاب" گیتا" اور کتاب" سانکھ" کے اقتباسات بھی نقل کیے ہیں اور اس کے بعد لکھا ہے۔

"یہ ہے اللہ تعالیٰ کی نسبت ہندوؤں کے خواص کا قول۔ یہ لوگ اس کا نام ایشفر (ایشور) رکھتے ہیں، یعنی مستغنی اور جواد، جو دیتا ہے اور لیتا نہیں۔ اسی کی وحدت کو خالص وحدت سمجھتے ہیں، اس لیے کہ دوسرے موجودات کا سبب اور سہارا وہ ہے۔ یہ توہم کہ سب موجودات معدوم ہیں اور وہ موجود ہے محال نہیں ہے۔ یہ توہم کہ وہ موجود نہیں ہے اور سب موجودات موجود ہیں محال ہے۔ جب ہم ہندوؤں کے خواص کے طبقے سے نکل کر عوام کی طرف آتے ہیں تو ان کے اقوال میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے اور کبھی وہ نہایت بھونڈے ہوتے ہیں[1] ...."

رگ وید میں، جو ہندو مذہب کی سب سے قدیم دستاویز ہے اور جس کی تدوین کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے تین چار ہزار سال قبل خیال کیا جاتا ہے، ایسے منتر موجود ہیں جن سے البرونی کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً:

"ساری کائنات میں پانی ہی پانی تھا، اس پانی کے اندر آگ تھی اور وہ یک بیک ظاہر ہوگئی۔ اس ذاتِ واحد کا جلوہ نظر آیا، جو سب دیوتاؤں کی جان ہے ہم کس کو نذر دیں اور کس کی عبادت کریں ....."

"وہ حق تعالیٰ جو زمین کا خالق ہے، آسمان کا خالق ہے، جو سرمست اور زبردست سمندر کا خالق ہے۔ دعا ہے کہ اس کا قہر ہم پر نازل نہ ہو۔ ہم کس کو نذر دیں اور کس کی عبادت کریں۔"

---

[1] کتاب الہند، جلد اول، مترجمہ سید اصغر علی صاحب۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی ۱۹۴۱ء ص ۲۴-۲۹

www.taemeernews.com

"اے کائنات کے مالک، تیرے سوا کسی نے یہ مخلوق پیدا نہیں کی، ہماری عبادت کے مقصد کو پورا کر، ہمیں دولت اور راحت عطا کر" ؎

ہندوؤں کی مذہبی کتابیں

ہندو اپنے مذہبی لٹریچر میں وید کو آسمانی کتاب مانتے ہیں۔ سب سے پرانا وید رگ وید ہے جو تین ہزار سے چار ہزار سال قبل مسیحؑ مدوّن ہوا۔ مدوّن ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ضبطِ تحریر میں آیا بلکہ یہ مطلب ہے کہ جس شکل میں یہ آج موجود ہے اسی شکل میں حضرت مسیحؑ سے کم از کم تین ہزار سال قبل بھی موجود تھا۔ اس زمانے میں علم سینہ بہ سینہ استاد سے شاگرد کو پہنچتا تھا اور صرف ایک ہی طبقے کے اشخاص یعنی برہمنوں تک محدود تھا۔ برہمنوں کے بچوں کا فرض تھا کہ سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد اپنی عمر کے بارہ سال وید کے سیکھنے اور اس کو زبانی یاد کرنے میں صرف کریں۔ وید کے چار حصے ہیں۔ سب سے پہلا رگ وید ہے۔ اس میں صرف دعائیں اور مختلف دیوتاؤں کی تپسیا ہے۔ یہ دعائیں نظم میں ہیں اور ان کو پڑھنے کا ایک مخصوص طریقہ ہے جس کو ہندوؤں کا علم تجوید کہہ سکتے ہیں۔ رگ وید میں ایک سو سترہ دعائیں ہیں، جن کو مرتب کرنے والوں نے دس کتابوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس کی زبان نہایت قدیم سنسکرت ہے جو بعد کی سنسکرت کی کتابوں کی زبان سے مختلف ہے۔

رگ وید کے بعد قدامت کے لحاظ سے سام وید کا درجہ ہے۔ یہ بھی دعا یہ بھجنوں کا مجموعہ ہے۔ تیسرا وید، یجر وید ہے۔ یہ اعمال کا وید ہے۔ یعنی اس میں ان اعمال کا بیان ہے جو مختلف اوقات، مختلف مواقع اور مختلف اغراض کے لیے کارآمد اور مفید ہیں۔ چوتھا اتھر وید ہے۔ اس میں زیادہ تر تعویذ، گنڈے، بھوت پریت کو دفع کرنے کی تدبیریں اور جڑی بوٹیوں کے خواص مذکور ہیں۔

ہندوؤں کی مقدس کتابوں کی ایک دوسری شاخ جس کو ویدک لٹریچر کا دوسرا حصہ کہہ سکتے ہیں، برہمنہ ہے۔ چاروں ویدوں کے ساتھ کئی کئی برہمن منسوب ہیں۔ ان میں مختلف قسم کے اعمال اور عبادات کے طریقے بیان کیے گئے ہیں اور کہیں کہیں قدیم قصے اور حکایتیں بھی درج ہیں۔ انہی برہمنہ کے ساتھ ایک اور قسم کے رسالے بھی ہیں جن کو ارن نیک کہتے ہیں یعنی

؎ "ہندوستانی قومیت اور قومی تہذیب" از ڈاکٹر سید عابد حسین، مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۴۶ء جلد اوّل ص ۱۰۳

www.taemeernews.com

جنگل اور بیابان میں لکھے ہوئے رسالے یہ عبادات سے متعلق ہیں۔ ان کے بعد آپ نشد کا درجہ ہے، جس کو ویدانت یعنی وید کا ضمیمہ بھی کہتے ہیں۔ آپ نشد میں ہندوؤں کا سارا فلسفہ بھرا ہوا ہے۔ آپ نشدوں کی تعداد سو سے زیادہ ہے، لیکن ان میں زیادہ مشہور اور متداول دس آپ نشد ہیں۔

مذکورہ بالا کتابیں وہ ہیں جن پر بطور عام وید کا اطلاق ہوتا ہے ان کو سنسکرت میں شُرتی کہتے ہیں، یعنی وہ چیز جو نہ آنکھوں سے پڑھی گئی اور نہ قلم سے لکھی گئی، بلکہ کانوں سے سنی گئی۔ یہ گویا آواز غیبی ہے جس کو قدیم رشیوں نے سنا اور ان سے ان کے شاگردوں نے سنا اور اسی طرح یہ علم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا آیا۔ اس کے مقابلے میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کا ایک دوسرا بڑا ذخیرہ وہ ہے جس کو سوتر یا اسرتی کہتے ہیں، یعنی وہ چیز جو یاد کی جاتی ہے۔ یہ سوتر بھی مختلف ویدوں پر منقسم ہیں۔ ان میں ہر قسم کے مسائل جن کا تعلق مذہب سے ہے، مثلاً اعمال وعبادات، روزمرہ کے معمولات، کریاکرم، شادی بیاہ، موت وغیرہ، نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں تاکہ آسانی سے یاد کر لیے جائیں اور ضرورت کے وقت کام میں لائے جا سکیں۔ وید کو سمجھنے کے لیے چند اور علوم بھی مدون کیے گئے جن کو ویدانگ کہتے ہیں، یعنی وید کے ہاتھ پیر۔ ان میں صرف ونحو، تجوید (سکھشا)، عروض۔ جوتش اور لغت کے علوم شامل ہیں۔ یہ وہ علوم ہیں جن کے بغیر وید کو صحیح پڑھنا اور اس کے معنی سمجھنا ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو وید کے ہاتھ پیر کہتے ہیں[۱]

وید

(۱) اردو میں ویدوں سے متعلق سب سے قدیم کتاب جو مجھے مل سکی، وہ "الکھ پرکاش" ہے۔ اس کے سرنامے پر یہ عبارت درج ہے: "خلاصہ چاروں بید یعنی" رکھ بید" "جُر بید" اور "شام بید" اور "اتھرن بید" کا اردو زبان میں۔ ترجمہ پچاس آپ نکھدوں کا سراکبر سے نام صحیفہ شریفہ الکھ پرکاش۔" تالیف الکھ دھاری عرف منشی کنہیا لال مطبع گیان پریس، آگرہ، میں باہتمام کنہیا لال مولف کتاب اور مہتمم مطبع کے پانسو کاپی پہلی مرتبہ چھپی۔ جون ۱۸۶۱ء تقطیع اوسط۔ ضخامت ۴۸۰ صفحات۔

---

[۱] ماخوذ از مقالہ "ویدک لٹریچر" از شمس العلماء سید علی بلگرامی۔ رسالہ مخزن، ستمبر ۱۹۰۵ء

www.taemeernews.com

چاروں ویدوں کے منتروں کا خلاصہ باون[۵۲] اُپ نشد ہیں۔ ان کا فارسی ترجمہ "سرِ اکبر" کے نام سے شہزادہ دارا شکوہ نے کیا تھا" الکھ پرکاش" اسی کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کا ایک اقتباس حسبِ ذیل ہے :۔

"انندبلی اُپ نکھد۔ یہ سرِ اکبر میں ع۳۸ اور ججر بید میں ع۹ ہے۔

"پانچوں کوش یعنی خزانوں کی تعریف میں

"آدمی کو چاہیے کہ پہلے اس عبارت سے مناجات کرے اور دعا مانگے۔

"اے منتری، یعنی محبت کے دیوتا، وائے برن یعنی پانی کے دیوتا، وائے ارجمار وزی کے دیوتا، وائے اندر دیوتاؤں کے بادشاہ، وائے برسپت عارفوں کے اوستاد، وائے برہما پیدا کرنے والے خلق کے، وائے بشن، پالنے والے عالم کے، تم کو نمسکار ہے اور جو کچھ میں بیان کرتا ہوں اس کا پھل مجھے اور میرے گورو اور سننے اور پڑھنے اور دیکھنے اور سوچنے والوں کو بخشو، یعنی برہم گیان ہو اور گیان سے مکت ہو، اور نفاق اور دوئی دل سے دور ہو، کیونکہ جو برہم کو جانتا ہے وہ برہم ہوجاتا ہے۔ کوئی استھان اور کوئی سمے اور کوئی دسا اور کوئی دل برہم سے خالی نہیں ہے کہ سب میں برہم ہی ایک ہے۔ جس کو یہ گیان ہووے اور محسوسات کے ملوثات سے پاک ہوجاوے وہ برہم ہے..." (ص ۲۔۱۰۲)

مولف نے بعض جگہ مضامین کا خلاصہ بھی بیان کیا ہے اور مطالب کی شرح بھی لکھی ہے۔ چناں چہ ایک باب کے آخر میں لکھتے ہیں :

"انتہائے نظر سے دیکھنا اور امکانِ بشر تک نیک افعال کرنا، یہی خلاصہ بید اور شاستر اور حکمت فلاسفہ کا ہے اور اسی ایک مطلب کو بہ عبارتِ مختلف ہر ایک اُپ نکھد میں رقم کیا ہے۔ جو لوگ جہالت سے اپنی عمر کو ضائع کرتے ہیں اور مکاروں اور گمراہوں کے کہنے پر عمل کرتے ہیں اور اونٹوں کی طرح نکیل ناک میں ڈالے ساربانوں کے پیچھے چلتے ہیں اور بوجھ اپنی پیٹھ پر رکھتے ہیں اور نفع ساربانوں کو کھلاتے ہیں اور آپ جاہل رہ کے دوسرے کے قول پر کام کرتے ہیں، اور جس طرح بندر والا بندر کو نچاتا ہے، وے ناچتے ہیں، وے دنیا اور عقبیٰ دونوں کو برباد کرتے ہیں اور بیم ورجا سے کبھی آزاد نہیں ہوتے، جو کوئی اس مطلب کو پاوے یقین ہے کہ اپنی اولاد

www.taemeernews.com

کو اور خود بھی جھوٹے بیم ورجا سے آزاد ہو جاوے یہی مکت ہے " (ص ۲۴۵)

(۲) وید پر دوسری کتاب جو میری نظر سے گزری وہ سوامی دیانند سرسوتی کی تفسیر رگ وید کا اُردو ترجمہ ہے جو رگ وید آدی بھاشی بھومکا کے عنوان سے ۱۸۹۸ء میں مطبع ست دھرم پرچارک، جالندھر میں چھپا تھا۔ اس کے صفحات کی تعداد (۱۸۴) ہے۔ اُردو ترجمہ منشی رام جگیاسو کے قلم سے ہے۔ عبارت میں جو الفاظ اور فقرے قوسین میں درج ہیں، وہ بھی مترجم ہی کے ہیں۔ ترجمے کا نمونہ یہ ہے:

" وید کے ظاہر کرنے میں پرمیشور کی کیا غرض تھی۔

" سوال ۔ یہ فرمائیے کہ وید کے پیدا کرنے میں پرمیشور کی کیا غرض تھی۔

جواب: ویدوں کے نہ پیدا کرنے میں، اس کی (پرمیشور کی) کیا غرض (ہوسکتی) تھی۔ اگر تم یہ کہو کہ اس کا جواب تم نہیں جان سکتے تو بالکل ٹھیک ہے۔ اب ویدوں کے ظہور کی جو غرض ہے وہ سنیے:

سوال:۔ ایشور میں کیا اننت ودیا (لامحدود علم) ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ہے۔

سوال:۔ اس کی وہ ودیا کس مطلب کے لیے ہے۔

جواب: اپنے ہی مطلب کے لیے (جس سے کہ جہان کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے کا کام ہوتا ہے)

سوال:۔ اچھا یہ بتلایئے کہ آیا ایشور پراوپکار کرتا ہے یا نہیں۔

جواب:۔ (پراوپکار) کرتا ہے۔ پھر اس سے کیا مطلب؟

(نتیجہ) اس سے مطلب یہ ہے کہ علم اپنی اور دوسروں کی مطلب براری کے لیے ہوتا ہے کیونکہ علم کا یہی وصف ہے۔ اگر ہم لوگوں کے لیے پرمیشور ودیا (علم) کا اپدیش نہ کرے تو ودیا کے دونوں وصفوں میں سے ایک وصف، (یعنی پراوپکار) بے معنی ہو جائے گا۔ اس لیے پرمیشور نے اپنی ودیا کے اپدیش سے یہ مطلب (یعنی پراوپکار) سدھ کیا ہے۔ پرمیشور باپ کی طرح ہم لوگوں پر بڑی عنایت رکھتا ہے، جس طرح پر کہ باپ اپنی اولاد پر ہمیشہ مہربان رہتا ہے اسی طرح پرمیشور نے بھی غایت مہربانی سے سب انسانوں کے لیے وید کا اپدیش کیا ہے۔ اگر پرمیشور ایسا نہ کرتا تو جہالت

www.taemeernews.com

میں پھنس کر انسان، دھرم، ارتھ، کام اور موکش کے بغیر پرم آنند (یعنی راحتِ حقیقی) سے بھی محروم رہتا ہے" (ص ۲۴-۲۵)

پوری کتاب سوال وجواب کے پیرائے میں نہیں ہے۔ یہ طرز کہیں کہیں اختیار کیا گیا ہے

(۳) سوامی دیانند نے یجروید کی تفسیر بھی لکھی ہے اس کا اردو ترجمہ جو (۲۳۲۴) صفحات پر مشتمل ہے۔ دھرم پال نے کیا تھا اور روز بازار، اسٹیم پریس، امرتسر میں چھپا تھا۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ اس کا ایک اقتباس یہ ہے:

"منترا:- اے کمار اور کماریو! جس طرح میں اعلیٰ عالم وفاضل کو اس لیے گرہن کرتا ہوں، تاکہ اس سے علم کی دولت حاصل کروں، جسمانی اور روحانی طاقت پاؤں، تحصیلِ علم کے بعد نیک اولاد کی خاطر گرہ آشرم میں داخل ہوکر پراکری بنوں اور اس طرح خود بھی عالم وفاضل بنوں، اسی طرح تم بھی کرو۔

منتر ۲- اے ودوان! تو سرودیاپک پرمیشور کو، اور پانی کے جائے قیام سمندر کو، اور بجلی وغیرہ کے کارن آگ کو، بھلی پرکار جان، تیری روشن عقل تمام اشیا کا تجھے علم کراتی ہے۔ تیرا دل صاف ہے۔ تو مہان ہے تو قابلِ تعظیم ہے تو ایک مہان شکتی پرمیشور کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بنا۔

منتر ۳:- پرماتما انادی ہے وہ علمِ کل ہے وہ تمام اشیا کو حالتِ لطیف سے حالتِ کثیف میں لانے والا ہے وہ سب سے بڑا ہے وہ نورِ کل ہے وہی قابلِ پرستش ہے۔ سورج، چاند، زمین اور ستارے جو کہ آکاش میں قائم ہیں وہ اسی کی ہستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ وہ اپنی قدرت سے ان سب پر حاوی ہے۔ وہ تمام مرئی اور غیر مرئی اشیا کو اور پرکرتی کی اولین حالت کو محیط کیے ہوئے ہے۔

منتر ۴: وہ اس تمام کائنات کا رچنے والا اور پرورش کرنے والا ہے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ یہ تمام سورج، چاند، ستارے وغیرہ اسی کے سہارے پر ہیں۔ وہ اس کائنات کے حالتِ کثیف میں آنے سے پہلے موجود تھا۔ وہی تمام ارض وسما کا دھارن کرنے والا ہے۔ ہم کو اسی سکھ کے دینے والے نورِ کل پرماتما کی صدقِ دل

www.taemeernews.com

سے عبادت کرنی چاہیئے۔" ص (۱۱۱)

اُپ نشد

(۱) منشی سورج نرائن مہر دہلوی نے اُپ نشد کی شرح چار جلدوں میں لکھی ہے جو ۱۹۱۴ء تا بتہ، ۱۹۱۷ء میں علی الترتیب ۳۳۶ - ۴۲۸ - ۱۶۸ اور ۲۵۲ صفحات پر سادھو پریس، دہلی میں چھپیں۔ پہلی جلد میں "تمہیدی مضمون" کے زیرِ عنوانِ اُپ نشد کے معنی سمجھائے ہیں۔ لکھتے ہیں :

"لفظ اُپ نشد کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ اس کا مادہ یا دھاتو سد ہے : اُپ، بہ معنی قریب اور نی، بہ معنی بالکل۔ دو اُپسرگ، ہیں جنھیں انگریزی میں پریپوزیشن اور عربی فارسی اُردو میں حروفِ جار، کا نام دیا جاتا ہے۔ سد چار معنی میں مستعمل ہے۔ ہلاک کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا، چلنا، اور بیٹھنا۔ پہلے دو معنوں کے لحاظ سے اُپ نشد، وہ بدیا یا علم ہے، جس سے دنیا کا واہمہ باطل یعنی اگیان ناش ہو جاتا ہے یا اس کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں۔ دوسرے دو معنوں کے لحاظ سے اُپ نشد وہ گیان ہے، جو گورو کے پاس جا کر یا بیٹھ کر لیا جاتا ہے۔ اہلِ یورپ" سد" کے معنی زیادہ تر بیٹھنے کے لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ زمانۂ قدیم میں اچاریہ لوگ چیلوں کی جماعتوں کو بنوں میں بیٹھ کر تعلیم دیتے تھے۔ اس واسطے اس' بدیا' کو 'اُپ نشد' کہنے لگے۔ مجازاً اُپ نشد کے معنی رازِ خفی کے لیے جاتے ہیں اور اس کا اطلاق، برہم بدیا پر ہوتا ہے۔ چونکہ بعض کتابیں اسی برہم بدیا سے متعلق ہیں، اس واسطے اوّل اوّل ان کا نام 'اُپ نشد' پڑا اور بعد میں اُپ نشد کا اطلاق صرف انہی کتابوں پر ہونے لگا۔ وہ بدیا کا پہلا اطلاق جاتا رہا اب اُپ نشد یہی کتابیں کہلاتی ہیں۔ ان میں سے دس بہت قدیم ہیں، جن پر بھگوت پوجیہ پاد شری شنکر اچاریہ نے شرحیں لکھی ہیں۔ ان میں" ایشا وابیۃ" سب سے پہلا اُپ نشد ہے۔" ص (۲۰۱)

اس کے بعد اصل شرح یوں شروع کی ہے :

" منتر ۱ :- اس دنیائے متبدل میں ہر ایک بدلنے والی چیز کو اس نظر سے دیکھو کر سب میں ایشور بسا ہوا یا دیا پک ہے 'جگت روپ' سے 'تیاگ کر' ایشور روپ" انوبھو

www.taemeernews.com

کرو۔ کسی کے مال کا لالچ نہ کرو۔"

اوپر کا ترجمہ محاورے اور ذرا تشریح کے ساتھ ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہے کہ:۔

" اس دنیا میں جتنی بدلنے والی چیزیں ہیں وہ سب ایشور سے بسانے کے لائق ہیں۔ اس سے تیاگ کر بھوگو۔ کسی کے مال کا لالچ نہ کرو، یا لالچ نہ کرو۔ کیونکہ مال کس کا ہے؟" سب سے پہلے اخیر جملے کو لو۔ مال سے مراد صرف روپیہ نہیں ہے بلکہ دولت وعزت حشمت و ثروت، کھانا پینا، سواری و لباس، زن و فرزند، مکان و جائداد، غرض جن چیزوں میں دنیا داروں کو دل بستگی ہوا کرتی ہے، سب مراد ہیں۔ شرتی بھگوتی کہتی ہے کہ ان میں کسی میں بھی دل بستگی نہ کرو، یعنی سب سے بیراگ پیدا کرو، کیونکہ یہ کسی کی بھی نہیں ہیں۔ محض خواب کی سی صورتیں ہیں کہ ابھی ہیں ابھی نہیں۔ دم کے دم میں امیر مفلس بن جاتے ہیں، با اختیار آدمی بے کس و بے بس ہو جاتے ہیں، تنا ور اور صحت مند بیمار ہو کر مر جاتے ہیں۔۔۔۔۔ ایسی ناپائدار چیزوں میں کیا دل لگانا، جن کا نتیجہ دکھ ہی دکھ اور آواگون کے ہنڈولے میں چکر کھانا ہے اور خاک نہیں۔ پس اول اشیائے دنیا کی طرف سے دل میں بیراگ پیدا کرنا چاہیے جو گیان کا پہلا قدم ہے ۔۔۔۔۔" (ص ۶۰۵)

(۲) "مجموعہ اپ نشد" کے نام سے بارہ اپ نشدوں کا مجموعہ اُردو ترجمے اور شرح کے ساتھ بابو پیارے لال نے مرتب کرایا تھا، جو سنہ ۱۹۰۱ء میں (۲۲۹) صفحات پر ودیا ساگر پریس علی گڑھ میں طبع ہوا۔ اس کے ایک مقام کا اقتباس حسب ذیل ہے۔ قوسین کے الفاظ بھی مترجم کے ہیں۔

" وید " میں بار بار لکھا ہے کہ برہمہ گیان کے بدون یعنی بلا خدا شناسی و خود شناسی کے مکتی (دنیا سے نجات) نہیں ہوتی، اور جب خودی محو ہو تو ادوئیت (وحدہ لاشریک) ایک برہمہ خدا رہ جاتا ہے۔ اس کا نام برہمہ گیان (علم الہی) یہ برہمہ گیان تین مراتب کی تعیں سے حصول ہوتا ہے۔ اول بیبک (تمیز) دوم بیراگ (ترک ہمہ) سویم دم (محسوسات اور قلب کو قابو میں کرنا اور مکشتا (نجات) کی خواہش) اور ان تینوں بیبک، بیراگ، وغیرہ کا حصول تب ہوتا ہے، جب اُن کے حصول سے پہلے چت

www.taemeernews.com

(دل) تمام آلائش سے پاک و مستقل ہو جاتا ہے اور جب یہ دل کی صفائی و مستقلی نیک افعال و عبادت سے ہوتی ہے تو یہ سب لازم ملزوم منزل بہ منزل یکے بعد دیگرے ہیں۔ یعنی سب سے پہلے نیک افعال (سبھ کرم) جس سے صفائی قلب (انتہہ کرن کی شدھی) اور نیز عبادت (بھگتی) جس سے دل مستقل ہو۔ پھر بذریعہ مستقل دل کے محسوسات اور قلب کے چیت کی برتی، اندیشہ مراتبات، بہ سہ زمانہ ماضی، حال، مستقبل کا ضبط کرنا اور تمام نیک و بدکی تمیز کرکے سب اشیائے دنیوی کو دنیا کے نام سے ترک کر کے ایک آتما برہم روپ جاننا۔ تب خودی (مَیں میری تیں تیری) تمامتر کا کورم ہو کر صرف برہم سروپ رہ جانا۔ اس کا نام برہم گیان ہے اور ایسے گیان سے مکتی (نجات از دنیا) حاصل ہوتی ہے جس کو ویدنے بار بار کہا ہے اور اس بنا پر وید میں پہلے "کرم کانڈ" مثل درخت، پھر بھگتی کانڈ، مثل پھول، اور اخیر برگیان کانڈ، مثل پھل کے کہا ہے۔" (ص ۵۶)

(۳۱) پیام راحت (امر کتھا)، یعنی ایشا واسیہ اُپ نشد کے پہلے آٹھ منتروں کا منظوم ترجمہ، یہ ایک بہت دلچسپ کتاب ہے، جس میں بھاگ مل سائنی نے اُپ نشد کے بعض منتروں کے مطالب پاکیزہ زبان اور دلنشیں انداز میں بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب الکٹرک پریس، جالندھر میں چھوٹی تقطیع کے (۶۸ ۲) صفحات پر ۱۹۲۹ء میں چھپی تھی۔ شروع میں ایک دیباچہ نواب سرامین جنگ کے قلم سے ہے۔

"اپ نشدوں کی پھلواڑی کا نفیس ترین پھول یعنی سوا ہنگ اسمی (وہ میں ہوں)" کے عنوان سے بھاگ مل سائنی لکھتے ہیں:۔

"آج تک برہم کو کسی نے ایسا کر کے نہیں دیکھا کہ یہ برہم ہے۔ اور یہ میں دیکھنے والا ہوں۔ یعنی بطور معلوم کے اُسے کبھی دیکھا نہیں جا سکتا۔ بطور معلوم کے دیکھنے والا شخص دھوکے میں ہے۔ چونکہ تم خود ہی برہم ہو اُسے اپنی ذات سے علیحدہ کر کے کیوں کر دیکھ سکتے ہو ...... جب تک حضرت انسان میں مکمل روحانی بیداری نہیں آتی، اس وقت تک وہ حسی اور ذہنی طبقے کا ہی نواسی رہتا ہے۔ وہ

www.taemeernews.com

آپ نشدوں کی سدا بہار پھلواڑی کے نفیس ترین پھول سوا بنگ امی ، کی خوشبو سے اپنے دل ودماغ کو معطر کرنے کے ابھی بالکل ناقابل ہے ۔ وہ اس وہم میں ہوتا ہے کہ میں ناقص ہوں، وہ پاک ہے ۔ اپنے آپ کو" وہ میں ہوں" سمجھنا حقیر مچھر کو کرشن سمجھنے کے مصداق ہوگا ۔ ذرے کی کیا انبساط کہ پہاڑ ہونے کا دعویٰ کرے ۔ ناچیز قطرے کی کیا مجال کہ بحرِ بیکراں ہونے کا دم بھرے ۔ حقیر آنکھ کی کیا طاقت کہ آفتابِ تاباں کی تاب لاسکے ۔ وہ کبیر قدیر دنیا کو پیدا کرکے اس کو اپنے نظام میں رکھتا ہے ۔ میں چیونٹی کو پیدا یا فنا نہیں کرسکتا ۔ وہ چشمہ سرور ہے ، میں دکھی ہوں ۔ وہ ہمہ دان اور عقلِ کل ہے ، میں قدم قدم پر غلطیاں کرتا ہوں سے

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک .... (ص ۲۴۶)

(۴) معیار المکاشفہ ، حصہ اوّل ۔ ترجمہ چھاندوک اُپ نشد از باوا نگینا سنگھ بیدی مطبوعہ آنند پریس ، لاہور ضخامت ص (۱۲۰)

ویدانت

ویدانت پر اردو میں متعدد کتابیں ہندوؤں نے لکھی ہیں ۔ ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) ویدانت فلاسفی " ویدانت کیا ہے ۔ ویدانت سے کیا مراد ہے ۔ اس کی قسمیں ۔ اس کی اصلیت وغیرہ پر بسیط بحث " از بابو شیوبرت لال ورمن ۔ مطبوعہ رفاہِ عام اسٹیم پریس لاہور ۔ ص ۳۶ ۔ سنہ طباعت درج نہیں ۔ بابو شیوبرت لال لکھتے ہیں ۔

" ویدانت کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی فرض کی ہوئی محدود شخصیت کے خیال کو بھول جاؤ اور اس قدر وسیع النظر اور وسیع الخیال بن جاؤ کہ کسی طرح کی تنگی ، کوتاہ نظری کا خوف نہ رہے ۔ اور یہی تمہارا اصلی روپ ہے ۔ اب دیکھو یہی معراج کرم کانڈی کی ہے ۔ وہ کرم بلا کسی معاوضے کے تمام دنیا کی بھلائی کے لحاظ سے کرتا ہے ۔ اس کا دل اس قدر فراخ ہو جاتا ہے کہ اس میں کل کائنات کی ہمدردی کی گنجائش رہتی ہے ۔ وہ اپنی تنگ شخصیت کو بھول کر ، تمام سنسار کو اپنا روپ سمجھنے لگتا ہے ۔ اسی طرح آپاسنا یا عبادت و بھگتی کا آدرش یہ ہے کہ بھگت اپنے آپ کو بھگونت

www.taemeernews.com

کی ذات میں محو کردے جو محیطِ کُل ہے۔ گیانی بھی یہی کرتا ہے وہ سارے جگت کو اپنے سے مختلف نہیں سمجھتا۔" (ص ۱۸)

(۳) بھگتی اور ویدانت۔ مصنفہ سوامی وویکانندجی۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ مفیدِ عام پریس، لاہور (ص ۲۰۰) اس کتاب میں سوامی وویکانند نے "ویدانت کا مقصد" اس طرح بیان کیا ہے:-

"ویدانت" درحقیقت اس جہان کو نظر انداز نہیں کرتا۔ ترک اور تیاگ کے اس نصب العین نے ویدانت سے زیادہ بلند مرتبہ اور کہیں بھی نہیں پایا۔ مگر پھر بھی ویدانت یہ تعلیم ہرگز نہیں دیتا کہ بدمزگی اور بے لطفی کے ساتھ خودکشی کرلی جائے۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ سنسار کو برہم مے یعنی برہم سے بھرا ہوا دیکھو۔ یہ دنیا جیسی نظر آتی ہے، جسے تم عالمِ حقیقت سمجھتے ہو اسے بھول جاؤ اور حقیقی عالمِ حقیقت کو پہچانو جو برہم سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے ذرّے ذرّے کو سربسر برہم سے پُر دیکھو۔ ویدانت کے مضمون پر تحریر شدہ کتابوں میں سب سے قدیم 'اپ نشد' کے شروع میں یہی آتا ہے کہ "اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے اور جہاں کہیں بھی ہے وہ سب ہی برہم مے یعنی برہم سے پُر ہے"۔ بے بنیاد امیدوں اور آرزوؤں پر بھروسا کرکے، نیز بدی اور نیکی کی طرف آنکھیں بند کرکے نہیں، بلکہ دنیا کی ہر چیز میں ایشور کی طاقت اور اس کی ہستی کو حاضر و ناظر سمجھ کر، ہمیں تمام سنسار کو برہم سے بھرا ہوا دیکھنا چاہیے اور اس طرح ہمیں سنسار کا تیاگ کردینا چاہیے۔ سنسار تیاگ دینے کے بعد کیا رہ جائے گا۔ برہم، صرف برہم۔" (ص ۴۷)

(۴) وویک چوڑامنی معروف بہ درۃ التاج عرفان: از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی۔ ۱۹۱۷ء۔ ص (۲۵۶)

مہر صاحب "تمہیدی مضمون" میں کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ فرماتے ہیں

"یہ کتاب جواب دی جاتی ہے ویدانت کی کتابوں میں بڑا اونچا درجہ رکھتی ہے ..... کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کے مصنف بھگوت پوجیہ پاد شری شنکر آچاریہ مہاراج ہیں، مگر یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ یہ وہی شنکر سوامی ہیں، جنھوں نے برہم سوترول اور

www.taemeernews.com

"اپ نشدوں" اور شری بھگوت گیتا" پر بھاشیہ لکھے ہیں یا ان کی چار گدیوں پر جو آچاریہ اوقات مختلف پر بیٹھتے اور شنکر آچاریہ کہلاتے رہے ہیں۔ ان میں سے کسی کی تصنیف سے ہے۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو اس میں تمام و کمال ویدانت کا فلسفہ ہے اور ایسے اچھوتے خیالات کے ساتھ کہ تعریف نہیں ہوسکتی ....." (ص ۵)

اس کتاب کے ایک اشلوک کا ترجمہ اور اس کی شرح ذیل میں درج کی جاتی ہے:

اشلوک نمبر ۸۴: اگر تجھے خواہشِ نجات ہے تو بشیوں کو بِش یعنی زہر کی طرح دور ہی سے چھوڑ، اور قناعت، عفو، رحم، سادگی، شانتی اور ضبطِ نفس کا سیون امرت کی طرح نہایت عزت کے ساتھ کر۔"

"بشے بِش یعنی زہر کی طرح باعثِ ہلاکت ہیں۔ زہر کا علاج امرت ہے پس بشیوں کے زہر کا اثر دور کرنا ہے تو قناعت یعنی سنتوش، عفو یعنی چھما، رحم دلی من کے شم اور اندریوں کے دم کا امرت پی۔ دیکھ بشیوں کی خواہش پیدا کیوں کر ہوتی ہے بس اسی طرح کہ فلاں شخص کے پاس روپیہ ہے، ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس کا علاج "سنتوش" ہے۔ فلاں نے ہماری مذمت کی ہے یا برا بھلا کہا ہے، اس سے عوض لینا چاہئے۔ اس کا علاج "عفو یا چھما" ہے۔ یہ روپیہ ہمارا ہے۔ ہم اسے کھائیں۔ غریب و محتاج و ضرورت مند کو کیوں دیں، اس کا علاج "رحم" ہے۔ ہم بڑے آدمی ہیں بہ لحاظ ذات، علم، زر، جاہ و مناصب، کیوں کسی سے نیچے ہو کر چلیں۔ اس کا علاج 'سادگی' ہے۔ من بشیوں کی طرف دوڑتا ہے اور اندریاں اسے گھسیٹ کرلے جاتی ہیں۔ ان دونوں کا علاج "شم" اور "دم" ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے آدمی سے بشے واسنا چھوٹتی ہے اور وہ راہِ ترقی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔" (ص ۵۵،۵۶)

منشی سورج نرائن مہر اردو کا ایک مذہبی رسالہ "سادھو" دہلی سے نکالتے تھے۔ اس میں مضامین کے علاوہ کبھی کبھی وہ سنسکرت کی مذہبی کتابوں کو بھی ترجمہ کرکے شائع کرتے تھے چنانچہ ویدانت کے رتن" کے عنوان سے جو مجموعہ انھوں نے شائع کیا تھا وہ ویدانت کے مندرجہ ذیل نو رسالوں پر مشتمل ہے:

www.taemeernews.com

پہلا رتن: "پروکش انو بھوتی" یا "کشفِ ذات"		ص ۱-۹۶
دوسرا رتن۔ شرت شلوکی	یا "تسبیحِ عرفان"	ص ۹۶-۱۹۲
تیسرا رتن۔ ادویت انو بھوتی	یا "کشفِ ذات بے دوئی"	ص ۱۹۳-۲۵۰
چوتھا رتن۔ واکیہ برتی	یا "جہا واکیہ کے معنی"	ص ۲۵۰-۲۶۲
پانچواں رتن۔ موہ مدگر	یا "گرزِ جہل"	ص ۲۶۲-۲۸۰
چھٹا رتن۔ سواتم نروپن	یا "توضیحِ ذات"	ص ۲۸۱-۳۴۶
ساتواں رتن۔ واکیہ سدھا	یا "امرت بانی"	ص ۳۴۶-۳۶۴
آٹھواں رتن۔ آتم بودھ	یا "عرفانِ ذات"	ص ۳۶۴-۴۱۴
نواں رتن۔ ویدانت ستوتر		ص ۴۱۴-۴۴۸

(۵) "اردو بچار ساگر": سوامی نشچل داس کی مشہور و معروف کتاب کا آسان اور عام فہم اردو میں ترجمہ، مع تشریحات و حلِ مشکلات۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی، ۱۹۱۴ء ص (۵۰۴)

اس کتاب اور اس کے مصنف کے متعلق منشی سوراج نرائن لکھتے ہیں:۔

"سوامی نشچل داس کی یہ ہندی کتاب نہایت ہی ہر دل عزیز ہے، کیا سادھو اور کیا معمولی گرہستی آدمی زیادہ تر اسی کتاب کو پڑھتے ہیں۔ اس میں ویدانت کے تمام و کمال مضامین لیے گئے ہیں اور صاف ہندی میں عام فہم طریق سے دیے گئے ہیں مصنف نے یہ کتاب لکھی ہی اس غرض سے تھی کہ سنسکرت سے ناواقف آدمی ویدانت کے اونچے فلسفیانہ مسائل ہندی میں پڑھ اور سمجھ سکیں۔ اس لیے ہر مضمون کو صاف اور عام فہم لباس میں دیا ہے۔ جہاں نئی اصطلاحیں آئی ہیں ان کو بار بار دہرایا ہے۔ جہاں دلیل ذرا پیچیدہ ہے۔ تمثیل و تشبیہ سے اس کو کھول دیا ہے ...... "بچار ساگر" نظم کی کتاب ہے۔ مصنف نے خود اس پر نثر میں شرح لکھی ہے میں نے نظم کا ترجمہ نثر میں کیا ہے مگر پہچان کے واسطے اشعار پر نمبر دے دیے ہیں۔ مصنف مہاتما ایک دادو پنتھی سادھو تھے۔ دہلی کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ بنارس میں پڑھے

1139
Acc. No. 20389 ... 229

www.taemeernews.com

تھے اور سمت ۱۹۲۰ء بکرمی میں دہلی میں مرے تھے ..... ۲ ص ۴۸)

(۶) منشی سورج نرائن مہرؔ نے سوامی وویکانند کے لیکچروں کا ترجمہ بھی اُردو میں کیا ہے۔ عملی ویدانت کے عنوان سے اس سلسلے کا پہلا حصہ ۱۹۱۸ء سیوک اسٹیم پریس، لاہور میں (۱۴۰) صفحات پر چھپا تھا۔ اس مجموعے کے لکچروں کے موضوع یہ ہیں :-

علم و عمل، عبادت۔ کس کی اور کیونکر کرنی چاہیے۔ محدود و غیر محدود۔ محدود و غیر محدود کا تعلق۔ ویدا اور ویدانت ۔

(۷) اسی سلسلے کا دوسرا حصہ منشی صاحب موصوف نے "عملی ویدانت اور" لاہور" لکچرز" کے نام سے ۱۹۱۸ء میں سادھو پریس، دہلی سے شائع کیا۔ اس کے صفحات کی تعداد (۱۴۲) ہے۔ یہ سوامی وویکانند کے اکیس لکچروں کا مجموعہ ہے، جن کے عنوانات حسب ذیل ہیں :

مذہب کی ضرورت، عالم گیر مذہب کا آدرش، " انسان حقیقی و نمودی" " ذیبو بارک لکچر" انسان حقیقی و نمودی" " (لندن لکچر،" "مایا اور بود و نمودی" مایا اور ارتقائے خیالِ خدا" مایا اور آزادی" " برہم اور جگت" " کائناتِ عالمِ کبیر" کائناتِ عالمِ صغیر" تناسخ" " بقائے دوام یا لا فانیت " "خدا ہر چیز میں ہے" " آتم انوار یا کشفِ ذات" "کثرت میں وحدت" " آزادیٔ روح" " عملی ویدانت" (۱) "علم و عمل" "عملی ویدانت" " (۲) "عبادت کس کی اور کیوں کر کرنی چاہیے" " عملی ویدانت" (۳) محدود اور غیر محدود" "عملی ویدانت" " (۴) محدود اور غیر محدود کا تعلق" "ویدانت" (لاہور لکچر)

آخری پانچ لکچر پہلے حصے کے ہیں، جو اس مجموعے میں بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔

(۸) " چہل درویش" "گیان دھیان کی کہانیوں کا مجموعہ" از منشی سورج نرائن مہرؔ دہلوی۔ مطبوعہ۔ ہندوستان الکٹرک پرنٹنگ ورکس دہلی۔ بارِ دوم ۱۹۲۴ء ص ۶۵

سنسکرت میں حکمت و دانش کی متعدد کتابیں تمثیلی انداز میں لکھی گئی ہیں تاکہ اُن کے مطالب آسانی سے ذہن نشین ہو سکیں۔ یہ کتاب بھی جیسا کہ اس کے ذیلی عنوان سے ظاہر ہے، گیان دھیان کی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ مؤلف نے دیباچے میں کتاب کی زبان اور اس کے لکھنے کی غرض کے متعلق حسبِ ذیل تشریح کی ہے :-

" مطالب فلسفہ کے بیان کرنے میں خاص اصطلاحات کا استعمال ایک

www.taemeernews.com

ضروری امر ہے۔ جس سے گریز ممکن نہیں ہے۔ چناں چہ اس کتاب میں بھی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔ ہاں اتنا خیال رکھا ہے کہ جہاں کہیں کوئی سنسکرت لفظ پہلی دفعہ آیا ہے وہیں یا تو اس کا اردو ترجمہ دے دیا ہے، یا تشریح کر دی ہے ناظرین ان الفاظ کو خیال میں رکھیں تو کہیں دقت روبکار نہیں ہوگی۔ زبان کے بارے میں گزارش ہے کہ اس کتاب میں اکثر اردو نویسوں کی طرح جابجا عربی و فارسی الفاظ اور ترکیبوں کی بھرمار نہیں ہے۔ عبارت آرائی اور سخن سنجی سے پرہیز کیا ہے اور سیدھی سادی روزمرہ کی بول چال استعمال کی ہے۔ یہ وہ زبان ہے جو دہلی کے شریف ہندو گھرانوں میں بولی جاتی ہے تصنع اور تکلف کی کتابی اردو نہیں ہے..... اس کتاب سے مطلب صرف یہ ہے کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں ویدانت پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے۔ اسی غرض سے "اپ نشد" "شریمد بھگوت گیتا" "یوگ واسشٹ" "بچار ساگر" "تلسی کرت رامائن وغیرہ سے کہیں کہیں اقتباسات دیے گئے ہیں "یوگ"، اور "سانکھ شاستر" کا خلاصہ مطلب بھی اس میں آتا ہے اور اور کتابوں کا بھی ذکر خیر ہے۔

(۹) "اردو پنچ دشی" از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۷ء ص ۴۹۶

اس کتاب کی خوبیوں کا اندازہ "تمہیدی مضمون" کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوگا۔

"کتاب "پنچ دشی" یعنی پندرہ باب کی کتاب ویدانت میں نہایت مستند اور ہر دلعزیز اور شری بدیارنیہ سوامی کی بہترین کتاب ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کو پیش نظر رکھ کر سوامی نشچل داس جی نے اپنی کتاب "بچار ساگر" مرتب کی ہے۔ جس طرح ہندی میں "ویدانت" پڑھنے والے "بچار ساگر" سے شروع کیا کرتے ہیں، اسی طرح سنسکرت میں زیادہ تر یہ کتاب شروع کی جاتی ہے۔ اس میں خوبی یہ ہے کہ جامع بھی ہے اور آسان اور عام فہم بھی۔ اچاریہ بحث و مباحثہ بھی دیتے ہیں اور سدھانت بھی۔ نہ محض خشک منطقی دلائل پر انحصار رکھتے ہیں نہ صرف "اپ نشدوں" میں "گیتا" وغیرہ کے جملے سنداً پیش کرنے پر۔ کتاب اس طریق پر لکھی ہے کہ ویدانت کے

www.taemeernews.com

تمام وکمال مضامین بھی آگئے ہیں اور وہ پڑھنے میں بھی گراں نہیں گزرتے، ساتھ ہی نہ بہت طوالت ہے نہ بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے ....."

(۱۰) "جیون مکتی" از منشی سورج نرائن مہر دہلوی مطبوعہ سادھو پریس، دہلی، ۱۹۱۵ء ص ۱۸۰

سوامی بدیارنیہ کی اس کتاب میں ویدانت کے علمی سادھنوں کا بیان ہے۔ جناب مہر "تمہیدی مضمون" میں لکھتے ہیں:

"یہ کتاب "جیون مکتی" جواب ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے، چھ سات سو برس سے "ویدانت" کی کتابوں میں نہایت ہر دل عزیز ہے۔ بدیارنیہ سوامی تیرہویں مسیحی صدی میں ہوئے ہیں، گرہستھ ایام میں ان کا نام ساین اچاریہ تھا اور پکارا یا، راجہ بیجا نگر کے وزیر تھے ......"

(۱۱) "ویدانت" کے نام سے اُردو میں ایک اور کتاب ۱۹۲۳ء میں مرکنٹائل پریس لاہور سے شائع ہوئی تھی، جس کے صفحات کی تعداد (۱۶۰) ہے۔ مولف کا نام رام موہن رکھی کیش ہے۔ اس کی زبان عام فہم نہیں ہے۔ عبارت میں بھاشا اور سنسکرت کے الفاظ کی بھرمار ہے۔

یوگ یوگ پر اُردو میں جو کتابیں ہندوؤں نے لکھی یا ترجمہ کی ہیں، ان میں سے مندرجہ ذیل مجھے مل سکیں:۔

(۱) یوگ شاستر: مطبوعہ ودیا ساگر پریس، علی گڑھ ۱۹۰۰ء ص ۱۰۰، سرنامے پر یہ عبارت درج ہے:۔

"مہرشی پتنجلی کے یوگ سوتر کا اردو ترجمہ مع اصل و نوٹ و ضمیمہ اس میں یوگ کے اصول و تراکیب مفصل سمجھائے ہیں اور اس کی مختلف اقسام کا بھی بیان ہے۔ بابو پیارے لال زمیندار بروٹھا نے ہر بھگتوں کے واسطے تیار کرایا۔"

ترجمے اور نوٹ کا نمونہ حسبِ ذیل ہے:

۱۔ یوگ کے اپدیش کو شروع کرتے ہیں۔

۲۔ (سنسکرت عبارت) چت کی برتی ضبط کرنے کا نام یوگ ہے۔

نوٹ:۔ متزلزل خیالات کے ساکن ہو جانے کا نام یوگ ہے، اور متزلزل خیالات کو چت

www.taemeernews.com

کی برتی کہتے ہیں۔

۳۳ (سنسکرت عبارت) چت برتی ضبط ہونے کے بعد ورشٹا آتما پرش اپنے خاص شانت سروپ میں مستقل ہوتا ہے۔

نوٹ:- متزلزل خیالات کے ساکن یعنی چت برتی نرودھ ہو جانے پر، دیہہ کے اندر جو دیکھنے والا اور گواہ ساکشی چیتن آتما کا ہے، اپنے بے عیب سروپ خاص میں مقام ہوتا ہے۔
اس موقع پر اس کی تمثیل "پتنجلی" رشی اور اس کے مطابق بھاش کاروں نے لکھی ہے کہ جیسے بلور پتھر اصلیت میں صاف شفاف سفید درجہ غایت کا ہے مگر اس بلور کے اوپر یا نہایت قریب جب کسی رنگ کا پھول (مثلاً سرخ رنگ کا گودھڑ کا پھول) رکھا ہوتا ہے۔ تو اصلی رنگ سفید بلور کا رنگ، چھپ کر وہ پتھر بھی، سرخ یا زرد وغیرہ جس رنگ کا پھول ہو اسی رنگ کا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب وہ پھول علیحدہ کر لیا جاتا ہے۔ تب وہ بلور بدستور جیسے کا تیسا ظاہر ہو جاتا ہے۔
اسی طرح، درجہ غایت کے شفاف شدہ ست آتما کے قریب، چت کی برتی والے نوع بنوع کے خیالات کے ہونے سے، آتما بھی نوع بنوع کا معلوم ہوتا ہے اور جب چت میں سے خیالات دور ہو گئے، تب آتما اپنے سروپ سے ظاہر ہوتا ہے۔" (ص ۲۰۱)

(۲) "یوگ سار اردو": مطبوعہ میکی پریس، گوجرانوالہ۔ ۱۹۰۹ء ص ۴۰
"جس میں نہایت مختصر طور پر، یوگ ودیا کا دل کش منظر دکھایا گیا ہے۔ مولف و مترجم سوامی راما نند سادھو سنیاسی"۔

"التماس از مولف" کے سلسلے میں لکھتے ہیں:-

"اس میں کلام نہیں کہ اس زمانے میں یوگ ابھیاس کے عامل گرو، بہت مشکل سے دستیاب ہو سکتے ہیں اور یہ ودیا بغیر گرو سدھ ہونی مشکل ہے..... یہ ودیا نہایت ہی کٹھن اور درلبھ ہے۔ بہت سے مہاتماؤں نے اس پر گرنتھ بھی تصنیف کیے ہیں۔ مگر چونکہ وہ سب کے سب دیوناگری میں ہیں۔ اردو خواں اصحاب ان کو نہیں سمجھ سکتے اور بے بہرہ ہی رہتے ہیں۔ اس تکلیف کو محسوس کر کے محض اردو خواں اصحاب کے لیے میں نے اس پستک کو تیار کیا ہے۔ اس میں "اشٹانگ" یوگ

www.taemeernews.com

کے جو آٹھ انگ "یم"، نیم "آسن" "پرانا یام" "پرتیا ہار" "دھارنا" "دھیان" "سمادھی" ہیں، ان پر بھی دیا کھیا کی گئی ہے ......"

(۴) " اشٹانگ یوگ"۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۵ء ص ۲۶۴

" باب اوّل۔ دوسری فصل؛ اشٹانگ "یوگ کیا ہے؟

" یوگ کے معنی ہیں تمام برتیوں کا پھیلاؤ سمٹ کر نرودھ کی حالت کا بہم پہنچنا اسی کو سمادھی کی حالت کہتے ہیں۔ سمادھی یوگ کی معراج ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ سادھن ہے۔ اسی سادھن کی حالت سے سات درجے بھگوان پتنجلی قائم کرتے ہیں۔ آٹھویں حالت سمادھی ہے اس طرح گویا یوگ کے آٹھ انگ یا حصے ہوئے۔ انھیں کو "اشٹانگ"۔ یوگ یعنی آٹھ حصے والا یوگ کہتے ہیں۔ بہتر ہے کہ مجمل طور پر ان آٹھوں انگوں کی تعریفیں بیان کر دی جائیں۔ ہر ایک کا مفصل بیان آگے دیا جائے گا۔ آٹھوں انگ مندرجہ ذیل ہیں۔

"یم"، "نیم" "آسن"، "پرانا یام"، "پرتیا ہار" دھارنا" دھیان"، سمادھی"،

(۱) "یم" کے معنی ہیں، روکنا یعنی خاص باتیں من کو نہ کرنے دینا۔ بھگوان پتنجلی ان کی تعداد پانچ بتاتے ہیں۔

(۲) "نیم" کے معنی ہیں، عہد کر کے کرنا، یعنی خاص باتیں عہد کر کے روزمرہ کرتے رہنا۔ ان کی تعداد بھی پانچ ہی مقرر کی گئی ہے۔

(۳) "آسن" کے معنی ہیں، طرز نشست، یوگی کو چوں کہ ابھیاس کے واسطے بیٹھنا پڑتا ہے اس واسطے ایسے طرز نشست کی خاص ضرورت ہے کہ وہ آرام سے بیٹھ کر ابھیاس کر سکے اسے آسن کہتے ہیں۔

(۴) "پرانا یام" کے معنی ہیں، پرانوں کا روکنا یہ آتے جاتے سانس کے روکنے سے شروع کیا جاتا ہے۔ اور اس کی انتہا یہ ہے کہ جو سوکشم یا لطیف قوتیں جسم خاکی کو حرکت دے رہی ہیں، ان پر قابو حاصل ہو جائے۔

(۵) "پرتیا ہار" کے معنی بدلنا ہیں، یعنی اندریوں کو من کی صورت میں اس طرح بدل ڈالنا کہ کھلا ہوا کان آواز نہ سن سکے، کھلی ہوئی آنکھ، رنگ و صورت نہ دیکھ سکے۔ غرض اندریاں بشیوں سے متاثر نہ ہونے پائیں۔

www.taemeernews.com

(۶) "دھارنا" کے معنی ہیں من کو ایک نقطے پر اس طرح قائم کر لینا کو وہاں سے ہلنے جلنے نہ پائے بلکہ وہیں اٹکا رہے۔

(۷) "دھیان" کے معنی ہیں، دھارنا کی دھار برابر ایک رس جاری رہنی، پس دھارنا کو اگر نقطہ فرض کیا جائے تو یوں سمجھو کہ دھیان خط کی مانند ہے۔

(۸) "سمادھی" کے معنی ہیں، نرودھ کی حالت کا بہم پہنچنا، یعنی برتیوں کا تمام پھیلاؤ سمٹ جانا اور سروپ میں قیام کا نصیب ہونا" (ص ۱۷، ۱۸)

(۴) "یوگ درشن" مع شرح از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی، ۱۹۱۲ء ص ۱۴۴

دیباچے میں یوگ کے فائدے اور اس کتاب کی خوبیاں ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"فقیر مہر کی نظر میں، یوگ نہایت ہی پیارا اور بکار آمد فلسفہ ہے۔ اس میں اخلاقی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے کی ہے۔ اس میں اضطرابِ قلب کو دور کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اس میں شانتی اور اطمینان و تسکین کی راہیں دکھائی گئی ہیں اس میں سمادھی کی حالت بہم پہنچانے کے وسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بھگوان پتنجلی "سانکھیہ شاستر" کے ماننے والے ہیں، لیکن یہ پیارا شاستر صرف سانکھیوں کے لیے ہی نہیں ہے، بلکہ کرم کی راہ پر چلنے والوں بھگتوں اور گیانیوں کے واسطے بھی یکساں مفید ہے۔ اس واسطے سب کو پڑھنا چاہیے ......"

(۵) "راج یوگ" از منشی سورج نراین مہر دہلوی مطبوعہ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۶ء (ص ۲۰۰)

دیباچے میں جناب مہر لکھتے ہیں:-

"یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے ایک میں یوگ کی تعلیم پر لکچر ہیں، جو سوامی (وویکانند) نے نیویارک میں جگیا سوؤں کی ایک جماعت کے سامنے دیے تھے یہ نہایت ہی دلچسپ، مفید، اور یوگ کے مضمون پر صاف روشنی ڈالنے والے لکچر ہیں۔ جو شخص انھیں پڑھے گا وہ آئینہ کی طرح صاف صاف سمجھے گا کہ بھگوان پتنجلی کی تعلیم کیسی پرمغز، حکیمانہ، عملی اور مفیدِ مطلب ہے۔ جتنا سمجھے گا فلسفہ یوگ

www.taemeernews.com

کی حقیقت کھلے گی اور مضمون میں دلچسپی بڑھے گی، دوسرے حصے میں بھگوان پتنجلی کے یوگ سوتر ہیں۔ ان کی نسبت سوامی لکھتے ہیں کہ ترجمہ آزادانہ دیا گیا ہے اور شرح سرسری کر دی گئی ہے۔ حقیقت میں سوامی نے یوگ سوتروں کا جو ترجمہ دیا ہے۔ وہ بعض مقامات پر بہت ہی آزادانہ ہے اور پرانے سنسکرت شارحوں کے معنی سے نہیں ملتا ....."

(۶) "گیان یوگ" برہم گیان پر سوامی وویکانند کے لکچروں کا ترجمہ: از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۲ء ص ۳۲۰

مترجم نے ان لکچروں کا تعارف اس طرح کرایا ہے :-

"۱۸۹۳ء میں شہر شکاگو، واقع امریکہ میں مذاہب کی ایک بڑی بھاری پارلیمنٹ یا مجلس منعقد ہوئی تھی، جس میں دنیا کے ہر مذہب کے وکلاء ہر ملک سے شریک ہوئے تھے۔ مہاراجہ کھیتری نے جن کی ریاست صوبہ مدراس میں واقع ہے سوامی وویکانند کو ہندو دھرم کی توضیح کے واسطے ہندوستان سے امریکہ بھیجا ..... جب پارلیمنٹ کے جلسے ختم ہو گئے تو امریکہ کے مختلف شہروں اور مختلف جماعتوں نے، سوامی کو بلاوے دیے کہ آیئے، اور برہم گیان پر لکچر دیجئے۔ چناں چہ بعض شہروں میں پبلک لکچر ہوئے۔ بعض جگہ ویدانت کی انجمنیں منعقد ہوئیں۔ بعض مقاموں میں جماعتیں کھولی گئیں۔ سوامی سب جگہ جاتے اور لکچر دیتے۔ امریکہ میں جب پرچار کا رنگ جم گیا تو سوامی نے انگلستان کا رخ کیا اور یہاں آکر پبلک لکچروں اور پرائیویٹ جماعتوں کے ذریعہ سے ویدانت کا پرچار کرنے لگے۔"

اس کتاب میں سولہ (۱۶) لکچر ہیں۔

(۷) "الکھ امواج" "سری یوگ باسشٹ کا عطر" مولفہ کنہیا لال الکھ دھاری۔ مطبوعہ گیان پریس گوجرانوالہ۔ نسخہ قدیم، سنہ طباعت درج نہیں۔ بڑی تقطیع ص ۸۶

"یوگ بسشٹ" میں وہ نصیحتیں ہیں جو راجہ دسرتھ کے وزیر اور پروہت بسشٹ جی نے بہ حیثیت اتالیق رام چندر جی کو دی تھیں۔ اس میں حکایتوں کے ذریعے سے راج نیت اور ویدانت کے مضامین سمجھائے ہیں "الکھ امواج" اس کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ خلاصہ ہے۔ مجھے پنجاب پبلک لائبریری لاہور

www.taemeernews.com

میں "الکھ امواج" کے مختلف حصے ۔ رسالہ ذخیرہ رفاہ عام ؒ کے ایک نمبر میں بھی ملے، تعجب ہے کہ اس رسالے پر نہ سنہ درج ہے، نہ مطبعے کا نام ۔ ذیل کا اقتباس کتاب کے حصۂ چہارم سے لیا گیا ہے جو رسالہ مذکور میں شائع ہوا تھا:۔

" معرفت کی دولت دو طرح سے ہاتھ میں آتی ہے، ایک راہ مشہور ہے یعنی ارشادِ مرشد اور بیدوں اور شاستروں کی تعلیم اور عمل نیک اور صحبتِ صالحین سے، دوسری محض عنایتِ الٰہی ہے کہ بغیر سعی و تلاش کے کسی کو نصیب ہووے، مثل اس میوہ کے کہ از خود اوپر سے درخت کے گر پڑے ۔ دوسری طرح سے جو بعضوں کو یہ دولت ہاتھ آتی ہے وہ اس حکایت کے مانند ہے ۔

(حکایت) راجہ جنک، موسم بہار میں باغ کی سیر کو گیا تھا ۔ باغ کے ایک چمن میں سات صاحبِ کمال باخود بات کرتے تھے ۔ راجہ نے پوشیدہ ان کی باتیں سنیں ۔ ایک نے کہا کہ میں جس لذت کا طالب ہوں، بہ مقابلہ اس کے لذت اس کی کہ معشوق جمیل و نوجوان و لطیف مزاج سے ایک مدت ہم آغوش رہے اور ہفت اقلیم پر فرماں روائی کرتا رہے اور تندرستی اور خوب صورتی اور دولت مندی، ذرہ ہے ۔ دوسرے نے کہا کہ جو برہما اور بشن اور دورے اعلیٰ ہے ۔ اور جس سے تمام موسوم اور موہوم بنے ہیں اُس کا طالب ہوں . . . . . (ص ۸ ۔ ۹)

مؤلف : حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ راجہ جنک اس باغیچے میں، واسطے تلاش گیان کے نہیں گیا تھا ۔ اور جستجو واسطے تحصیلِ علم کے نہیں کرتا تھا ۔ عنایت ربی سے کاملین کی باتیں اس کے کان میں پڑیں اور اس کے ذہن نے خود بخود اس کی حقیقت سمجھ لی ۔ پس علم لدنی اسی طرح سے ثابت ہوتا ہے اور وہ سبب یہی ہے جس کا ذہن رسا ہوتا ہے اور جو قوت ادراک کی قوی رکھتا ہے ۔ وہ بات میں سے بات اور خاک میں سے لعل نکال لیتا ہے ۔ اور جو غبی اور کند ذہن ہوتا ہے اس کو بید اور شاستروں کے پڑھنے اور برہمنوں کے چرن دھو دھو کر پینے اور تمام عمر پوتھیوں کے پاٹھ کرنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا . . . " (ص ۱۲)

www.taemeernews.com

بھگتی

اس باب کے شروع میں بیان ہو چکا ہے کہ ہندو اپنے مذہب کو نجات کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے یہاں نجات حاصل کرنے کے تین خاص طریقے ہیں، ایک کرم، دوسرا دھیان، تیسرا بھگتی۔ بھگتی کے متعلق ڈاکٹر تارا چند اپنی تحقیقی کتاب "ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر" (انگریزی) میں لکھتے ہیں :-

> نجات کا تیسرا راستہ عقیدت اور بھگتی کا راستہ ہے، بھگتی کی تعریف مختلف طریقوں پر کی گئی ہے۔ مثلاً کسی شخصی دیوتا کی پوجا محبت کے جذبے کے ساتھ کرنی، یا ایک شخصی خدا سے شخصی عقیدت رکھنی، اس سے ایسی محبت کرنی جیسی کسی انسان سے کی جاتی ہے، اُس کی خدمت کے لیے ہر شے کو وقف کر دینا اور اس ذریعے سے موکش حاصل کرنا نہ کہ علم یا قربانی یا اعمال کے ذریعے سے۔
>
> بھگتی مذہب کا جذباتی پہلو ہے۔ اس کی جڑیں انسانی شعور کے جذباتی پہلو میں راسخ ہوتی ہیں، جیسے: علم کی اس کے ذہنی، اور عمل کی اس کے ارادی پہلو میں نفسیاتی طور پر یہ ناممکن ہے کہ ان تینوں پہلوؤں میں سے کوئی ایک کسی مذہبی نظام سے بالکل مفقود ہو۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ کوئی ایک پہلو، بہ نسبت دوسرے کے زیادہ نمایاں ہو اور تاریخ کے کسی دور میں دوسرے پہلوؤں پر غالب ہو جائے۔ چناں چہ بھگتی کا چشمہ جو ویدک عہد میں ایک تپلی سی دھار کی صورت میں جاری ہوا، وہ امتداد زمانہ کے ساتھ پورے ملک پر ایک سیلاب کی طرح چھا گیا۔
>
> پر جوش عقیدت کا قدیم ترین صحیفہ "بھگوت گیتا" ہے۔ کرشن کی تعلیم یہ ہے کہ صرف اس کے (یعنی خدا کے) ساتھ غیر متزلزل عقیدت رکھنے سے انسان اس تک پہنچ سکتا ہے۔ خدا ان تمام چیزوں کو قبول فرماتا ہے جو عقیدت کے ساتھ اس کے سامنے پیش کی جائیں، خواہ ایک پتی، ایک، پھول، ایک پھل ہو، خواہ صرف پانی۔ عقیدت کا مقصد یہ ہے کہ تمام اعمال اس کے لیے وقف کر دیے جائیں۔ کیوں کہ سچے طالب اور پرستار اپنی ہستی خدا کی ذات میں رکھتے ہیں۔ خدا اپنا بے پایاں فضل و کرم اپنے پرستاروں پر نازل فرماتا ہے۔ گنہگار پرستاروں سے بھی وعدہ ہے کہ ان کا شمار

www.taemeernews.com

نیکوں میں کیا جائے گا بشرطیکہ وہ یکسوئی کے ساتھ عبادت کریں، نیز یہ وعدہ بھی ہے کہ وہ کبھی نیست ونابود نہ کیے جائیں گے۔ خدا کی نظر میں تمام پرستار برابر ہیں، خواہ وہ گناہ میں پیدا ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اور خواہ وہ کسی ذات یا فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، عقیدت ہی کے ذریعے سے خدا کو دیکھا اور معلوم کیا جا سکتا ہے اور اس سے واصل ہوا جا سکتا ہے۔ سچا عقیدت مند خدا کا محبوب ہوتا ہے، بیحد محبوب، کیونکہ خدا ہی باپ، شوہر، ماں اور دوست ہے۔

یہی تمام اجزا مذہبِ عقیدت کے ہیں یعنی ایک شخصی خدا کا وجود، اس کا فضل وکرم، عقیدت مند کا اپنے تئیں خدا کی پرستش اور محبت کے لیے وقف کر دینا' ذات اور فرقے کی تفریق کے بغیر، سب کے لیے رہائی کا وعدہ، اور متصوفانہ وصل یہ[1]

بھگتی پر ہندوؤں کی لکھی ہوئی صرف مندرجہ ذیل کتابیں مجھے مل سکیں۔

(۱) بھگتی۔ (وویک مالا۔ پہلا موتی) مصنفہ سوامی وویکانند۔ مترجمہ شانتی نارائن مطبوعہ پنجاب پریس، لاہور۔ ص ۱۶۰

سوامی وویکانند نے بھگتی کے سلسلے میں جو کتابیں لکھی ہیں، یہ اس کی پہلی کڑی ہے۔ شروع میں بھگتی کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

بھگتی کے لکشن

"اپنے دل سے ہر طرح کی نمائش، چھل کپٹ، اور مکر وریا کو دور کر کے سچے دل سے پریم بھاؤ پرماتما کی تلاش اور جستجو میں لگ جانے کو، اصطلاحی طور پر بھگتی کہتے ہیں۔ اس کی ابتدا پربھو پرماتما کے چرن کمل میں، ملکی یعنی نہایت ہی مختصر اور

---

[1] "ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر" انگریزی ص ۲۲ - ۲۵

www.taemeernews.com

قلیل المیعاد رغبت اور محبت سے ہوتی ہے جو رفتہ رفتہ نشوونما پاتی ہوئی اور ترقی کرتی ہوئی، آخر میں لامحدود اور بے پایاں محویت اور محبت کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ ایشور کے پریم میں یہ محویت و از خود رفتگی ہی آخر میں دائمی نجات کا باعث، ذریعہ اور وسیلہ ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ دیورشی ناروجی نے بھی اپنے بھگتی سوتر میں فرمایا ہے۔

(سنسکرت شلوک) بھگوان کے چرنوں میں، بےحد پریم اور پریت کا نام ہی بھگتی ہے" (پہلا انوواک، دوسرا سوتر)

پربھو بھگتی کی، اس لامحدود گراں بہا دولت کو پاکر ہی انسان دنیا بھر کے جانداروں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اپنے گھر بار کو چھوڑ کر، اس وسیع دنیا کو ہی اپنا گھر سمجھنے لگتا ہے اور اس انمول رتن کو حاصل کر کے اطمینان دل اور سکون قلب کی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ بھگوان نارو فرماتے ہیں۔ (سنسکرت عبارت) یعنی جس انسان کو پربھو پریم کی یہ بے مثال دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ پھر دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں رہ جاتی جسے حاصل کرنے کی خواہش، کبھی اس کے دل میں پیدا ہو سکے۔

" اور سب چیزیں تو زیادہ سے زیادہ پرماتما کو حاصل کرانے ہی کا ذریعہ ہو سکتی ہیں۔ مگر بھگتی، ایک ایسی لازوال نعمت ہے جو خود ہی مطلوب بھی ہے اور مطلوب کے حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔ اسی لیے اس دولتِ عظمٰی کے حاصل ہونے پر جب طالب اپنے مطلوب کو پالیتا ہے، تب اسے اور کوئی خواہش باقی نہیں رہ جاتی ....." (ص ۹، ۱۰)

(۲) بھگتی رہسیہ (وویک مالا۔ دوسرا موتی) مصنفہ سوامی وویکانند مترجمہ شانتی نارائن مطبوعہ ہندوستان پریس، لاہور، ۱۹۲۴ء ص ۲۱۲

یہ بھگتی کے سلسلے کی دوسری کتاب ہے۔ مترجم نے اس کا تعارف، سطورِ ذیل میں کرایا ہے۔

www.taemeernews.com

" نارائن وویک مالا کا دوسرا موتی " بھگتی رہسیہ کے روپ میں آپ کی نذر ہے۔
یہ پستک درحقیقت پہلی پستک " بھگتی " کی تشریح و توضیح ہے۔ پہلی پستک میں شریمان سوامی وویکانندجی نے اپنے ہندوستانی بھگتوں اور پریمیوں کو بھگتی مارگ کی اہمیت سمجھائی تھی، دوسری میں آپ نے اپنے امریکن شردھالوؤں کو بھگتی امرت پلانے کی غرض سے، بھگتی مارگ کی زیادہ وضاحت کے ساتھ تشریح و توضیح کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی باتیں جو " بھگتی " میں اشارۃً اور مختصراً بیان کی گئی ہیں وہ " بھگتی رہسیہ " میں زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ پیش ہوئی ہیں....
" بھگتی رہسیہ " چونکہ سوامی جی مہاراج کے ان لکچروں کا ایک نادر مجموعہ ہے جو آپ نے امریکہ میں وہاں کے باشندوں کے سامنے دیے تھے۔ اس لیے آپ نے ان لکچروں میں جگہ جگہ یسوع بھگتی کا ذکر کیا ہے اور یسوع کی روحانی زندگی کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی تعلیم کی عظمت اور پاکیزگی کو تسلیم کیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی ظاہر کیا کہ عیسائی مت کے موجودہ مبلغ بھگوان مسیح کی عملی پیروی نہ کرکے، صرف ان کی زندگی کے ایک پہلو کا ہی پرچار کرتے ہیں، اس لیے ان کی مکمل تعلیم سے دور جا پڑے ہیں "

(۳) بھگتی اور ویدانت (نارائن وویک مالا۔ موتی ۳) مصنفہ سوامی وویکانند۔ مترجمہ، شانتی نارائن۔ مطبوعہ مفیدِ عام پریس، لاہور۔ ص ۲۰۰
یہ اس سلسلے کی تیسری کتاب ہے۔ اس کا ذکر ویدانت کی کتابوں کے ذیل میں آچکا ہے۔

(۴) " نیا بھگت مال، جلد اول، " جس میں نئے اور پرانے بھگتوں کے دلچسپ حالات اور مفید ارشادات بھی کہیں کہیں شامل کیے گئے ہیں " از شیو برت لال مطبوعہ ہندوستانی پریس، لکھنو۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ ص ۶۱۰۔
یہ کتاب رسالہ " سنت سماگم " کی جلد ۲ شمارہ ۲۱ ـ ۲۴ پر مشتمل ہے، اس رسالے کے ایڈیٹر بابو شیو برت لال تھے۔ انھوں نے متعدد صوفیانہ اور اخلاقی کتابیں لکھی ہیں " نیا بھگت مال " بھی اسی سلسلے کی کتاب ہے۔ اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں :۔

" بھگت مال " کے مصنف نابھاجی ہیں جو وشنو تھے اور نہایت بلند خیال اور روشن ضمیر بزرگ تھے۔ یہ کتاب جس قدر مقبولِ عام ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔

www.taemeernews.com

اکثر معتقد اسے دینی اور دنیاوی مراد حاصل کرنے کی نیت سے مطالعہ کرتے ہیں۔ بعضوں کو تو اس پر اس قدر وشواس ہے، کہ ان کے عقیدے میں مردہ لاش کے سینے پر بھگت مال • کی پوتھی رکھ دینے سے ازسرِ نو زندگی آگئی ہے۔ ہندو، اس کتاب کو ہر پہلو سے متبرک پاک اور قابلِ تعظیم سمجھتے ہیں اور اس میں تو شک ہی نہیں ہے کہ صاف باطن عام طبیعت کے آدمی کو اس کے پڑھنے سننے، سوچنے وچارنے سے بھگتی کی دولت مل جاتی ہے۔

نابھاجی کی اصل کتاب ہندی نظم میں ہے، جس کی زبان مشکل اور غیر فہم ہے۔ پریاداس جی نے اس کی شرح ہندی نظم میں لکھی ہے۔ وہ بھی آج کل کے آدمیوں کے لیے آسان نہیں ہے۔ مسلمانوں کے عہد میں لالہ لال جی داس جی کایستھ نے سوامی پریا داس جی کے پوتے کی مدد سے، اس کا عام فہم ترجمہ کیا اور بھی ایک آدھ صاحبوں نے اس پر طبع آزمائی کی لیکن ان کی کتابوں کی کافی اشاعت نظر نہیں آتی ممکن ہے وہ اب بھی کسی کسی کتب خانوں میں ہوں لیکن عام طور پر دستیاب نہیں ہو تیں۔ سمت ۱۸۸۱ بکرمی میں لالہ گمانی لال صاحب کایستھ، ساکن رہتک نے فارسی زبان میں اس کا عالمانہ ترجمہ کیا، جو برسوں مقبولِ عام اور ہر دل عزیز تھا لیکن غیر ملکی زبان ہونے کی وجہ سے اس کی بھی اشاعت جاتی رہی، اس کے بعد سمت ۱۹۱۶ بکرمی میں لالہ تلسی رام صاحب اگروال نے، اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا جو بہت مقبولِ عام ہوا، مترجم نے نہایت عرق ریزی اور محنت سے کام لیا ہے۔ یہ ترجمہ بار بار چھپا اور اب بھی بہ کثرت ملتا ہے، ان کے بعد ہندی نظم میں مہاراجہ رگھوراج سنگھ صاحب بہادر والی راج "ریواں" نے بھی ترجمہ کیا جو بہت ضخیم ہے۔ اور بمبئی کے چھاپے خانے میں ملتا ہے۔ ممکن ہے اور لوگوں نے بھی اس کے ترجمے کی جانب توجہ کی ہو لیکن میری واقفیت محدود ہے۔ پروفیسر ولسن صاحب مرحوم (انگریز) نے اپنی مشہور کتاب "ہندو ازم" کی تصنیف میں اس سے بہت مدد لی ہے۔ ان سب تراجم سے صاف ظاہر ہے کہ "بھگت مال" بڑے پائے کی کتاب ہے۔

www.taemeernews.com

اس کتاب کے پہلے باب کا ایک اقتباس حسبِ ذیل ہے :-

"بھگتی تین قسم کی ہے۔ کرم بھگتی، اُپاسنا بھگتی اور گیان بھگتی۔ تینوں میں سے اگر کوئی باقاعدہ بن آوے تو نتیجہ یکساں ہوتا ہے۔ سبب ظاہر ہے۔ "بھگتی" سنسکرت لفظ "بھج" سے نکلا ہے، جس کا اصلی اور لغوی مطلب "سیوا" یا "خدمت" ہے اور خدمت کا تعلق دل سے ہے، چاہے کرم ہو یا اُپاسنا ہو، چاہے گیان ہو، تینوں ہی دل سے کیے جاتے ہیں، دل کا شامل ہونا ہر حالت میں لازم ہے۔ بغیر اس کی شمولیت کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ بھگتی اس طرح تین ہی قسم کی ہے۔ ہاں اس کی شاخیں (نشٹھائیں) متعدد ہیں جن میں سے کسی ایک کی وضاحت بتدریج آئندہ ہوتی چلے گی۔

"کرم بھگتی" میں دل کے ساتھ جسم، جسمانی اعضا اور جسمانی کاروبار شامل رہتے ہیں۔ "اُپاسنا بھگتی" میں دل، دلی جذبات اور دلی کاروبار کا شمول ہے۔ گیان بھگتی میں دل کے ساتھ عقل، عقلی جذبات، تخیلات، انبھو اور عقلی سوچ وچار اور غور و فکر کا میل رہتا ہے۔ یہ ان کے درمیان ظاہری فرق ہے ......" (ص ۱۱)

(۱۵) "بھگت مال" مترجمہ، منشی تلسی رام۔ مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۸۸۰ء بڑی تقطیع ص ۴۵۶

"نابھاجی" کی یہ وہی مشہور کتاب ہے جس کی تعریف بابو شیو برت لال نے "نیا بھگت مال" کے دیباچے میں کی ہے۔ بھگتی کی تلقین کے لیے جو حکایتیں اس میں درج ہیں ان میں سے ایک ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اس سے ترجمے کی خوبی کا بھی اندازہ ہوگا۔ یہی ترجمہ ہے جس کی نسبت بابو شیو برت لال نے لکھا ہے کہ بہت مقبول ہوا۔

کتھا ہنس پرسنگ

"ایک راجا کو مرضِ جذام تھا۔ بہت علاج کیا آرام نہ ہوا۔ طبیب نے کہا کہ ہنس جانوروں کے گوشت سے شفا ممکن ہے۔ راجا نے صیاد بلائے واسطے

www.taemeernews.com

لانے ہنسوں کے تاکید کی صیادوں نے عرض کیا کہ ہنس مان سرو ور پر رہتے ہیں اور غیر جنس کو دیکھ کر اڑ جاتے ہیں، ہم کس طرح لاویں۔ راجا نے حکم دیا اگر نہ لاؤ گے سزا ہوگی۔ لاچار چلے اور باہم گر مشورہ کیا کہ ہنس بھگوت بھگتوں سے خوف نہیں کرتے۔ سو سادھو روپ بنا کر گئے۔ اگرچہ ہنسوں نے فریب صیادوں کا جان لیا لیکن بھیکھ کو نہ ماننا بھاگوت دھرم سے بعید جان کر دانستہ گرفتار ہو گئے، صیاد پکڑ کر راجا کے پاس لائے۔ ہنوز بندیں تھے کہ بھگت بتل مہاراج، جو ہر وقت واسطے سہائے اپنے بھگتوں کے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں، بہ لباس طبیب اس شہر میں موجود ہوئے۔ اولاً وہاں کے بازار میں بازارِ طبابت کا گرم کیا اور پھر راجا کے پاس پہنچے۔ راجہ نے حال اپنی بیماری اور گرفتار کرا کر منگانے ہنسوں کا بیان کیا۔ خود بدولت نے تشفی فرما کر کہا کہ تم کو بہت جلد شفا ہو جاوے گی، ان جانوروں کے گرفتار رکھنے کی کچھ ضرورت نہیں چھوڑ دو۔ راجا کو بہ سبب بہت تلاش سے منگانے کے تامل ہوا تو کچھ دوا منگا کر راجا کے بدن پر ملوائی کہ شفا کامل ہوگئی۔ راجہ کمال خوش ہوا اور ہنسوں کو اسی وقت چھوڑ دیا۔ طبیب کی خدمت میں عرض کیا کہ مال و منال راج وغیرہ سب آپ کا ہے، جو کچھ مطلوب ہووے ارشاد ہو کہ پیش کروں۔ طبیب نے فرمایا کہ فی الحقیقت سب ہمارا ہے۔ اب تم بھگوت بھگتی اور سادھو سیوا اختیار کر کے (آدمی جسم کہ کمال مشکل سے نصیب ہوتا ہے) سپھل کرو۔ راجا نے قبول کیا اور چوں کہ بھگوت بھگتوں سے اور بھگوت کے درشنوں سے دل کی صفائی ہو گئی تھی ایسا بھگت ہوا کہ تمام راج میں بھگوت بھگتی کا رواج ہو گیا۔ یہ ہنس پرسنگ لائق سمجھنے کے ہے کہ جانوران کو تو یہ بھگتی ہو اور آدمی کہ صاحب تمیز اور عقل ور ہوتا ہے، وہ یکھ ہووے تو وہ آدمی ہے یا جانوروں سے بدتر اور جہنمی ہوگا یا نہیں۔" (ص ۴۸-۱۴۷)

بھگوت گیتا بھگتی کا قدیم ترین صحیفہ، جیسا کہ ڈاکٹر تارا چند نے لکھا ہے بھگوت گیتا ہے۔ ہندوؤں کے مذہبی ادب میں یہ کتاب، اپنی اعلیٰ تعلیمات

www.taemeernews.com

اور مقبولیت کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ دنیا کی تمام مہذب زبانوں میں اس کے ترجمے ہوچکے ہیں۔ اُردو میں بھی اس کے ترجمے نثر و نظم میں بکثرت کئے گئے ہیں، جن میں سے بعض مسلمانوں کے قلم سے بھی ہیں۔ مثلاً خواجہ دل محمدؒ کا ترجمہ جو دل کی گیتا کے عنوان سے ہے اور ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کا ترجمہ یہ دونوں منظوم ہیں۔ بھگوت گیتا کی تعلیمات کی اشاعت کے لیے ہندوؤں نے اُردو زبان کو جس حد تک ذریعہ بنایا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل ترجموں اور شرحوں سے ہو سکتا ہے۔ یہ صرف وہ ترجمے ہیں جو مجھے دستیاب ہوسکے۔ ان کے علاوہ اور بھی ہوں گے جن کی تلاش کا مجھے موقع نہ ملا۔ جہاں تک میری واقفیت ہے۔ ہندو مذہب کی کسی دوسری کتاب کا ترجمہ، اُردو میں اس کثرت سے نہیں ہوا ہے، یہاں تک کہ رامائن کا بھی نہیں۔

(۱) بھگوت گیتا، کا سب سے قدیم اُردو ترجمہ، جو مجھے ملا وہ منشی کنہیالال عرف الکھ دھاری کا ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے ویدوں سے متعلق بھی اُردو میں سب سے پہلی کتاب (جہاں تک مجھے علم ہے) 'الکھ پرکاش'، کے نام سے لکھی تھی جس میں چاروں ویدوں کا خلاصہ پیش کیا تھا۔ بھگوت گیتا کا ترجمہ، انھوں نے "گیان پرکاش" کے عنوان سے مرتب کیا جو پہلی بار ۱۸۶۳ء میں، دو سو صفحات پر گیان پریس، اکبرآباد میں چھپا تھا۔ اس میں گیتا کی چوتھی ادھیا کے چند اشلوکوں کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

سری کرشن کہتے ہیں:-

"اے ارجن، کرم جوگ یعنی تہذیبِ اخلاق عمدہ چیز ہے اور یہی لازوال ہے۔ میں نے سب سے پہلے یہ علم آفتاب کو سکھایا تھا اور آفتاب نے 'بیوست مَن' کو اور اس نے اچھواک کو، اس علم کے جاننے سے راجے فضیلت پاتے ہیں، کیونکہ درویش صفت ہوجاتے ہیں لیکن انقلاب سے زمانے کے، یہ علم معدوم ہوگیا ہے۔ یہ 'جوگ' قدیم اور نہایت شریف ہے، تجھے اپنا عزیز سمجھ کے بتاتا ہوں۔ ارجن نے کہا: اے کرشن، تم اب پیدا ہوئے ہو اور آفتاب مدتِ مدید سے ہے پس میں کیوں کر باور کروں کہ تم نے یہ علم آفتاب کو سکھایا۔" کرشن نے جواب دیا:- اے ارجن' میں اور تو قدیم ہیں، لیکن اس کی حقیقت تو نہیں جانتا ہے، میں جانتا ہوں میں

www.taemeernews.com

وہ ہوں، جس کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ کوئی بیٹا اور صاحب تمام عالم کا ہے۔ مگر طبیعت سے تناسخ میں پھنسا ہوں۔ جب اخلاقِ حمیدہ گم ہو جاتے ہیں اور شر و فساد زیادہ ہو جاتا ہے، تو اعتدال دینے کو ایک صورت پیدا ہوتی ہے۔ میں وہ صورت ہوں۔ واسطے مدد دینے نیکوں کے اور استیصال بدوں کے اور قائم کرنے بنیادِ عقل کے اور اُکھاڑنے دیوارِ ظلم کے، میں پیدا ہوا ہوں تاکہ آئندہ کوئی اپنی حد سے باہر پاؤں نہ دھرے اور افراط و تفریط نہ ہونے پاوے۔" (ص ۵۶۔ ۵۸)

(۲) "بھگوت گیتا" مع اُردو ترجمہ، مترجمہ منشی شیام سندر لال۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۸۸۴ء ص ۲۱۴۔ اس کتاب میں ترجمے کے ساتھ متن اور اس کی شرح بھی ہے۔ جس کا نمونہ یہ ہے:۔

(سنسکرت عبارت)۔۔۔۔۔

(۱) ارجن نے کہا، اے کرشن مہاراج آپ کرم کا تیاگ، یعنی ترک فرماتے ہیں اور پھر جوگ" یعنی اختیار کرنا بھی لازمی کہتے ہیں، پس ان دونوں میں سے ایک، جو درحقیقت بہتر ہو وہ مجھ سے فرمائیے۔

(۲) شری بھگوان نے فرمایا کہ کرم کا ترک اور اختیار، دونوں نجات دینے والے ہیں لیکن کرم کے ترک سے کرم کا اختیار اعلیٰ ہے۔

ٹیکا۔۔۔۔۔ لیکن دونوں میں کرم نہ کرنے سے کرم کا کرنا بہتر ہے کیوں کہ کرم کا نہ کرنا "آتم گیانی" یعنی عارف کو لازم ہے۔ اور اگیانی کے واسطے جس کو دیہہ اور آتما میں تمیز نہیں ہے، یعنی جسم ہی کو آتما مانتا ہے، کرم کا کرنا ہی بہتر ضرور ہے اور تم دیہہ یعنی جسم کو آتما یعنی نفس ناطقہ، مانتے ہو اور بھائیوں کے مرنے کا غم کرتے ہو، لہٰذا اگیانی ہو۔ پس، تم کو کرم جوگ یعنی کرم کرنا ہی بہتر ہے۔ جب کرم کرتے کرتے بعد صفائی باطن کے، تم کو گیان ہوگا تب تم کرم کے ترک کر دینے کے لائق ہو گے۔ یہ دونوں امر موافق درجے اور لیاقت کے بیان کیے گئے۔" (ص ۶۹۔ ۱۲۸)

www.taemeernews.com

(۳) "سری بھگوت گیتا" مطبوعہ مرکنٹائل پریس، لاہور، سمت ۱۹۷۰ بکرمی ص ۲۱۴
چھٹی ادھیا کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے۔ اس میں 'یوگ' اور 'سنیاس' کے معنی سمجھائے ہیں :۔

"شری کرشن جی بولے کہ اے ارجن جو ملش کرم یوگ، سادھ کر مجھ سے ملنا چاہے اور پھل کچھ نہ مانگے تو اسی کو سنیاسی جان۔ میرے ساتھ جڑنے سے تو اس کو یوگی مان۔ پھل کی خواہش نہ کرنے سے سنیاسی ہو جاتا ہے۔ جٹا بڑھانے، بھسم رمانے اور دھونی جلا کر بیٹھنے سے سنیاسی نہیں بن سکتا۔ اے پانڈو، یوگی جن سنیاسی اسی کو کہتے ہیں جس کے من میں میرے چرن کمل کے بنا اور خواہش نہیں۔ خواہشیں اس وقت تک نہیں مٹ سکتیں، جب تک ایک من ہو کر میرا سمرن نہ کیا جائے۔ اور جب تک خواہشات باقی رہتی ہیں، اس وقت تک میرے دھیان میں لین نہیں ہو سکتا۔ اس لیے سنیاس اور یوگ ایک سے ہیں۔ میرے ساتھ جڑنے کے لیئے "ست کرم" کرنے چاہئیں . . . . .

(ص ۹۸-۹۹)

(۴) "بھگوت گیتا" مترجمہ منشی دیبی پرشاد مطبوعہ رام پریس، میرٹھ ۱۹۱۳ء ص ۹۰
اس کتاب میں ترجمے سے پہلے، ہر ادھیا کے مضمون کا خلاصہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

(۵) "شری مد بھگوت گیتا" موسوم بہ "فلسفہ الوہیت" مع ترجمہ و تشریح، از رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ مدن دہلوی۔ مطبوعہ رام نرائن پریس، متھرا، پانچواں ایڈیشن، ۱۹۲۲ء ص ۲۴۲

"بھگوت گیتا" کے جتنے اردو ترجمے میں نے دیکھے، زبان و بیان کی خوبیوں اور مطالب کی وضاحت کے لحاظ سے "فلسفہ الوہیت" کو ان سب پر فوقیت حاصل ہے۔ پنڈت جانکی ناتھ کو فلسفیانہ اور الہیاتی مسائل کے بیان پر بڑی قدرت ہے۔ ان کی زبان کی شستگی اور روانی بھی پڑھنے والے کو خاص طور پر متاثر کرتی ہے۔ ترجمے اور تشریح کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

"چوتھی ادھیا۔ کرم سنیاس یوگ"

(۱) (سنسکرت منتر) . . . .

"شری بھگوان نے فرمایا:" میں نے یہ لازوال علم معرفت دیوسوت کو بتایا،

www.taemeernews.com

دیوسوت نے منو کو، منو نے اکشواک کو۔"

علم ذات راجا دیوسوت کے بعد منو کو اور منو کے بعد، راجا اکشواک، سری رام چندر جی کے دادا کو حاصل ہوا تھا۔ موحد کے لیے ضمیرِ کلام بالکل صاف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آتما ہمیشہ بدستور ہے اور سب میں محیط ہے جب انسان کا بطون، کثافتِ جہل سے صاف ہو جاتا ہے۔ اس وقت، اس میں علم ذات کا اشراق ہونے سے دوئی کا حجاب اٹھ جاتا ہے۔ چناں چہ مذکورہ بالا اشخاص میں، اس علم نے وقتاً فوقتاً اشراق پایا تھا۔ اس ادھیا کے چھٹے منتر میں، اس منتر کا مطلب ظاہر کیا جائیگا۔

(۲) (سنسکرت منتر) ....

"اے ارجن، جو علم اس طرح بر زمانۂ قدیم سے چلا آیا تھا، اس کو راج رشی جانتے تھے۔ وہ علم اب زمانہ دراز سے محجوب ہو گیا ہے۔"

راج رشی، وہ لوگ تھے جو باوجود اپنی ریاست کا کاروبار کرنے کے مرتاض اور اس علم سے واقف تھے۔ کرشن بھگوان کے زمانے سے پیشتر علم راج، ان راج رشیوں میں باقی نہیں رہا تھا۔ اس لیے انھوں نے پھر اس کا اعلان کیا۔

(۳)۔ (سنسکرت منتر) .....

"وہی قدیم علم، میں تجھے اب بتاتا ہوں۔ تو میرا معتقد اور رفیق ہے اور یہ عالی اسرار ہیں"

علم ذات ایک ہے اور وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ پس کرشن بھگوان نے انھیں رموز کو، جو عارفان گزشتہ کے سینے میں تھے ازسرِ نو ظاہر کیا۔" (ص ۹۵-۹۶)

مترجم نے ہر ادھیا کا خلاصہ بھی اس کے آخر میں لکھ دیا ہے، چناں چہ چوتھی ادھیا کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:۔

"آتما لازوال، محیط اور قدیم ہے اور مصدرِ علم و سرور ہے۔ اس کا علم کبھی ضائع نہیں ہوتا، البتہ کبھی پوشیدہ اور کبھی آشکارا ہوتا رہتا ہے، صرف عارف اس رمز کو جانتے ہیں۔ جاہل تموگن، یعنی صفتِ ادنیٰ کے غالب ہونے کی وجہ سے اس کے سمجھنے سے معذور رہتے ہیں اور انسانوں میں صرف صفت اور فعل کا فرق ہوتا ہے۔ آتما تو سب میں

www.taemeernews.com

یکساں موجود ہے۔ وہ آتما جسمانی اعمال اور ان کے نتیجے سے بے تعلق رہتی ہے پس انسان بے تعلق ہو کر فعل کرنے سے، آتما میں وصل ہو سکتے ہیں۔ کرم سنیاس یعنی ترکِ فعل کے یہی معنی ہیں۔ فعل دو قسم کے ہیں۔ فعل با تعلق اور فعل بے تعلق، اوّل قسم کے فعل میں، نیک و بد کا تمیز ہوتا ہے اور وہ ادنیٰ ہے۔ دوسری قسم کے فعل میں نظر نیکی اور بدی دونوں سے اٹھ جاتی ہے اور وہ عارفوں کے طریقے کے مطابق ہے۔ اس طرح پر عمل کرنے سے تمام افعال آتشِ عرفان میں سوخت ہو جانے میں اور انسان ذات میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ وید میں جتنے عملی طریقے درج ہیں، ان کا اصلی مطلب اور نتیجہ علم معرفت کا حاصل کرنا ہے اور علم معرفت وہ سب سے اعلیٰ شے ہے جس کے بغیر شکوک رفع نہیں ہوتے اور آرام نہیں ملتا۔ پس انسان کو واجب ہے کہ وہ اسی کا طالب ہو" (ص ۱۱۴)

(۶) "سرچشمہ عرفاں" مترجمہ، منشی جگناتھ پرشاد عارف۔ مطبوعہ نامی پریس، میرٹھ، ۱۹۲۵ء ص ۱۹۲

مترجم نے ترجمہ سے پہلے ۲۲ صفحات کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہے، جس میں ہندو لٹریچر کی مذہبی اصطلاحات کے معنی بیان کیے ہیں اور تمام ادھیاؤں کے مضامین کا خلاصہ دیا ہے۔

(۷) "شریمد بھگود گیتا رہسیہ"۔ مولفہ لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک۔ مترجمہ، شانتی نارائن مطبوعہ امرت پریس لاہور۔ تیسرا ایڈیشن ۱۹۲۵ء بڑی تقطیع۔ ص ۳۶۰

(۸) "شریمد بھگوت گیتا" از لوکمانیہ تلک، مترجمہ، شانتی نارائن۔ امرت پریس لاہور بڑی تقطیع۔ ص ۱۵۲۔

یہ دونوں کتابیں، ایک ہی جلد میں شائع ہوئی ہیں۔ "گیتا رہسیہ" میں لوکمانیہ تلک نے گیتا کی تعلیم کی تشریح و توضیح کے علاوہ، اس پر عالمانہ بحث بھی کی ہے۔ دوسری کتاب میں شلوکوں کا اردو ترجمہ اور ان کی شرح ہے۔ گیتا رہسیہ کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:۔

www.taemeernews.com

گیتا کا مقصد

"اگر ہمیں گیتا کے اُپدیش کا راز جاننا ہے، تو اس کے آغاز اور انجام کو ضرور دھیان میں رکھنا پڑے گا: بھگتی سے 'موکش' کیسے ملتی ہے؟ برہم گیان، یا "پاتنجل" یوگ سے 'موکش' کی شدھی کیسے ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ محض ترکِ افعال یا کرم تیاگ اور سنیاس دھرم سے تعلق رکھنے والے سوالات کی چرچا کرنے کا، وہاں کچھ موقع نہیں تھا۔ کیوں کہ اس وقت بھگوان سری کرشن کا مقصد نہیں تھا کہ ارجن سنیاس لے کر اور بیراگی بن کر بھیک مانگتا پھرے، یا لنگوٹی باندھ کر یا نیم کے پتے کھا کر، تاحیات ہمالہ کی گپھاؤں میں یوگ ابھیاس سادھتا رہے۔ بھگوان کی منشا یہ نہ تھی کہ ارجن دھنش بان پھینک دے اور ہاتھ میں بین یا مردنگ لے کر کورکشیتر کی دھرم بھومی میں کھڑے ہوئے بھارت یودھا کشیتریوں کے سامنے، بھگوان کا نام زور زور سے رٹتا ہوا بری ہنلاؔ کی مانند ایک مرتبہ پھر ناچ کرے۔ کیوں کہ اب تو روپوشی کا زمانہ ختم ہو گیا تھا اور ارجن کو کورکشیتر میں کھڑے ہو کر اور ہی طرح کا ناچ ناچنا تھا، اس لیے بھگوان نے گیتا کہتے کہتے، جگہ جگہ پر طرح طرح کے مختلف وجوہات بیان کر کے، اخیر میں نتیجہ ظاہر کرنے والے پر زور لفظ تسمات: (اس لیے) کا استعمال کر کے، ارجن کو شغلِ فرائض کا یہ فیصلہ کن اُپدیش کیا کہ اس لیے ہے ارجن تو یدھ کر (گیتا ۲-۱۸)، اس لیے اے کُنتی کے پُتر تو جنگ کرنے کا یقینی فیصلہ کر کے اُٹھ، (گیتا ۲-۳۷)، اس لیے تو موہ چھوڑ کر اپنا فرض ادا کر (گیتا ۳-۱۹)، اس لیے تو کرم ہی کر، (گیتا ۴-۱۵) اس لیے تو میرا سمرن کر اور لڑ، (گیتا ۸-۷)، کرنے

ل بری ہنلا: وارٹ دیش میں اپنی جلاوطنی کے زمانے میں ارجن نے اپنے آپ کو ہجڑا ظاہر کر کے اور اپنا نام بری ہنلا بتا کر مہاراجہ وارٹ کی لڑکی کو ناچنا سکھایا تھا۔

www.taemeernews.com

والا سب کچھ میں ہی ہوں، تو صرف ایک ذریعہ ہے۔ اس لیے دشمنوں سے جنگ کرکے ان پر فتح پا، (گیتا ۱۱ - ۳۳) شاستروکت فرائض سرانجام دینے تجھے مناسب ہیں، (گیتا ۱۶ - ۲۴) نیز اٹھارویں ادھیائے کے خاتمے پر، بھگوان نے اپنی تصفیہ کن اور اعلیٰ رائے کو اور بھی ایک مرتبہ اس طرح صاف کیا ہے۔ اس لیے ان سب کرموں کو کرنا ہی چاہیے، (گیتا ۱۸ - ۶)، اور آخر میں (گیتا ۱۸ - ۷۲) شری بھگوان نے ارجن سے یہ سوال کیا ہے کہ "ہے ارجن تیرا موہ ابھی تک نشٹ ہوا ہے کہ نہیں" اس پر ارجن نے یہ اطمینان دلانے والا جواب دیا ہے کہ "اے غیر متزلزل، (کبھی ڈانواڈول نہ ہونے والے) اپنے فرائض کے متعلق میرا موہ اور شک وشبہ سب دور ہوگیا۔ اب میں آپ کی ہدایت کے مطابق سب کام کروں گا" ارجن کا یہ جواب محض زبانی ہی نہیں تھا۔ اس نے جو کچھ کہا دکھایا۔ جنگ کیا اور جنگ میں درحقیقت بھیشم، کرن، جیدرتھ وغیرہ سب کو مار گرایا۔ اس پر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ بھگوان نے ارجن کو جو اپدیش دیا ہے، وہ محض "ترکِ فرائض" سے تعلق رکھنے والے گیان، یوگ، یا بھگتی کا ہی ہے، اور یہ ہی گیتا کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ لیکن جنگ کا آغاز ہوجانے کی وجہ سے بیچ بیچ میں تعمیلِ فرائض کی بھی تھوڑی سی تعریف کرکے، بھگوان نے ارجن کو جنگ ختم کرنے کا موقع دیا ہے۔ گویا اس جنگ کا خاتمہ کوئی حقیقی مقصد نہیں تھا۔ اسے صرف دوسرے درجے کا یا ارتھ واد (جملہ معترضہ) سے تعلق رکھنے والا سمجھنا چاہیے۔

لیکن ایسی بودی اور بوسیدہ دلائل سے گیتا کے آغاز اور انجام کے نتائج ٹھیک ٹھیک ثابت نہیں ہوسکتے۔ یہاں (کورکشیتر کے میدانِ جنگ میں) تو اسی بات کی عظمت دکھانے کی ضرورت تھی کہ اپنے دھرم سے تعلق رکھنے والے اپنے فرائض کو، طرح طرح کی مصیبتیں جھیل کر اور صعوبتیں برداشت کرکے بھی ادا کرتے رہنا چاہیے۔ اس منشا کو ثابت کرنے کے لیے سری کرشن جی نے گیتا بھر میں کہیں کوئی ایسی بے سروپا وجہ نہیں بتائی جیسی بعض لوگوں نے مذکورہ بالا اعتراض میں پیش کی ہے۔ اگر کوئی ایسی بے دلیل اور بودی وجہ بتائی بھی جاتی تو ارجن جیسا عقل مند اور بال کی کھال نکالنے والا انسان اس پر

www.taemeernews.com

ایمان کیسے لاتا۔ اس کے دل میں سب سے اہم سوال کیا تھا۔ یہی کہ خاندان کی خوفناک تباہی کو آنکھوں کے سامنے صاف دیکھ کر مجھے جنگ کرنا چاہیے یا نہیں۔ اور اگر جنگ کرنا بھی چاہیے تو اس کا ایسا طریقہ کون سا ہو سکتا ہے جس سے مجھے بالکل پاپ نہ لگے۔ اس ٹیڑھے سوال کے، (اس اہم ترین) جواب کو کہ "نشکام ہو کر جنگ کر یا کرم کر" ارتھ وار دکہہ کر کبھی ٹالا نہیں جا سکتا۔ ایسا کرنا گویا گھر کے مالک کو اسی کے گھر میں مہمان بتانا ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ گیتا میں ویدانت، بھگتی اور پاتنجل یوگ کا اپدیش بالکل نہیں دیا گیا بلکہ ان تینوں مضامین کا گیتا میں جو میل کیا گیا ہے، وہ صرف ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جس سے متضاد (ایک دوسرے کے مخالف) دھرموں کی خوفناک تشویش میں پڑے ہوئے "یہ کروں یا وہ" سوچنے والے اور اپنے فرض کے متعلق لیت و لعل میں پھنسے ہوئے ارجن کو کوئی ایسا راستہ مل جائے جس سے اُسے پاپ بھی نہ لگے اور وہ اپنے اس کرم میں بھی مصروف ہو جائے جو کشتری دھرم کی رو سے اس کے لیے مقرر ہے۔

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ تکمیلِ فرائض کا گیان ہی گیتا کا حقیقی مقصد ہے اور باقی تمام باتیں اس مقصد کے حصول کے لیے کہی گئی ہیں، یعنی وہ مضمون کے سلسلے میں آگئی ہیں۔ اس لیے گیتا دھرم کا راز بھی شغلِ عمل یعنی تکمیلِ فرائض ہی ہونا چاہیے۔"

(ص ۲۴-۲۵)

(۹) "گیتا امرت" معروف بہ "اکسیرِ روح"۔ از چودھری روشن لال۔ ایم اے۔ مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور۔ بار ۱۹۳۶ء ص ۲۳۴

اس کتاب کا دیباچہ سر گوکل چند نارنگ، سابق وزیر حکومتِ پنجاب، نے لکھا ہے جس میں فرماتے ہیں کہ:-

"اس کتاب میں چودھری صاحب نے 'بھگوت گیتا' کا عطر نکال کے رکھ دیا ہے اور اس کی حقیقی تعلیم پر نہایت خوش اسلوبی سے روشنی ڈالی ہے نیز شلوکوں کے ساتھ مختلف بزرگوں اور عارفوں اور مختلف زبانوں یعنی ہندی، اردو

www.taemeernews.com

فارسی، پنجابی اور انگریزی کے باکمال شعرا کا کلام درج کرکے اس چھوٹی سی بزم معرفت کو نہایت آراستہ کردیا ہے ۔"

دیباچے میں یہ تصریح بھی ہے کہ :-

" یہ کتاب درحقیقت وہ ایڈریس ہے، جو چودھری روشن لال ایم ۔اے نے بہ حیثیت صدر، استقبالیہ کمیٹی پنجاب پراونشل گیتا کانفرنس میں جو ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں ، بمقام ملتان منعقد ہوئی تھی پڑھا تھا ۔"

مترجم نے سنسکرت شلوک لکھ کر پہلے اسے فارسی رسم الخط میں نقل کیا ہے ، پھر اردو ترجمہ اور شرح لکھی ہے ۔ شرح میں مختلف زبانوں کے ہم معنی اشعار کے اندراج سے کتاب کے لطف اور دلچسپی میں اضافہ ہوگیا ہے ۔ مثلاً

(سنسکرت شلوک)

(شلوک فارسی رسم الخط میں)

" ترجمہ ۔ جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں مگر جس کی بدولت آنکھیں دیکھتی ہیں ، اس کو تو پرماتما جان ۔ وہ پرماتما نہیں جس کی تو اپاسنا کر رہا ہے ۔

کٹھ اُپ نشد کا بھی منتر ہے (منتر سنسکرت ۔ پھر وہی منتر فارسی رسم الخط میں)

ترجمہ :- پرماتما کا روپ نظر میں نہیں ٹھہرتا اور نہ ہی آنکھ سے اسے کوئی دیکھ سکتا ہے ۔

صاحبان ، اسی خیال کو فارسی زبان کے زبردست شاعر خواجہ حافظ نے یوں ادا کیا ہے ؎

دیدن روئے ترا دیدۂ جاں می باید
ویں کجا مرتبۂ چشم جہاں بین من است

یعنی اے خدا تیرے چہرے کو دیکھنے کے لیے اندرونی آنکھ ، یعنی روحانی آنکھ چاہیے میری ظاہری آنکھ میں یہ طاقت کہاں کہ تیرا جلوہ دیکھ سکے ۔ اسی موضوع پر مولانا روم فرماتے ہیں ؎

چشم سر را طاقت دیدن نہ بود
چشم دل را لایق دیدار کرد

مطلب : بیرونی یا ظاہری آنکھ کو پرماتما کے جلوے کے دیکھنے کی طاقت نہ تھی ، اس لیے دل

www.taemeernews.com

کی آنکھ یعنی روحانی آنکھ کو دیدار کے قابل بنایا۔ سر اقبالؔ کا شعر ہے ؎

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی　　ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

یعنی دل کی آنکھ کھولنے سے ہی پرماتما کا دیدار ہوتا ہے۔ پنجاب کے مشہور عارف بلّے شاہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جیہہ توں دل دیاں چشماں کھولیں　　ہو اللہ ہو اللہ بولیں

ییں مولا کہہ ماریں چیک　　اللہ شہ رگ تھیں نزدیک

یعنی دل کی آنکھ کھولنے سے ہی تمھیں پرماتما کا دیدار نصیب ہوسکتا ہے اور پرماتما تو شاہ رگ سے بھی نزدیک ہیں۔

گورو نانک دیو جی فرماتے ہیں ؎

نانک سے اکھیاں ہین　　جنھی دسند و ماپری

یعنی وہ آنکھیں اور ہیں، جن سے میرا پیارا یعنی پربھو نظر آسکتا ہے۔

کبیر بھگت جی کہتے ہیں کہ پرماتما کے درشن چاہتے ہو تو۔ ع

باہر کے پٹ بند کر، اندر کے پٹ کھول

الغرض وِدیہ نیتر، (چشم بینا) عطا کرنے کے بعد بھگوان نے ارجن کو اپنا وارٹ روپ دکھایا' جس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے ....." (ص ۹۶ - ۹۸)

(۱۰) گیان پرکاش، معروف بہ نورِ ہدایت، مولفہ چودھری روشن لال ایم۔ اے، مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور ۱۹۳۷ء ص ۲۶۳

(۱۱) "گیتا گیان" معروف بہ روحِ معرفت" مولفہ چودھری روشن لال۔ ایم۔ اے مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور ۱۹۴۳ء ص ۲۵۹

ان دونوں کتابوں میں بھی "گیتا کی تعلیم کے مختلف حصوں پر مولف نے روشنی ڈالی ہے اور شرح کا تقریباً وہی انداز قائم رکھا ہے جس کا نمونہ، ان کی پہلی کتاب "گیتا امرت" کے ذکر میں او پر پیش کیا گیا۔ "گیتا گیان" کے دیباچے میں بہاری لال جگیا سو ایڈیٹر "دیش بھگت" ملتان لکھتے ہیں :-

www.taemeernews.com

چودھری روشن لال صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ سی۔ ایس کے، دلیش بھگت، اخبار کے اندر شائع شدہ، مضامین کا ایک حصہ پہلے گیتا پرکاش کے نام سے چھپ چکا ہے۔ اب دوسرا حصہ گیتا گیان، کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے..... چودھری صاحب کی مصنفانہ حیثیت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اُردو اور فارسی کے زبردست عالم ہونے کے باوجود، اپنے خیالات کو نہایت آسان زبان میں قلم بند کرتے ہیں تاکہ عوام بخوبی سمجھ جائیں، کیونکہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں عوام کے لیے ہی لکھتے ہیں....."

(۱۲) "بھگوت گیتا" کے ایک اور اردو ترجمے کا ذکر گارساں دتاسی نے، اپنے پندرھویں خطبے مورخہ ۴ر دسمبر ۱۸۶۵ء میں کیا ہے۔ یہ اٹاوہ سے شائع ہوا تھا۔ یہ ترجمہ مجھے دستیاب نہیں ہوا دتاسی نے اس کا کوئی اقتباس نہیں دیا ہے۔ (خطباتِ گارساں دتاسی، شائع کردہ انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد، ۱۹۳۵ء ص ۴۰۹)

(۱۳) "بھگوت گیتا" کے منظوم ترجموں میں سے جو ہندوؤں کے قلم سے ہیں، صرف تین مجھے مل سکے۔ ان میں سے ایک "مخزنِ اسرار" کے نام سے پنڈت دینا ناتھ مدن کا ہے اور موصوف کے والد پنڈت جانکی ناتھ مدن کے ترجمۂ گیتا" موسوم بہ فلسفۂ الوہیت" کے پانچویں ایڈیشن کے ساتھ ۱۹۲۱ء میں رام نراین پریس متھرا میں چھپا تھا۔ طباعت کا اسلوب یہ ہے کہ پنڈت جانکی ناتھ کے ہر شلوک کے ترجمہ نثر کے نیچے پنڈت دینا ناتھ کا منظوم ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ ذیل کا اقتباس فلسفۂ الوہیت کے چھٹے ایڈیشن، ۱۹۳۰ء سے ماخوذ ہے:۔

"ساتواں ادھیا۔ گیان وگیان یوگ"

جس نے مجھ سے دل لگایا ایسے سالک کو سدا ۔۔۔ شغل میں جیسا نظر آتا ہے جلوہ ذات کا
اس کو بالتشریح سن ارجن، یہ ہے علم صفات ۔۔۔ اس کے محرم کو میسر ہے علایق سے نجات
اس میں ہے دشوار کوشش، شاذ و نادر ہے کمال ۔۔۔ مجھ کو ویسا جاننا جیسا کہ میں ہوں ہے محال
خاک و آب و آتش و باد و خلا ادنیٰ صفات ۔۔۔ جذبۂ دل عقل اور پندار ہیں اعلیٰ صفات

(ص ۱۴۶۰۴۷)

www.taemeernews.com

(۱۴) "شریمد بھگوت گیتا: معروف بہ "غذائے روح" مترجمہ پنڈت پربھودیال مصر عاشق لکھنوی۔ مطبوعہ نول کشور پریس، لکھنؤ سنہ ۱۹۲۶ء ص ۱۱۵۔ ترجمے کا نمونہ یہ ہے:۔

"ارجن کا سوال: کرم یوگی عارف کون ہے؟

کرم یوگی کون ہے بتلایئے اے خوش خصال
اس کا اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے کیسی بول چال

سری کرشن کا جواب۔

خواہشیں دل سے ہٹا کر جو ہوا خود آشنا
عارفِ کامل جہاں میں اس کو کہنا ہے روا

جو دکھی دکھ سے نہ ہو، سکھ سے نہ ہو جس کو خوشی
جس نے چھوڑا خوف و غصہ، چاہ، عارف ہے وہی

جس کو ساری باتیں، اچھی یا بری، ہیں ایک سی
جو برائی یا بھلائی سے نہ ہو نالاں نہ شاد

جس کو حاصل ہو گئی اس دہر میں آتی سمجھ
چاہیے کہنا اسے یکسوئی سے ہے بامراد

(ص ۴۷)

(۱۵) بھگوت گیتا منظوم۔ موسوم بہ "نسیمِ عرفان" از منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی۔ مطبوعہ کوروشن پرنٹنگ ورکس دہلی سنہ ۱۹۳۶ء ص ۱۹۲۔

اس ترجمے کے تعارف میں "نسیمِ عرفان پر ایک نظر" کے عنوان سے پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی لکھتے ہیں:۔

"گیتا کے بے شمار ترجمے اردو کی نثر اور نظم میں ہو چکے ہیں اور بہت سے اچھے اور مقبول ہو چکے ہیں۔

پر بحرِ سخن سدا ہے باقی
دریا نہیں کار بند ساقی

میں نے پیشِ نظر منظوم ترجمے کو جستہ جستہ دیکھا۔ نفسِ معنی میں اصل مطلب سے مطابق اور خوبیِ بیان میں حسنِ ادا کی جان پایا۔ ان اوصاف اور اصل موضوع کی وقیع اہمیت کے باوجود "نسیمِ عرفان" باغِ فصاحت کے دلدادوں کے لیے شمیم جاں پرور بھی ہے۔ بیان کی سلاست، بندش کی چستی، اسلوب کی تازگی و دلاویزی اور مشکل پسندی سے اجتناب میں، یہ کتاب ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔۔۔۔"

www.taemeernews.com

(۵)

ارجن جو کرو گے، اس پہ تم غور
ادنیٰ انھیں پاؤ گے بہر طور
پر میری صفت اک اور بھی ہے
حاصل جسے خاص برتری ہے
بالا تر ہے، مقام جس کا
مشہور ہے روح نام جس کا
جو وجہِ قیامِ دو جہاں ہے
جو اصل نظامِ دو جہاں ہے

(۶)

یہ امر ہے جاننے کے قابل
یہ بات ہے ماننے کے قابل
ہوتی ہیں جب صفات یکجا
پڑتی ہے بنائے نظمِ دنیا
ہیں یہ ہر وقت بر سرِ کار
ہستی ہے تمام انھیں پہ بیدار
امکان مجھی سے ہے بقا کا
میں ہی مختار ہوں فنا کا

(۷)

یہ امر ہے طے شدہ دھننجے
مجھ سے بڑھ کر نہیں کوئی شے
کچھ بھی میرے سوا نہیں ہے
میں ایک ہوں، دوسرا نہیں ہے
جس طرح ہار میں گندھے ہوں
موتی اک تار میں گندھے ہوں
اسبابِ جہاں ہیں نظم مجھ میں
یہ کون و مکاں ہیں نظم مجھ میں

(۸)

خورشید میں نور، ماہ میں تاب
ہوں اے ارجن میں لذتِ آب
ہوں زبدۂ روزگار میں ہی
ویدوں میں ہوں اونکار میں ہی
میں ہی آواز ہوں خلا میں
میرا ہی ظہور ہے خلا میں
مردوں میں مردمی کا جوہر
تابندہ مجھی سے ہے یہ گوہر

؎ اونکار یعنی اسم اعظم

www.taemeernews.com

(۹)

ہوں نافِ زمیں کی مشک بیزی | جلتی ہوئی آگ میں ہوں تیزی
جاندار جہاں میں ہیں یہ جتنے | ہے ان میں بقا کی شان مجھ سے
ہوں جوہرِ کائنات میں ہی | ہوں مادّہ حیات میں ہی
جو ہیں مرتاض باسعادت | مَیں ان میں ہوں صورتِ ریاضت

(ص ۸۷ - ۸۰)

(۱۶) فلسفۂ گیتا - از منشی سوراج نرائن مہر دہلوی - مطبوعہ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۱ء ص ۲۴۶
یہ کتاب "بھگوت گیتا" کا ترجمہ نہیں، بلکہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، گیتا کے فلسفے کی شرح ہے۔ شروع میں جناب مہر نے "گیتا کی بیرونی کتھا" کے عنوان سے مہابھارت کی سرگزشت چند صفحوں میں بیان کی ہے۔ اس بیان کے آخر میں گیتا سے متعلق ایک غلط فہمی دور کرنے کی غرض سے لکھتے ہیں:-

"جو لوگ اپنے ذہن میں یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ 'گیتا'، مہابھارت کا حصّہ نہیں، بلکہ بعد میں اس کتاب میں داخل کی گئی ہے، وہ سخت غلطی پر ہیں۔ 'گیتا'، 'مہابھارت' ہی کا حصّہ ہے اور کسی کتاب کا نہیں ہے۔ ناظرین کو یہ خیال رہے کہ موجودہ صورت میں 'گیتا' شری ویاس جی کی بنائی ہوئی کتاب ہے۔ بھگوان نے ارجن کو میدانِ جنگ میں یہ سات سو شلوک اور ان کے سات سات سو صفحات کی مجلد شرحیں نہیں سنائی تھیں۔ اُپدیش زبانی تھا اور چوں کہ اپدیشٹیا خود مہایوگیشور ہری ہیں اور ارجن جیسے ادھیکاری کو اُپدیش دیا گیا ہے، گھڑی آدھ گھڑی کا فی کیا، کافی سے بھی زیادہ ثابت ہوئی ہوگی۔ اس اُپدیش کو بعد میں دید ویاس جی نے سات سو شلوکوں میں منظوم کیا ہے اور ان سات سو شلوکوں پر سیکڑوں آدمیوں نے بعد میں شرحیں لکھی ہیں جو ضخیم مجلدات ہیں۔ یہاں یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ ویاس جی، اپنے سات سو شلوکوں کی پرداز اس طرح اٹھاتے ہیں کہ سنجے تمام مہابھارت کے واقعات دیکھتا جاتا ہے اور راجا دھرتراشٹ کو گھر بیٹھے سناتا جاتا ہے۔ سنجے، راجا

www.taemeernews.com

ان خوبیوں کا اندازہ مندرجہ ذیل اشعار سے ہو سکے گا :۔

ساتواں ادھیائے ۔ علم معرفت یعنی گیان وگیان کی تعلیم "

(۱)

بھگوان ہیں محوِ خوش بیانی — فرماتے ہیں آپ گل فشانی
اے پارتھ دل اپنا مجھ کو دے کر — زیرِ دامن پناہ لے کر
شغلِ پیہم سے جوگ کے پاک — تم جیسے کرو گے مجھ کو ادراک
اب حال سنو بغور اس کا — کیا ڈھنگ ہی کیا ہی طور اس کا

(۲)

وہ رازِ نہاں عیاں کروں گا — تفصیل اس کی بیاں کروں گا
علم مطلق ہے علم جس کا — امر برحق ہے علم جس کا
واقف اس سے بشر جو ہو جائے — ایک بار اس پر نظر جو ہو جائے
پھر کوئی نہیں ہے امر ایسا — رہ جائے جو آگہی سے تشنا

(۳)

ہونے کو تو لاتعداد بشر ہیں — ایسے انسان کم مگر ہیں
ہے کسبِ کمال کام جن کا — ہے شغل یہی مدام جن کا
دھن کے پکے جو مردِ شاغل — کر لیتے ہیں منزلت یہ حاصل
ان میں بھی ہیں ایسے چند انساں — جن کو مرا واقعی ہے عرفاں

(۴)

مٹی اور اس کے بعد پانی — پھر آگ کا پردۂ نہانی
عالم بعد اس کے ہے ہوا کا — پھر کرۂ محیط ہے خلا کا
پھر ہیں دل و عقل سلسلہ وار — ان کے آگے ستر پندار
ہیں یہ آٹھوں صفات میری — محجوب ہے ان سے ذات میری

www.taemeernews.com

کا رتھ بان تھا اور اُسے اپنے مالک کے ساتھ نہایت الفت تھی۔ چونکہ راجا اندھا تھا۔ اس واسطے لڑائی میں شریک نہیں ہوسکا۔ بھگوان ویاس نے سنجے کو چشمِ بصیرت عطا کردی تھی۔ وہ گھر بیٹھے تمام واقعاتِ جنگ دیکھتا اور راجا کو سناتا جاتا تھا۔

(ص ۲۸، ۲۹)

اس کے بعد گیتا کا فلسفہ نہایت خوبی اور شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ ذیل کا ٹکڑا جس کا عنوان ہے "گیتا کی اندرونی کتھا" اس کتاب کی معنوی تعلیمات پر بہت واضح روشنی ڈالتا ہے۔

"میرے دوستو، یوں تو کورکشیتر کا میدان، جہاں مہابھارت کا رن پڑا ہے، ضلع کرنال میں بتایا جاتا ہے اور پنجاب کے ہر ایک نقشے میں دکھایا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کورکشیتر ہر ایک گیان کے ادھکاری یعنی طالبِ صادق کا جسمِ خاکی ہے اور مہابھارت کی لڑائی آئے دن گھٹ گھٹ میں ہوا کرتی ہے۔ ارجن، ادھکاری جیو ہے۔ سری کرشن گیانی مکت پرش ہیں، جو بیرونی سروپ سے گرو روپ ہیں اور اندرونی سروپ سے گھٹ گھٹ نواسی آتما روپ ہیں یہی مہاراج ہر ایک ادھکاری کو اپنے نفسِ سرکش کے ساتھ دھرم یدھ میں فتح پانے کا طریقہ بتاتے ہیں اور مبارک ہیں وہ پوتر آتمائیں، جو اُن کے اُپدیش پر کاربند ہوکر موکش روپ فتح حاصل کرتی ہیں۔

ارجن جیو کا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ بھگوان کرشن اور ارجن کو نرنارائن کا اوتار بتایا جاتا ہے۔ جیو، اپنا راج کھو بیٹھا ہے اور وہ راج اپنے سچدانند سروپ میں تنتھی ہے۔ اسی کو موکش کہتے ہیں، جہاں آنند ہی آنند ہے، دکھ کا نام نہیں۔ یہ راج دھوکے سے اندھے اگیان کے بیٹے نے چھین لیا ہے، جو دنیا کے دھوکوں میں پھنسانے والا تامسی اہنکار یا نفسِ امارہ ہے۔ اس کا نام "دریودھن" یعنی سخت جنگجو ہے، جس پر بڑی مشکل سے غلبہ حاصل کیا جاتا ہے اس کی پشتی پر معاونین کی لاتعداد فوج ہے۔ یہ من کی تمام ایسی برتیاں یا کیفیاتِ نفسانی ہیں، جو آدمی کو آتما سے بمکھ کرنے والی ہیں۔ ان سب کا جیتنا بڑا کٹھن کام ہے۔

جیو، کے معاونین کی بھی تعداد بڑی ہے۔ یہ ایسی برتیاں ہیں، جو آدمی کو اخلاق،

www.taemeernews.com

دھرم اور آتما کی طرف متوجہ کرنے والی ہیں۔ ان میں سے چار اس کے بھائی بنی بڑی معاون و مددگار رہتیاں ہیں۔ یہ چار انتہ کرن یعنی ساتوک، من، چت، بدھی اور اہنکار ہیں۔ ان کے ذریعے سے اندھے اگیان کی فوج سے، دھرم کی لڑائی شروع ہوتی ہے۔ جس میں جیوا گیان پر غلبہ پاکر موکش روپ سوراجیہ کا سکھ حاصل کیا جاتا ہے۔

سری کرشن بھگوان گورو روپ پر بدھ آتما ہیں۔ جو پرم دیا اور کرپالتا سے ادھکاری کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان کا کام صرف رہنمائی یا ادھکاری کو خطروں سے آگاہ کر دینا ہے۔ اسی واسطے، رتھ بان ہو کر بیٹھتے ہیں۔ لڑتے اور ہتھیار نہیں اٹھاتے تمام جدوجہد خود ادھکاری کو کرنی پڑتی ہے۔ یہ روحانیت کا سر خفی ہے۔ گورو راستہ دکھاتا ہے۔ اس پر ہمت و دلیری کے ساتھ گامزن ہونا اور منزل مقصود پر پہنچنا، ادھکاری کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ تمام مراحل خود ادھکاری کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ گورو اس کو چاڈھی پر چڑھا کر یا آغوش محبت میں لے کر خود طے نہیں کر دیتا۔

گورو اوّل اوّل بیرونی صورت میں ملتا ہے اور اپدیش کرتا ہے جوں جوں آدمی گیان کے مدراج پر چڑھتا جاتا ہے، گورو کی صورت آئیڈیل یا آدرش کی ہوتی جاتی ہے۔ یعنی وہ بیرونیات کے دائرے سے نکل کر اندرونیات میں داخل ہوتا جاتا ہے۔ یہ اندرونی گورو گھٹ گھٹ میں موجود ہے اور آدمی کا ادھکاری ہونا شرط ہے کہ فوراً ساکشات درشن دیتا ہے اور دھرم کی لڑائی میں، رتھ بان بن کر ادھکاری کو فتح و ظفر پانے کا طریق بتاتا ہے، جس پر کاربند ہو کر وہ لڑائی جیتتا ہے اور موکش روپ راج کا مالک بنتا ہے۔

اس بحث کا ماحصل یہ ہے اور کچھ نہیں کہ انسان علائق دنیوی میں پھنس کر اپنے آنند سروپ کو بھول جاتا ہے۔ یہ اگیان کے ہاتھ سے اس کے راج کا چھینا جانا ہے۔ ہر شخص کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ اسے دنیا سے بیزاری اور دوامی سکھ کی تلاش ہوتی ہے۔ بعض طبائع میں تو یہ خیال اٹھ کر رہ جاتا ہے اور بعض میں جو سچے

www.taemeernews.com

ادھکاری ہیں، حقیقت میں جدوجہد کے ساتھ تلاش شروع ہوتی ہے۔ ابتدا میں آدمی یا کتاب سے مدد لی جاتی ہے۔ یہ بیرونی گورو ہے، جو راستہ دکھانے میں کسی قدر بے شک مددگار ثابت ہوتا ہے۔ طالب کی طلبِ صادق جس قدر بڑھتی جاتی ہے۔ اسی قدر اندر سے خود بخود پردے اٹھتے اور روشنی کے جلوے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ اندرونی گورو کی رہنمائی کا نتیجہ ہیں اور اسی کو آتمارو پ گورو کہا جاتا ہے۔ یہی کرشن بھگوان ہیں۔ چنانچہ گیتا میں خود کہتے ہیں۔

میں ہی ہوں آتما جہاں میں سب کا ۔۔۔۔۔ جو سب کے قلب میں ہے مخفی رہتا

آخر ادھکاری کی سمجھ میں وہ آدرش یا معراجِ کمال آجاتی ہے جس پر اسے چڑھنا ہے۔ مبارک ہیں وہ پوتر آتمائیں جو اپنے آتم روپ کو سمجھ کر، اس کو پراپت ہوتی ہیں۔ یہی دھرم مُدھ ہیں موکش روپ کا فتح پانا ہے۔" (ص ۳۱-۳۲)

مہابھارت

مہابھارت کے صرف تین اردو ترجمے مجھے مل سکے جو حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) مخزنِ مہابھارت :- مع ترجمہ اُردو۔ از بابو جوالا پرشاد بھارگو مطبع ست پرکاش آگرہ۔ یہ ترجمہ، متن کے ساتھ چار ضخیم جلدوں میں چھپا ہے۔ جلدِ اول کے صفحات کی مجموعی تعداد (۱۴۰۸) ہے۔ ہر پرب کے صفحوں کے نمبر الگ الگ ہیں۔ ترجمے کا نمونہ یہ ہے۔

" مہابھارت ۔ آدپرب ۔ ادھیا دوم "

شیونک رشی بولے کہ اے سوت کے بیٹے، تم نے جو سمنت پنچک نام تیرتھ کو کہا اس کے حالِ مفصل کو کما حقہٗ سننا چاہتے ہیں۔ سوت پتر بولے کہ اے برہمنو تم سمنت پنچک نام تیرتھ کی سندر کتھا بھی مجھ متکلم سے سنو۔ تریتا اور دوا پر جگ کے ملاپ یعنی آخیر تریتا اور دوا پر شروع ہونے کے وقت، سلسلہ اول میں افضل پرشرام جی نے غصے سے متحرک ہو کر متواتر چھتر ذات کو فنا کیا۔ پرشرام اگن کے برابر روشنی رکھنے والے نے تمام خاندان چھتری کے فنا کر کے، سمنت پنچک نام زمین پر بڑے بڑے پانچ کنڈ خون سے بھر لیے۔ پھر غصے سے مورچھادان پرشرام جی نے ان خون کے کنڈوں میں، خون صورت جل سے اپنی پتروں کا ترپن کیا۔۔۔" (جلد اول ص ۴۹)

www.taemeernews.com

(۲) سری رام کرت مہابھارت۔ مترجمہ، منشی سری رام کالیستھ ماتھر دہلوی۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۵ء میں مطبع ودیا درپن، میرٹھ میں چھپا تھا۔ دوسرا مطبع نول کشور، لکھنؤ میں ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۶ء میں چار جلدوں میں چھپا۔ پہلی اور چوتھی جلد جو (۵۰۰) اور (۵۰۴) پر مشتمل ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں طبع ہوئیں اور دوسری اور تیسری جن کی ضخامت (۲۱۱) اور (۵۴۴) صفحات ہے ۱۹۱۶ء میں۔ عبارت میں بھاشا اور سنسکرت کے الفاظ کا غلبہ ہے، گو رسم الخط فارسی ہے۔

(۳) مہابھارت منظوم :۔ از منشی طوطا رام شایاںؔ، مطبع نول کشور، کان پور، طبع پنجم ۱۸۹۳ء ص ۲۰۱۔

یہ مثنوی دس ہزار بیتوں پر مشتمل ہے اور فارسی ترجمہ مہابھارت کا خلاصہ ہے :۔

"مہابھارت" کا ترجمہ فارسی میں فیضی نے کیا تھا۔ مگر وہ نثر میں تھا۔ اُردو میں یہ پہلا منظوم ترجمہ ہے۔ اپنی شاعرانہ خوبیوں، نیز اختصار کی وجہ سے یہ بہت مقبول ہوا۔ ذیل کا اقتباس اس کے پانچویں ایڈیشن سے لیا گیا ہے جو ۱۸۹۳ء میں چھپا تھا۔ زبان کی فصاحت اور نظم کی روانی قابلِ داد ہے۔ مترجم نے کتاب کو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے شروع کیا ہے، اور پہلے حمد لکھی ہے۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں :۔

زبانِ قلم گل فشانی پہ ہے — بہارِ مضامیں جوانی پہ ہے
دکھائے ورقِ تختۂ گل کا رنگ — صریرِ قلم بانگِ بلبل کا رنگ
مہک اُٹھے نافے کی صورت دوات — نہ ہو جس سے سرسبز غنچے کی بات
بنائے سخن کے کھلیں بال و پر — لکھوں وصفِ فرمانده بحر و بر
نگارندۂ نقشِ لوح و قلم — خداوند ملکِ حدوث و قدم
علیم و خبیر و سمیع و بصیر — کریم و غفور و رحیم و قدیر
وہ رتبہ دیا قطرۂ آب کو — خجالت سے ہے داغ مہتاب کو

دکھائی خدا نے وہ قدرت کی شان
کہ مٹی کے پتلے کو بخشی ہے جان

- - - - - - - - - - - - ص (۲)

www.taemeernews.com

میدانِ جنگ کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں ؎

روان اب ہوا ہے نشانِ قلم — صفوں میں ہے سطروں کی شانِ علم
دکھائے ورق اب چمن کی بہار — گلستانِ سعدی ہو، اس پر نثار
صف آرائی نقطوں کی منظور ہے — کہ میدان فوجوں سے معمور ہے
ہوا دونوں فوجوں کا یکجا ہجوم — پڑی تھی لڑائی کی میداں میں دھوم
ہوئی اس قدر جمع جنگی سپاہ — خجالت سے پانی تھا ابرِ سیاہ
حواسِ فلک میں تخلّل پڑا — نشاں نافِ گاؤ زمیں پر گرا
سواروں کی کثرت ہو کس سے بیاں — چھپی گرد سے صورتِ آسماں
زمیں کثرتِ نقشِ سُم سے فلک — نہ کس طرح ہو چرخ کا اس پہ شک

.... (ص ۱۷۲)

رامائن

(۱) رامائن کا غالباً پہلا اُردو ترجمہ ۱۸۶۶ء میں شائع ہوا۔ اس کا ذکر دتاسی نے اپنے سولہویں خطبے مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۶۶ء میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: "لکھنؤ سے رامائن کا اُردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اس میں کئی سو تصاویر ہیں"۔[1] یہ ترجمہ میری نظر سے نہیں گزرا اور نہ دتاسی نے یہ بتایا ہے کہ نثر میں ہے یا نظم میں۔ قیاس ہے کہ نثر میں ہوگا۔

(۲) "رامائن بالمیکی" اُردو بھاشا ساتوں کانڈ" مترجمہ پربھو دیال، مطبع نول کشور لکھنؤ، بارِ دوم ۱۹۱۵ء ترجمہ نثر میں ہے۔ زبان میں ہندی کے ثقیل الفاظ بہ کثرت ہیں۔ اگرچہ رسم الخط فارسی ہے۔

(۳) مکمل "رامائن بالمیکی" مترجمہ دوارکا پرشاد افق لکھنوی مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور ۱۹۲۱ء ص ۱۰۳۴۔

ترجمے کی زبان سلیس اور بامحاورہ ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مترجم کو محاوروں کے استعمال کا خاص شوق ہے اور اس سلسلے میں وہ موقع و محل کی موزونیت کو کبھی کبھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو:۔

---

[1] خطباتِ گارساں دتاسی ص ۵۴۱

www.taemeernews.com

"سری جانکی جی کو جس قدر رام چندر جی کا ادب ملحوظ تھا، اُس کی نظیر ملنا ناممکن "اُن کا جوشِ محبت بھی وہ تھا جو دنیاوی عورت کے لیے ایک سبق ہے۔ مگر نہیں، جس وقت سری رام چندر جی ان کی باتوں کو خاموشی سے ٹالتے گئے تو انھیں ایک غیر معمولی جوش پیدا ہوا اور چہرے پر بال ڈال کر بولیں کہ بس آپ کی محبت دیکھ لی۔ آج معلوم ہوا کہ ظاہری جوشِ الفت خالی لفافہ ہی لفافہ تھا۔ ہائے میں تو لوک لاج میں مری جاتی ہوں۔ جس وقت جنک پور میں خبر پہنچی میرے پتا جی کیا کہیں گے۔ ساری دنیا میں بدنامی پھیل جائے گی کہ واہ سری رام چندر جی اپنی استری کا بھی نباہ نہ کر سکے۔ کل جہاں میں شور ہوگا کہ واہ ڈھول کے اندر پول۔ بہادری دکھاوے ہی کی تھی، تیج پرتاب نمائشی ہی تھا، اونچی دکان پھیکا پکوان اسی کو کہتے ہیں۔ بھلا فرمایئے تو، مجھے ساتھ لے چلنے میں آپ کو کون ہوّا کاٹ کھائے گا ......" (ص ۲۴۶)

(۴) رامائن منظوم۔ از منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع نول کشور، کانپور، ۱۸۸۶ء ص ۱۵۸۔

رامائن کے منظوم ترجموں میں سب سے قدیم جو مجھے دستیاب ہوا وہ یہی ترجمہ ہے لیکن یہ پوری کتاب کا ترجمہ نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ اس کے صفحات کی تعداد صرف (۱۵۸) ہے اور رامائن ایک ضخیم کتاب ہے۔ بظاہر مترجم نے محض تلخیص کر دی ہے۔ نظم کی شاعرانہ خوبیاں، خاص طور پر قابلِ تحسین ہیں۔ ایک مقام کا اقتباس حسبِ ذیل ہے:

یہاں پیچیدہ گیسوئے سخن ہے — جبینِ صفحہ پر ثابت شکن ہے
ورق ہے صورتِ سطرِ کشیدہ — دوات آسا قلم ہے آبدیدہ
بیانِ رخصت و عزمِ سفر پر — حروفِ تازہ خاک افشاں ہیں سر پر
جنابِ جانکی نے جب سنا حال — تو جوشِ گریہ سے آنکھیں ہوئیں لال
ہوئی آسائشِ خاطر فراموش — اڑا ادجِ ہوا پر طائرِ ہوش
نہ تھا ضبطِ شکیبائی کا یارا — ہوئی شوہر کی فرقت ناگوارا
حیا نے آکے گو دامن لیا تھام — مگر جوشِ محبت نے کیا کام

www.taemeernews.com

خیال آیا کہ ہمراہی میں رہیے | صبا بن کر ہوا خواہی میں رہیے
پئے پابوسی خوشدامن خاص | ہوئیں حاضر براہ لطف واخلاص
کہا مجھ کو بھی ارشاد سفر ہو | کہ تسکین دل و جان و جگر ہو
سنی جس دم یہ خوشدامن نے گفتار | کیے دامن کے پرزے، جیب کے تار

.... (ص ۴۱۔ ۴۲)

(۵) رامائن بہار:۔ از بانکے بہاری لال بہار، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ۱۸۸۶ء، ص ۱۰۹
یہ رامائن کا ترجمہ نہیں، بلکہ اُردو نظم میں اس کا خلاصہ ہے۔ جیساکہ مترجم نے شروع ہی میں لکھا ہے۔

بہ تلسی کرت تلسی داس جی کی | لکھا مطلب، عبارت میں کمی کی
لکھوں توصیف شاہ ہفت اقلیم | وہ دسترت، صاحب اورنگ ودیہیم
اودھ کے راج میں نامی تھا راجا | شہنشاہ تھا سلاطین جہاں کا
تپت برتا تھیں اس کی تین رانی | محبت میں وہ تھیں یکتا کہانی
کوشلیا نام بانو اولیں تھی | دوم میں کیکئی الفت گزیں تھی
سومتترا نام سویم مہ جبیں تھی | وفا کیش و انیس و نازنیں تھی
اجودھیا جائے تیرتھ ہندواں ہے | سلف سے راج دسرت کا مکاں ہے

(ص ۷)

(۶) رامائن تہر:۔ مترجمہ منشی سورج نرائن تہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۴ء ص ۳۵۴۔

"تمہیدی مضمون" میں جناب تہر نے رامائن کے متعلق ضروری اور مفید معلومات یکجا کردی ہیں۔ اس مضمون کے بعض حصے یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

"سنسکرت علم وادب میں دو کتابیں آج نہیں، بلکہ صدیوں سے ہردل عزیز ہیں۔ ان میں سے ایک مہابھارت ہے اور دوسری رامائن۔ انہیں کتابیں نہ سمجھو بلکہ بیش بہا علمی خزانے ہیں، جن میں روایات کا ذخیرہ ہے۔ تاریخی واقعات کا

www.taemeernews.com

دفینہ ہے، شاعری کا دل کش مذاق ہے، اخلاق اور طریقِ معاشرت سے بحث ہے، دھرم ہے۔ گیان، بھگتی، یوگ اور کرم ہے۔ غرض دنیا و عقبیٰ دونوں کی بہتری کے سامان موجود ہیں اور پھر یہ سب باتیں اس دل کش پیرائے میں دی گئی ہیں کہ طبیعت بے اختیار ان کی طرف کھنچتی ہے......

سب سے قدیم رامائن والمیکی مہاراج کی مشہور ہے۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے اور اس میں رام چندر جی کی کتھا دی ہوئی ہے۔ والمیکی رشی۔ شری رام چندر جی کو وشنو بھگوان کا اوتار اور مریادا پرشوتم بتاتے ہیں یعنی ایسا اوتار جس نے دنیا میں اصولِ اخلاق و معاشرت و تمدن وغیرہ وغیرہ قائم کیے ہیں، نمونہ بن کر لوگوں کو نیکی کا راستہ بتایا ہے اور اس پر چلایا ہے۔ اسی لحاظ سے انھوں نے رام چندر جی کی ایشورتا پر زیادہ زور نہیں دیا ہے۔ بلکہ انھیں انسانِ کامل کی حیثیت میں دکھایا ہے کہ انصاف اور اخلاق مجسم ہیں جس سے جس قسم کا برتاؤ ہے وہ ایسا ہے کہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ ان کے گرد و پیش جو مرد اور عورتیں ہیں وہ بھی نمونے کی شخصیتیں ہیں جن سے بہتر نہیں ہو سکتیں۔

اس نادر الوجود کتاب میں، خاوند اور بیوی کی محبت، ماں باپ کی اولاد، اور اولاد کی ماں باپ سے محبت، بھائی بھائی کی محبت، آقا کی نوکر اور نوکر کی آقا سے محبت، یار کی یار سے محبت، گورو اور چیلے کا رشتہ۔ بادشاہ اور رعایا کا رشتہ، اربابِ تمدن کا باہمی رشتہ۔ اخلاقی اصول پر کاربندی، سینہ کا پالن غرض وہ سب نیکیاں جو نیک زندگی بسر کرنے کی روحِ رواں ہیں، جتنہ جتنہ پائی جاتی ہیں ساتھ ہی زندگی کو اس کرۂ ارض کے تعلقات پر ہی ختم نہیں کر دیا ہے، بلکہ بیچ بیچ میں کرم یوگ، بھگتی، گیان کے متعلق سوالات اٹھائے ہیں اور بتایا ہے کہ انسان صرف جسمِ خاکی کا نام نہیں ہے، بلکہ اس سے بہت کچھ اعلیٰ شخصیت ہے جس کی ترقی کی انتہا نہیں ہے۔ یہ خصوصیت صرف رامائن ہی میں نہیں پائی جاتی، بلکہ سنسکرت کی اور اعلیٰ نظم کی کتابوں میں بھی ہے۔۔۔

www.taemeernews.com

مہاراج تلسی داس جی کی یوں تو کئی رامائنیں ہیں۔ مثلاً "گیتا ولی"، "کبتا ولی"، "بروا"، "چھپے"، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن دوہا چوپائی میں جو رامائن لکھی ہے اور جس کا اصلی نام "رام چرت مانس" ہے وہ جیسی مقبولِ عام ہوئی ویسی مشکل ہی سے کوئی کتاب ہو سکتی ہے ..... اس کی سیکڑوں ایڈیشنیں چھپ چکی ہیں اور بیسویں ٹیکے یا شرحیں ہیں، مگر مانگ ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتی۔ ساڑھے تین سو برس سے زیادہ سے یہ متبرک کتاب ہندوستان میں مروج ہے اور اس کا رواج دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہا ہے۔

میرے ذوقِ دلی اور قلمی محنت کا نتیجہ یہ کتاب ہے اسے تلسی کرت رامائن کا ترجمہ نہیں سمجھنا چاہیے کیوں کہ میں نے والمیکی راماین، ادھیاتم راماین اور یوگ واشسٹ سے بھی مضامین لیے ہیں۔ ترتیبِ مضامین اپنی کی ہے، ہاں جہاں جہاں تلسی داس جی کے مضامین خاص خوبیوں کے ساتھ ہیں، ان کا بعض جگہ ترجمہ دے دیا ہے اور بعض جگہ نفسِ مطلب۔

مہر کی نظم میں زبان وبیان کی وہ خوبیاں نہیں ملتیں جن کا نمونہ فرحت کے منظوم ترجمے میں اوپر گزر چکا ہے۔ مثلاً "بن باس کی تیاری" کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کہہ کے یہ کوشلیا رونے لگیں	رام کو چھاتی سے لپٹا کر وہیں
جانکی آئیں اسی اثنا میں واں	اور یہ دیکھا انھوں نے بھی سماں
بیٹھیں چپکی اپنی گردن کو جھکا	سن چکی تھیں حال، دل میں ڈر یہ تھا
رام جی جس وقت جنگل کو چلیں	دیکھیے ہمراہ مجھ کو لیں نہ لیں
ساتھ جاتے دونوں ہیں تن اور جان	یا فقط ہمراہ جاتے ہیں پران

دل میں کب انبوہِ غم رہنے لگا
بن کے آنسو آنکھ سے بہنے لگا

. . . . (ص ۱۶)

. . . رامائن خوشتر از منشی جگن ناتھ خوشتر مطبع نول کشور لکھنؤ، سولہواں ایڈیشن ۱۹۲۴ء ص ۲۵۶

www.taemeernews.com

"اجودھیا کانڈ۔ بن باس ہونا راجا رام چندر کا"

پدر کے سامنے آئے شتابان | زبس حالِ پدر دیکھا پریشاں
زمیں پر مضطرب ہے شکل ماہی | کہیں کلغی، کہیں ہے تاج شاہی
زمیں پر اس طرح تھا شاہ کا حال | ہما غلطاں ہے گویا بے پروبال
کہا تب رام نے با اشکباری | کہ ہے کس واسطے یہ سوگواری
جو ہو تقصیر میری وہ عطا ہو | بجالاؤں جو صاحب کی رضا ہو
نہیں درکار مجھ کو افسر و تخت | رضائے والدین ہے حاصلِ بخت
وہی ہے نیک لڑکا اس سرا میں | رہے مادر پدر کی جو رضا میں
خدا دل شاد ہے ایسے پسر سے | نہ ہو جو منحرف حکم پدر سے
سنی جب رام کی شیریں یہ تقریر | اٹھا روئے زمیں سے شاہ دلگیر
جو آیا دیکھنے سے رام کے ہوش | ہوا با گریہ و زاری ہم آغوش
زبس غم سے نہ تھا یارائے گفتار | رہا مانند نرگس محوِ دیدار

(ص ۱۰۰)

(۸) رام چندر جی کی رخصت کا منظر دکھانے میں رامائن کے ہر مترجم نے حتی الامکان اپنا زورِ قلم صرف کر دیا ہے۔ لیکن جو درد و اثر پنڈت برج نرائن چکبست کی نظم میں ہے، جس میں انھوں نے رام چندر جی کا بن باس ہونے کے لیے ماں سے رخصت ہونا دکھایا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ چکبست نے رامائن کا ترجمہ نہیں کیا، صرف اسی ٹکڑے کو اردو نظم میں پیش کر دیا ہے اور ان کی یہ نظم اپنی لفظی اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ اس کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہندو اہلِ قلم جو اردو ادب کا صحیح ذوق رکھتے ہیں، زبان کے معاملے میں مذہب اور قومیت کی تفریق کو تسلیم نہیں کرتے۔ ذیل کے اقتباس میں فارسی اور عربی کے الفاظ بھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں لیکن وہ اس خوبی کے ساتھ نظم کیے گئے ہیں کہ ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ ہندو خواتین کی بول چال میں یہ الفاظ کہاں تک مناسب ہیں۔ یہ نظم پنڈت برج نرائن چکبست

www.taemeernews.com

کے مجموعہ کلام میں شامل ہے جو "صبحِ وطن" کے نام سے انڈین پریس، الٰہ آباد میں طبع ہوا ہے۔

روکر کہا خوش کھڑے کیوں ہو مری جاں ۔۔۔ میں جانتی ہوں جس لیے آئے ہو تم یہاں
سب کی خوشی یہی ہے تو صحرا کو ہو رواں ۔۔۔ لیکن میں اپنے منھ سے ہرگز کہوں گی ہاں
کس طرح بن میں آنکھوں کے تارے کو بھیج دوں
جوگی بنا کے راج دلارے کو بھیج دوں

دنیا کا ہو گیا ہے یہ کیسا لہو سفید ۔۔۔ اندھا کیے ہوئے ہے زر و مال کی امید
انجام کیا ہو، کوئی نہیں جانتا یہ بھید ۔۔۔ سوچے بشر تو جسم ہو لرزاں مثالِ بید
لکھی ہے کیا حیاتِ ابد ان کے واسطے
پھیلا رہے ہیں جال یہ کس دن کے واسطے

لیتی کسی فقیر کے گھر میں اگر جنم ۔۔۔ ہوتے نہ میری جان کو سامان یہ بہم
ڈستا نہ سانپ بن کے مجھے شوکت و حشم ۔۔۔ تم میرے لال تھے مجھے کس سلطنت سے کم
میں خوش ہوں پھونک دے کوئی اس تخت و تاج کو
تم ہی نہیں تو آگ لگاؤں گی راج کو

کن کن ریاضتوں سے گزارے ہیں ماہ و سال ۔۔۔ دیکھی تمھاری شکل جب اے میرے نونہال
لائی دلہن بیاہ کے، شادی ہوئی کمال ۔۔۔ آفت یہ آئی مجھ پہ ہوئے جب سفید بال
چھٹتی ہوں ان سے جوگ لیا جن کے واسطے
کیا سب کیا تھا میں نے اسی دن کے واسطے

ایسے بھی نامراد بہت آئیں گے نظر ۔۔۔ گھر جن کے بے چراغ رہے آہ عمر بھر
رہتا مرا بھی نخلِ تمنا جو بے ثمر ۔۔۔ یہ جائے صبر تھی کہ دعا میں نہیں اثر
لیکن یہاں تو بن کے مقدر بگڑ گیا
پھل پھول لا کے باغِ تمنا اجڑ گیا

سرزد ہوئے تھے مجھ سے خدا جانے کیا گناہ ۔۔۔ منجدھار میں جو یوں مری کشتی ہوئی تباہ
آتی نظر نہیں کوئی امن و اماں کی راہ ۔۔۔ اب یاں سے کوچ ہو تو عدم میں ملے پناہ

www.taemeernews.com

تقصیر مری خالقِ عالم بحل کرے
آسان مجھ غریب کی مشکل اجل کرے

پوران ہندوؤں کی مذہبی تصنیفات میں پوران ان کتابوں کو کہتے ہیں، جن میں قدیم کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ مہابھارت اور رامائن بھی پورانوں میں شامل ہیں۔

مہابھارت دنیا کی سب سے طویل نظم ہے۔ اس میں کورکشیتر کے معرکہ جنگ کے علاوہ، جو اس کا مرکزی موضوع ہے اور بہت سی حکایتیں ہیں جن کو ایک مسلسل نظم کی صورت میں مرتب کردیا گیا ہے۔ اس کے متعدد حصّے قدامت میں ویدک عہد سے جا ملتے ہیں بعض حصّے نسبتاً عہد جدید سے متعلق ہیں یہ کتاب، ہندو دیومالا کے تمام ادوار پر مشتمل ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مہابھارت ایک خاص مرتب شکل میں، حضرت عیسٰی سے پانچ چھ سو سال قبل سے موجود ہے۔ لیکن اس کے بعد اس میں بہت کچھ اضافے بھی ہوتے رہے ہیں[1]

رامائن ہندوؤں کی دوسری طویل ترین رزمیہ نظم ہے۔ اس کی تصنیف مہابھارت کے قدیم حصوں کے بعد عمل میں آئی، لیکن اپنی موجودہ شکل میں یہ مہابھارت سے شاید ایک صدی پہلے کی کتاب ہے[2] مہابھارت کی طرح رامائن میں بھی الوہیت کا برہمنی تصور اوتار کی شکل میں پیش کیا گیا ہے اور انسانی سورماؤں کو دیوتاؤں کا درجہ دیا گیا ہے۔ چناں چہ جس طرح، مہابھارت میں سری کرشن وشنو کے اوتار تھے اور حق کو باطل پر غلبہ دلانے کے لیے ظاہر ہوئے تھے، اسی طرح رامائن میں بھی رام چندر جی وشنو کے اوتار ہیں، جنھوں نے راون کو نیست و نابود کرنے کے لیے، انسانی شکل اختیار کی تھی۔

"مہابھارت" اور "رامائن" کے علاوہ، ہندو مذہب کی اٹھارہ کتابیں پورانوں میں شمار ہوتی ہیں، ان کے علاوہ اٹھارہ اور کتابیں ہیں، جن کو "اُپ پران" یعنی ادنیٰ درجے کے پوران کہتے ہیں۔ اہلِ تحقیق کی رائے یہ ہے کہ پرانوں کے نام سے جو کتابیں مشہور ہیں، وہ حقیقتہً قدیم

---

[1] "ہندوستان کے بڑے مذاہب" (انگریزی) مولفہ جی۔ٹی۔ بٹانی۔ مطبوعہ لندن ۱۸۹۲ء ص ۸۹

THE GREAT INDIAN RELIGIONS By. G.T. BETTANY

[2] "ہندوستان کے بڑے مذاہب" ص ۹۲

www.taemeernews.com

نہیں ہیں۔ چنانچہ پروفیسر بی۔ بی رائے اپنی کتاب "ویدک تصنیفات" میں لکھتے ہیں۔

"لفظ پوران کے لفظی معنی قدیم کے ہیں۔ یعنی قدیم تصنیفات کو "پوران" کہتے ہیں، یا یوں کہو کہ "پوران" وہ تصنیفات ہیں، جن میں قدیم کہانیاں مندرج ہیں لیکن درحقیقت پوران نہ قدیم تصنیفات ہیں اور نہ ان کی کل کہانیاں ہی قدیم ہیں، ممکن ہے قدیم زمانے میں اس قسم کے چند رسالے موجود تھے، پر اب وہ معدوم ہوگئے اور ان کی جگہ پر انہی ناموں کے دوسرے رسالے لکھے گئے ممکن ہے کہ موجودہ نئے رسالوں میں بھی چند قدیم قصے قدیم پوران اور دیگر تصنیفات سے اقتباس ہوئے، پران کا شمار بہت تھوڑا ہے اور زیادہ تر پورانک کہانیاں نو ایجاد ہیں۔

موجودہ پوران کہاں تک نئے ہیں، اس بات کی تحقیقات کرنے کے لیے بہت دور جانے کی ضرورت نہیں۔ امر کوش نام مشہور سنسکرت لغات میں پورانوں کے پانچ لکشن، یعنی خاصیات دکھلائی گئی ہیں لیکن موجودہ پورانوں میں اکثر وہ پانچ لکشن نہیں پائے جاتے۔ برعکس اس کے کتنے پوران ہیں جن میں ملیکش یعنی محمدی وغیرہ غیر قوموں کا ذکر ہے۔ سو موجودہ پوران عنقریب سب کے سب نئے ہیں اور بودھ مذہب کے زوال کے ایام میں بلکہ بعض اس سے پیچھے تصنیف ہوئے"[1]

لالہ لاجپت رائے اپنی تالیف "مہاراج سری کرشن اور ان کی تعلیم" (مطبوعہ ہندوستانی برقی پریس، لاہور، سنہ ۱۹۰ء میں) "پورانوں کی تاریخی منزلت" بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ہر ایک تعلیم یافتہ ہندو جانتا ہے کہ پورانوں کی تعداد اٹھارہ ہے، اور ان کے علاوہ ایک کثیر تعداد پستکوں کی اُپ پرانوں کے نام سے مشہور ہے، اور یہ کتابیں اس قسم کے قصے کہانیوں اور گپاشٹک سے پُر ہیں کہ کوئی ذی ہوش معقول طور سے

---

[1] "ویدک تصنیفات" (اردو) مولفہ پروفیسر بی۔ بی۔ رائے۔ مدرسہ علم الٰہی، سہارنپور۔ شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا ص ۵۔

www.taemeernews.com

نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ جو روایات ان میں مندرج ہیں ہمیشہ صحیح ہیں۔ عموماً ان کا بڑا حصّہ تو خلافِ عقل ونقل اور خلافِ قانونِ قدرت (نیچر) اور خلافِ قیاس تذکرات سے پُر ہے۔

انگریزی محققوں اور آزادمنش ہندوستانی فاضلوں نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا ہے کہ موجودہ پوران، وہ پوران نہیں ہیں جن کا ذکر اپ نشدوں وغیرہ مقدس کتابوں میں پایا جاتا ہے اور ان محققوں نے ان پورانوں کی تصنیفات کا زمانہ بھی قائم کیا ہے اور ان کے اخذ کردہ نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ پورانوں میں سے کوئی پران بھی بکرم سمت کے آغاز سے پہلے کا نہیں ہے، بلکہ سمت بکرمی کے بہت عرصے کے بعد کے ہیں۔ بعض پورانوں کی تصنیفات کا زمانہ تو چودھویں یا پندرھویں صدی عیسوی تک قائم کیا گیا ہے، اس کے علاوہ خود پورانوں کے مندرجہ ذیل حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم پوران گم ہو گئے اور موجودہ پوران حال میں بنائے گئے ہیں۔۔۔۔" (ص ۲۱)

پورانوں میں صرف تین کے اُردو ترجمے مجھے مل سکے۔ کلکی پوران، وشنو پوران، اور گنیش پوران یہی تین زیادہ مقبولِ عام معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) کلکی پوران۔ مطبوعہ لکشمی نارائن پریس، مرادآباد ۱۸۹۷ء ص ۱۴۴۔ مترجم کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ سرورق پر صرف یہ عبارت درج ہے :" منشی منوہر سروپ ورمانے، بھاشا سے اُردو میں ترجمہ کرا کر لکشمی نارائن پریس، مرادآباد میں چھپوا کر شائع کیا" تیرہویں ادھیا کا ایک اقتباس حسبِ ذیل ہے :-

سوت جی کہتے ہیں کہ بے رشیو، خوش دل راجا ششی دھوج سبھا میں موجودہ لوگوں کے قریب اپنا حال بیان کر کے، ہاتھ جوڑ کر کلکی بھگوان سے کہنے لگا (۱) راجا ششی دھوج بولا کہ بے ہرے، تم ترلوکی کے ناتھ ہو۔ یہ سب راجے آپ ہی کے سہارے ہیں اور ان راجاؤں کو اور مجھے اپنا فرمانبردار خیال کیجیے۔ (۲) میں اب لوگوں کا جو دل پسند ہر دوار ہے، وہاں عبادت کرنے کے لیے جاتا ہوں۔

www.taemeernews.com

یہ سب میرے بیٹے پوتے وغیرہ آپ کے بھروسے پر ہیں۔ آپ ہی ان کی پرورش کریں گے، (۴) ہے دیو دیو، میرا جو مقصد ہے، سو آپ جانتے ہی ہیں۔ پہلے اوتار میں آپ جامبوان اور دوبدی نامی بندروں کو قتل کیا تھا۔ وہ بھی آپ کو یاد ہی ہے ......" (ص ۱۰۸)

(۲) کلکی پوران۔ مترجمہ، پنڈت ہردیال شرما۔ مطبوعہ صادق المطابع، میرٹھ۔ ۱۸۹۷ء ص ۱۷۸: "شری ویاس بھگوان رچت سنسکرت سے بامحاورہ اُردو میں ترجمہ کیا گیا" ترجمے کا نمونہ یہ ہے:۔

"سوت جی نے کہا کہ زاں بعد، برھما جی کے کہنے کے بموجب سب دیوتا باادب سامنے بیٹھ کر کہنے لگے کہ اے دیو، کلجگ کے پاپوں سے دھرم کو بہت نقصان ہو رہا ہے۔ دیوتاؤں کی تکلیف کو سن کر، برھما جی کو بہت رنج ہوا۔ کہا کہ چلو اُن بشنو بھگوان کو خوش کرکے جو بھگتوں کی تکلیف دور کرنے میں مشہور ہیں، ہم کامیاب ہوں گے اور یہ صلاح کرکے برہما جی مع دیوتاؤں کے گولوک میں جہاں بشنو بھگوان رہتے ہیں، جا کر سب نے اُستتی کی اور برھما جی نے دیوتاؤں کی دلی خواہش کو بشنو بھگوان سے ظاہر کیا ....." (ص ۵)

(۳) وشنو پوران، باب اول، مترجمہ، پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی، مطبوعہ رام نرائن پریس، متھرا، ۱۹۱۵ء بڑی تقطیع (ص ۱۱۶)

پنڈت امرناتھ ساحر شریمد بھگوت گیتا" کے مشہور مترجم اور شارح پنڈت جانکی ناتھ مدن کے صاحبزادے ہیں اور انھوں نے ادب وانشا کا صحیح ذوق اپنے والد سے پایا ہے۔ ترجمے کے متعلق دیباچے میں فرماتے ہیں:۔

"اس ترجمے میں یہ امر مدنظر رکھا گیا ہے کہ جن سنسکرت استعارات اور اصطلاحات کے واسطے اُردو زبان میں، ہم پایہ الفاظ اور خیالات دستیاب نہیں ہوئے ان کو مجبوراً استعمال کرنا پڑا ہے ......"

وشنو پوران سنسکرت میں مہرشی پراشر جی کی مشہور تصنیف ہے۔ ترجمے کا ایک

www.taemeernews.com

اقتباس حسبِ ذیل ہے :۔

"شری لشن دیو نظرِ ظاہری سے غائب ہوگئے۔ دہرو نے دل میں سوچا کہ اب کیا کروں اور کہاں جاؤں، وہ جگہ کہاں ہے، جہاں سنت رہتے ہیں، سنتوں کو مجھ سے ملنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ لوگ خواہش کو نیست و نابود کر چکے ہیں' اسی فکر میں غلطاں و پیچاں تھا کہ ہدایتِ ربانی ہوئی اور اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ سنتوں کی صحبت اس وقت نصیب ہوگی جب میں تمام خواہشات سے بے خواہش ہو جاؤں گا۔ پس، اس خیال کو دل میں جگہ دی کہ سوائے پرماتما کے دوسرا کوئی نہیں ہے۔ جب کہ وہی ذاتِ مطلق ہے، تو دنیا اور عقبیٰ کا خیال محض وہم ہے اور اس سے کوئی مطلب نہیں رہتا۔ یہ جسم انسانی بمنزلہ ایک کشتی کے ہے، جس کے وسیلے سے دریائے معرفت سے پار اترتے ہیں۔ جب دریا سے عبور کر گئے اور دوسرے کنارے پر جا پہنچے تو کشتی سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ پس اطمینان ہو گیا کہ جسم عدم ہے اور مجھے اس جسم سے کوئی تعلق نہیں ہے ......" (ص ۲۱)

(۴) فسانۂ توحید :۔ یہ وشنو پوران کے بابِ دوم، سوم، چہارم، پنجم و ششم کا خلاصہ ہے، جسے پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی نے اردو میں پیش کیا ہے۔ مطبوعہ رام نراین پریس، متھرا ۱۹۲۱ء ص ۱۲۸۔

(۵) گنیش پوران منظوم۔ مترجمہ منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع نول کشور، لکھنو، ۱۲۸۰ھ ص ۱۶۔

مترجم کو نظمِ اردو پر بڑی قدرت حاصل ہے، ان کا ترجمہ "راماین" کا ایک نمونہ اوپر گزر چکا ہے۔ گنیش پوران کے ترجمے میں بھی زبان کی سلاست و روانی کا وہی عالم ہے۔ شروع میں اپنے بعض دوسرے ترجموں کا بھی ذکر کرتے ہیں :۔

جب چھپ گیا شیو پران اردو ۔۔۔ مطبوع ہوئی زبان اردو
فرمائشِ دوستاں ہوئی اور ۔۔۔ میں طابعِ حکم تھا بہر طور

www.taemeernews.com

نسخے کیے جب یہ بیں تحریر — مطبع میں چھپے وہ با تصاویر
ایک دوست نے پھر کیا اشارہ — کیوں بحرِ سخن سے ہے کنارہ
منظوم گنیش کی کتھا کر — حاصل ابھی نقد مدعا کر

. . . .

اس کے بعد" آوارہ ہونا راجا جدھشٹر حاکم ہستنا پور کا وطن سے اور تدبیر فرمانا سری کرشن جی کا واسطے حصولِ سلطنت کے" اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ہر دم رہے دل کو یاد گنپت — ہر لحظہ ہو اعتقاد گنپت
تھا ہند میں ایک شہر معمور — مشہورِ زمانہ ہستنا پور
حاکم تھا وہاں خجستہ اختر — ذی مرتبہ راجا جدھشٹر
شہ زور تھے شہ کے چار بھائی — سرمایۂ لطف و آشنائی
جرار و جری، فہیم و بے ریو — ارجن، نکل، اور بھیم، سہدیو
اقبال نے دفعتاً کمی کی — ادبار نے شہ کی ہمدمی کی
آثارِ خزاں چمن میں آیا — خورشیدِ فلک گہن میں آیا
کھیلا جو وہ نیک بد کے چوسر — دم بھر میں حریف نے لیا زر
قسمت میں بدی ہوئی تھی خواری — دولت وہ تمام بد کے ہاری
ثروت گئی، شہ کا راج چھوٹا — دولت گئی، تخت و تاج چھوٹا
چھکے چھٹے ان کے ایک دم میں — پانچوں پھنسے پنجۂ الم میں
ششدر ہوئے صاف آنندوار — صحرا کو گئے وہ چار و ناچار
چکرا دیئے بختِ ناتواں نے — گردش یہ دکھائی آسماں نے
شری کرشن سے ہو کے دل شکستہ — کی شہ نے یہ عرض دست بستہ
تدبیر بتائیے جہاراج — لوں راج عدو کو کر کے تاراج
فرمایا کہ اے شہِ جواں بخت — ہو جائیں گے دور صدمۂ سخت
پوجا ہے سری گنیش جی کی — ہر لحظہ امید ہے خوشی کی (ص۲)

www.taemeernews.com

منوسمرتی

منوسمرتی۔ ہندوؤں کا نہایت مشہور اور مستند دھرم شاستر ہے۔ اس کا زمانۂ تالیف بعض محققین کے نزدیک پانچویں صدی قبل مسیح ہے لیکن پروفیسر بولر BUHLER کا خیال ہے کہ یہ کتاب، اپنی موجودہ شکل میں دوسری صدی عیسوی کے اوائل سے پہلے موجود نہ تھی، اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ مضامین کے اعتبار سے یہ بہت کچھ اپنے سابق نسخوں سے ماخوذ ہے[1]۔ مجھے اس کتاب کے جو اُردو ترجے مل سکے وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) منوسمرتی۔ مترجمہ، سوامی دیال۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ بار ششم ۱۸۸۹ء ص ۴۹۲ ترجمہ، سنسکرت متن کے ساتھ ہے۔ نمونہ یہ ہے۔

"ادھیائے ۴ ۔ معاش و اخلاق"

۱۔ تمام عمر کے چار حصے فرض کر کے اول حصے تک گروکل میں باس کرے، دوسرے حصے تک شادی کر کے گھر میں رہے۔

۲۔ جو وجۂ معاش ایسی ہے کہ حاصل کرنا اس کا بحالتِ عدم ایذا رسانی جانداران یا کم ایذا دہی جانداران ممکن ہے، اس سے براہمن اپنی بسر اوقات کرے، بشرطیکہ وقتِ مصیبت نہ ہو۔

۳۔ اعمالِ نیک سے اور ایسے طریقے سے کہ جس سے بدن کو تکلیف نہ ہو صرف اپنے کھانے بھر کو دولت جمع کرے۔

. . . .

۱۱۔ واسطے حصولِ معاش کے دروغ گوئی و شیریں زبانی و مضحکہ نہ اختیار کرے۔ دروغ و فریب والی معاش کو ترک کر کے، براہمنوں کی نیک معاش سے اپنی بسر اوقات کرے۔

۱۲۔ قناعت کر کے اوقات کو قابو میں لاوے۔ کیونکہ خوشی کی بنیاد قناعت ہے اور رنج کی جڑ بے صبری ہے۔

---

[1] "ہندوستان کے بڑے مذاہب" از بٹانی ص ۲۷

www.taemeernews.com

۱۴ - من جملہ معاش مفصلہ بالا کے کسی معاش سے اوقات گزاری کرے اور وید پڑھنے سے فارغ ہو کر، سماورتن کے واسطے اندریوں کو قابو میں لاوے اور سورگ اور عمر اور نیک نامی کے واسطے، مفید برت جو آگے کہیں گے اس کو کرے" (ص ۱۷۰ - ۱۱۵)

(۲) جگت سمرتی : مطبوعہ مطبع بھارت، سیالکوٹ ص ۱۱۵، سنہ طباعت درج نہیں، مترجم کا نام بھی کتاب پر نہیں ہے۔ سرورق پر یہ عبارت درج ہے: "ترجمہ اگر منتھ لاثانی "منو سمرتی" زبان سنسکرت جس کو شاہزادہ جگجوت سنگھ صاحب۔ خلف کنور نشوار سنگھ، نبیرہ مہاراجا رنجیت صاحب سرگباشی، والیِ ملک پنجاب نے بصرفِ زرِ کثیر، بڑے بڑے عالم و فاضل پنڈتوں سے واسطے رفاہِ عام کے" اصل زبان سنسکرت سے زبانِ اردو میں ترجمہ کرایا"۔

یہ کتاب منو سمرتی کا پورا ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس کا انتخاب ہے، جیسا کہ دیباچے میں تصریح کردی گئی ہے۔ دیباچہ پنڈت سندر لال دوبے، مالک اخبار بھارت و مطبع بھارت کے قلم سے ہے، اس کے مندرجہ ذیل حصے خاص توجہ کے مستحق ہیں:-

"ناظرینان والانظر پر مخفی و محتجب نہ رہے کہ جناب شہزادہ جگجوت سنگھ صاحب نے اس کتاب مستطاب موسوم بہ جگت سمرتی کے تالیف کرانے سے تمام گروہ اہلِ ہنود پر ایک ایسا احسانِ عظیم فرمایا ہے کہ جس کے بارِ منت سے ہم ہماری آئندہ نسلیں، کبھی سبکدوش نہ ہوسکیں گی اور اہلِ ہنود اس لیے بھی تا بہ زندگی بارِ احسان نہ بھولیں گے کہ سنسکرت کے نہ جاننے والے، بھاشا سے نفرت کرنے والے اور اردو کے قدردان، اس مقدس صحیفے کو پڑھ کر اپنے دھرم و کرم میں محفوظ رہیں گے اور اس کی کنٹھ مالا بنا کر روحانی زندگی کا سرور حاصل کریں گے اور بچے بھی اس کے سبق سے بہرہ ور ہو کر گمراہی و بربادیٔ دھرم سے محفوظ رہیں گے۔

. . . .

اس انتخاب میں یہ بھی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے کہ جو اشلوک کسی خاص فرقے کے متعلق تھے، وہ بہ لحاظ رفعِ خصوصیت اس انتخاب میں شامل و داخل نہیں کیے

www.taemeernews.com

گئے" تاکہ تمام کافۂ اعظم، اہلِ ہنود کے جمیع فرقے اور ہر ایک شعبہ و شاخ پیروانِ مذہب ہنود کے ممبر اس دریائے فیض سے یکساں فیض یاب ہوسکیں......"

مندرجہ بالا عبارت، ایک ہندو پنڈت کے قلم کی ہے اس مولویانہ طرزِ تحریر سے آج مسلمان بھی پرہیز کرتے ہیں۔ پنڈت سندرلال نے اس کتاب کی تالیف پر جن اسباب سے "اہلِ ہنود" کی احسان مندی کا اظہار کیا ہے، وہ قابلِ غور ہیں۔ ان کے اس خیال سے تو شاید کم لوگ متفق ہوں گے کہ ہندوؤں میں ایسے بھی ہیں جو بھاشا سے نفرت کرتے ہیں لیکن اس حقیقت سے کسی انصاف پسند کو انکار نہ ہوگا کہ اُردو کے ہندو قدردانوں کی تعداد حدِ شمار سے باہر ہے، علاوہ سینکڑوں دوسری کتابوں کے، جو ہندوؤں نے اُردو میں تصنیف و تالیف یا ترجمہ کرکے شائع کی ہیں؛ "منوسمرتی" جیسی مذہبی کتاب کا انتخاب اردو میں تیار کرانا تاکہ اہلِ ہنود کے جمیع فرقے اور ہر ایک شعبہ و شاخ پیروانِ مذہبِ ہنود کے ممبر، اس دریائے فیض سے یکساں فیضیاب ہوسکیں، اور بچے بھی اس کے سبق سے بہرہ ور ہوکر گمراہی و بربادی دھرم سے محفوظ ہوسکیں ہندوستان میں اُردو کے مقبولِ عام ہونے کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔

ترجمے کا انداز یہ ہے :۔

۱ "منُ جی یکچت بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس بڑے بڑے رشی لوگ آئے اور پرت پوجن کرکے یہ بات کہی کہ

۲۔ اے بھگوان، سب ورنوں اور ورن سنکروں کے دھرم کو ٹھیک ٹھیک ہم سے کہیے۔ کیوں کہ

۳۔ اے پربھو، اچنت و بجید و قدیم وید میں بیان کیے ہوئے جو بہت طرح کے کرم ہیں، اُن کے اصل مطلب کو جاننے والے ایک آپ ہی ہیں" (ص ۱)

(۳) منوسمرتی : مترجمہ، کرپارام شرما جگرانوی۔ مطبوعہ ویدک دھرم پریس، دہلی ص ۴۹۲ سنہ درج نہیں۔

یہ ترجمہ متن کے ساتھ ہے اور کہیں کہیں نوٹ بھی دے دیئے ہیں۔ عبارت میں بہ نسبت سابق دو ترجموں کے زیادہ سلاست اور شستگی ہے۔ مثلاً

"۱۔ دھرم کے مطابق چلنے والے مرد عورت کے وصل اور جدا ہونے کے قدیم طریقوں کو

www.taemeernews.com

بیان کرتے ہیں کہ کس وقت عورت کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے۔

۲۔ رات دن عورت کو پتی کے ذریعے سے بے اختیار رکھنا چاہیے اور جو عورت وشے کی خواہش رکھتی ہو، اس کو بالکل آزادی نہ دینی چاہیۓ بلکہ وہ مالک کے ساتھ رہے۔

۳۔ لڑکپن میں باپ جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں بیٹا، عورتوں کی حفاظت کرے، کیوں کہ عورتیں خود مختار ہونے کے لائق نہیں ہیں۔

۴۔ کنیادان کے وقت، کنیا کو نہ دیوے تو باپ اس کا پاپی ہوتا ہے اور حیض سے فراغت ہونے پر شوہر اس سے جماع نہ کرے تو وہ پاپی ہوتا ہے اور بحالت وفاتِ شوہر کے بیٹا اپنی ماں کی حفاظت نہ کرے تو وہ پاپی ہوتا ہے۔

۵۔ بری صحبت سے بھی عورتوں کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ عورتیں غیر محفوظ رہنے سے دونوں کُل (یعنی خاندانِ شوہر و خاندانِ والد) کو رنج پہنچاتی ہیں ...."

(نواں ادھیائے، ص ۳۲۷)

(۴) منوسمرتی :- مترجمہ، ناشر آتمارام، مطبوعہ واشنگٹن پریس، لاہور۔ ص ۲۸۸ سنہ طباعت درج نہیں۔ اس کے ابتدائی حصے کا اقتباس حسبِ ذیل ہے۔ اس سے برہماجی کی پیدائش کا حال معلوم ہوتا ہے :

آ۔ منوجی بخاطر جمع بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے آس پاس بڑے بڑے رشی لوگ آئے اور باہم ادب و آداب کے بعد یہ بات کہی کہ

۲۔ اے بھگوان، سب ورنوں اور ورن سنکروں کا دھرم ٹھیک ٹھیک ہم سے کہیے، کیوں کہ ـــ

۳۔ اے پربھو، خیال سے باہر کیوں کہ لامحدود اور قدیم وید میں بیان کیے ہوئے جو بہت طرح کے کرم ہیں، ان کے اصل مطلب کے جاننے والے ایک آپ ہی ہیں۔

۴۔ جب ان مہاتماؤں نے، اس طرح سے اس نورانی صورت مہاتما سے پوچھا، تب سری منوجی نے ان سب رشیوں کی پوجا کر کے کہا کہ سنئے :-

www.taemeernews.com

(نوٹ :۔ منوجی کی ریشی پوجن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مکان پر آئے ہوئے چھوٹے کا بھی پوجن ہوتا ہے)

۵ ۔ یہ سب جگت پہلے پرکرتی، یعنی جڑ ڈلانیجزنی کی حالت میں چھپا ہوا تھا اور اس کا کچھ علم و نشان نہ تھا اور نہ دلیل سے معلوم ہو سکتا تھا، خواب کی سی حالت میں تھا۔

۶ ۔ اس کے پوشیدہ ولازوال قوت رکھنے والے اور اندھکار کا ناش کرنے والے، پرمیشور پرماتما نے عناصر اور سانکلپک یعنی ماں باپ کے بغیر پیدا ہونے والے لوگوں کو پیدا کیا۔

۷ ۔ جو مکت جیو اندریوں سے الگ و باریک و پوشیدہ و ہمیشہ بے فکر و سب مخلوقات کی جان ہے، آپ سے آپ سانکلپک شریروں میں داخل ہوئے۔

۸ ۔ اور اس کے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ اپنے بدن سے ایک قسم کی خلقت پیدا کرنی چاہیے تو اس نے، پہلے پانی یعنی رج کو پیدا کیا پھر اس پانی میں بیج ڈالا۔

۹ ۔ تب وہ بیج مثل طلا و آفتاب کے، بصورت براٹ کی گولائی کے انڈا بن گیا پھر اس سے برھما جی، یعنی ویدوں کے جاننے والے ابو الخ رشی جو تمام مخلوقات کے پیدا کرنے والے ہیں، آپ سے آپ پیدا ہوئے۔" (ص ۱-۲)

درشن

درشن۔ یعنی کتب فلسفہ حقیقتہً مذہبی کتابوں میں شامل نہیں ہیں لیکن ان کا شمار مذہب کی معقولات میں ہوتا ہے۔ ہندو مذہب کا بنیادی اصول موکش، یعنی نجات ہے۔ اسی منزل تک پہنچنے کے لیے عمل (کرم)، علم (گیان)، اور محبت و عقیدت (بھگتی) کے تین راستے اختیار کیے گئے۔ ہندو حکما منقولات کو، اس مقصد کے لیے کافی نہ سمجھ کر معقولات کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے مسئلہ نجات کی فلسفیانہ تشریح کر کے اس کے حصول کے طریقے بتائے لیکن چوں کہ عقلی مباحث میں اختلاف کی بڑی گنجایش ہوتی ہے اس لیے ہندو فلسفے کے بھی مختلف اسکول یا مذاہب قائم ہو گئے، ان میں سے چھ جو کھٹ درشن کہے جاتے ہیں زیادہ مشہور اور مستند ہیں، ان کے نام حسب ذیل ہیں :-

www.taemeernews.com

۱ ۔ میمانسا　　مرتبہ جیمنی
۲ ۔ ویشیشک　　" کنادرشی
۳ ۔ نیائے　　" گوتم
۴ ۔ سانکھیہ　　" کپل
۵ ۔ یوگ　　" پنتجلی رشی
۶ ۔ ویدانت　　" ویاس

بابو شیوبرت لال ورمن اپنی کتاب " سانکھیہ فلاسفی " کے دیباچے میں لکھتے ہیں :۔

" اکثر لوگ غلطی سے ان چھ فلسفوں کو ایک دوسرے کا مخالف سمجھتے ہیں ۔ یہ بالکل خام خیالی ہے ۔ کیوں کہ یہ مفرد عمارت کے متعدد و مختلف حصے ہیں اور سب کا مقصد واصل الاصول ایک ہے ۔ سب موکش کے مضمون پر وچار کرتے ہیں اور اسی کی پراپتی اور حصول کو انسانی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں ۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ہر درشن نے اپنے درجے اور مقصد کو مدنظر رکھ کر دوسرے کے مضمون سے کم غرض رکھا ہے اور حتی الامکان اپنے آپ کو ایک خاص دائرے کے اندر محدود رکھا ہے ۔ ان چھوں میں سے اگر ایک کو خارج کر دیجئے تو ساری عمارت دھم سے نیچے آرہتی ہے اور اگر ان کے مخصوص مضامین پر وچار کرتے ہوئے ، بتدریج زینہ بہ زینہ چڑھتے جایئے تو بہ آسانی مقصد کے بام تک پہنچنا ممکن معلوم ہوتا ہے ۔

میمانسا نے کرم پر زور دیا ہے ، کیوں کہ کرم کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں بنتا ۔ ویشیشک میں وقت پر بحث ہے ، بلا وقت خرچ کیے کچھ نہیں ہوتا ۔ نیا میں علت مادی پر گفتگو ہے ، کیوں کہ کائنات مادے سے ہے ۔ سانکھیہ میں عناصر وغیرہ پر بات چیت ہے ...... اور اسی وجہ سے درجہ بدرجہ مقصد تک پہونچنے کی امید ہو سکتی ہے ۔ یوگ کا مطلب غور و فکر ، سوچ بچار ہے ۔ جس بات کو سانکھیہ نے نظری طور پر ظاہر کیا ہے ، اس کو عملی پہلو سے ثابت کرنا یوگ کا کام ہے ۔ ویدانت کا مقصد برھم سے ہے ، کیونکہ وہ خالق ، مالکِ کل اور آفرینش کا انتظام کرنے

www.taemeernews.com

والا ہے۔"

کھٹ درشن ہیں، یوگ اور ویدانت کی متعدد کتابوں کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ میمانسا اور ویشیشک پر کوئی کتاب مجھے نہیں ملی۔ سانکھیہ اور نیائے پر صرف ایک کتاب ملی ہے۔

(۱) سانکھیہ فلاسفی :۔ مولفہ بابو شیو برت لال ورمن۔ مطبع ستیہ دھرم پرچارک جالندھر۔ ص ۹۰۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ یہ وہی کتاب ہے جس کے دیباچے کا ایک اقتباس ابھی پیش کیا گیا ہے۔ سانکھیہ کے اصول کی توضیح کرتے ہوئے بابو شیو برت لال لکھتے ہیں:۔

سانکھیہ کی تعلیم کے بموجب ہر سہ قسم کی تکالیف و مصائب سے نجات پانا جیو آتما کا فرض عین اور اعلیٰ مقصد ہے۔ اور سانکھیہ اس تدبیر کی اشاعت کرتا ہے جس سے یہ حالت انسان کے جیتے جی یا موت کے بعد حاصل ہو جائے۔ تین قسم کے دکھوں کے نام ادھیاتمک، ادھ دیوک، ادھ بھوتک ہیں۔ پہلی قسم میں جملہ امراض جسمانی، قلبی، و غلبات نفسانی وغیرہ شامل ہیں اور اپنی خاص ذات سے متعلق ہیں۔ باقی دو قسم کے دکھ خارجی ہیں یا اور خارجی اسباب سے پیدا ہوتے ہیں عناصر، سورج وغیرہ حرارت، تمازت رعد وغیرہ کی گرج سے جو دکھ ہوتے ہیں وہ ادھ دیوک، اور جانور، حشرات الارض وغیرہ سے جو تکالیف پیدا ہوتی ہیں، ادھ بھوتک کہلاتی ہیں۔ ان سب مصائب سے نجات پانا آنند و سرور کی حالت ہے۔ کپل اور ان کے پیرو کاروں نے تلقین کیا ہے کہ صرف سچے گیان سے نجات مل سکتی ہے۔ ان کی سمجھ میں خارجی تدابیر قابل اطمینان نہیں ہیں۔ ان شکایتوں کے دفعیے کی دو تدبیریں ہیں۔ ایک ظاہری، دوسری شرعی۔ ظاہری تدابیر میں ہر طرح کے

www.taemeernews.com

معالجات، ضروری پرہیز اور لوازمات کا شمول ہے۔ شرعی تدابیر شریعت کے اراکین کے انجام دینے سے مراد ہے۔ یہ ہر دو طریقے غیر مکمل و ناقص ہیں۔ ممکن ہے عارضی طور پر کچھ عرصے کے لیے ان مصائب کا دفعیہ کر دیا جائے، مگر اس سے کبھی اطمینان نہیں ہوتا۔ اوّل تو وہ شکایتیں ہمیشہ کے لیے دور نہیں ہو سکتیں، دوسرے ان کے پھر بار بار ہو جانے کا احتمال ہوا کرتا ہے۔ ان سے قطعی نجات پانا صرف گیان سے ممکن ہے اور وہ گیان پورش، پرکرتی، مادّہ، عناصر وغیرہ کا سچا علم ہے۔"

(۲) نیائے درشن: مترجمہ، سوامی درشنا نند۔ مطبوعہ رہبر پریس، مراد آباد ص ۸۴ ۲ سنہ درج نہیں۔

اُردو ترجمہ سوال و جواب کے پیرائے میں ہے۔ اصل کتاب کا یہ طرز نہیں ہے سنسکرت عبارتیں جو ترجمے کے ساتھ دی ہوئی ہیں، بہت مختصر ہیں۔ دیباچے میں مترجم نے نیائے درشن کی غرض و غایت اس طرح سمجھائی ہے:۔

"ہر ایک آدمی جو دنیا میں موجود ہے، ہمیشہ دکھ اور سکھ محسوس کرتا ہے اور سب کی کوشش یہ ہے کہ وہ دکھ سے چھوٹ کر سکھ حاصل کرے۔ لیکن باوجود سکھ کی خواہش اور دکھ سے نفرت کے نہ تو ہر ایک کو سکھ حاصل ہے اور نہ ہی دکھ سے چھٹکارا نصیب ہوتا ہے۔ اس عجیب حالت کو دیکھ کر کہ سکھ حاصل کرنے اور دکھ سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے یہ ناکامیابی کیوں ہوئی جب اس کے اسباب کی تحقیق کی جاتی ہے تو پتہ لگتا ہے کہ انسان کی ساری طاقتیں محدود ہیں، اس واسطے اس کا علم بھی محدود ہے، اس کا تعلق جو اشیاء کے ساتھ ہوتا ہے، وہ بذریعہ حواس یا من کے ہوتا ہے اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ان اوزاروں سے معلوم نہیں ہوتیں، اس واسطے تیسری چیز معلوم کرنے والی عقل ہے۔ اگر ان تینوں چیزوں میں سے کسی میں فرق آجاوے تو گیان میں ضرور فرق آجاوے گا اور جہاں گیان میں فرق ہوگا وہاں عمل بھی غلط ہوگا اور جہاں عمل میں غلطی ہوئی تو نتیجہ برعکس ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس لیے ہر ایک کام کے نتیجے کو ٹھیک طور پر حاصل کرنے کے واسطے ہر ایک چیز کے

www.taemeernews.com

عمل کو صحیح طور پر کرنا ہے اور عمل کو صحیح طور پر کرنے کے واسطے علم کا صحیح ہونا لازمی ہے۔ جہاں علم میں غلطی ہوگی، وہاں سب نتائج غلط ہوں گے۔ اس واسطے انسان کا فرضِ اعلیٰ یہ ہے کہ وہ ہر ایک عمل سے پہلے علم کے وسائل مہیا کرے، کیوں کہ جس صرّاف نے سونے کے امتحان کے واسطے محک یعنی کسوٹی کو حاصل نہیں کیا اور وہ اس کو عمل میں لانے کے طریق سے ناواقف ہے، وہ صرّاف نہ تو اپنے بیوپار میں فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ صرّاف کہلانے کا مستحق ہے...... اس طرح پر انسان اپنے آتمک فرائض کو پورا کرنے کے واسطے اگر بغیر تحقیقات کے کام کرے گا، تو ضرور اُسے تکالیف کا سامنا ہوگا اور اگر تحقیقات کر کے کام کرے گا، تو مکتی حاصل کر سکتا ہے اور انسان کو تحقیقات کے سامان بہم پہنچانے کے واسطے نیائے شاستر سب سے ضروری سادھن ہے جو شخص نیائے شاستر سے ناواقف ہے وہ کسی چیز کی بھی ماہیت کو ٹھیک طور پر نہیں جان سکتا اور جو شخص اس نیائے شاستر کو پورے طور پر سمجھ جاوے، تو کوئی انسان خواہ کتنا ہی چالاک ہو، اس کو دھوکا نہیں دے سکتا اور مذہبی اور علمی مباحثوں میں جو باتیں عوام کی نظر میں بہت مشکل معلوم ہوتی ہیں وہ اس علم کی ماہیت جاننے والے کے واسطے بہت ہی آسان معلوم ہوتی ہیں اور جن سوالوں کا عقلی جواب دینے میں دنیا کے بڑے بڑے مذہب گھبراتے ہیں، اس فلاسفی کا جاننے والا آسانی سے اس کو بتلا سکتا ہے۔"

ہندو مذہب کی متفرق کتابیں

ہندو مذہب کی اہم ترین کتابوں کے علاوہ جن کی اردو عبارتوں کے اقتباسات پیش کیے جاچکے ہیں اور کتابیں بھی نظر سے گزریں، ان کی فہرست حسبِ ذیل ہے:۔

(۱) شری مد بھاگوت: مترجمہ، منشی سوامی دیال کالیتھ، مطبع نول کشور لکھنو۔ بارِ دہم ۱۹۲۳ء بڑی تقطیع۔ ص ۶۸۸۔ اس ترجمے کا پہلا ایڈیشن ۱۸۷۴ء میں نکلا تھا۔ عبارت میں بھاشا کا عنصر غالب ہے۔

(۲) ٹیکا سری مد بھاگوت اور کنجی موکش:۔ مرتبہ لالہ نین سکھ رائے۔ امپریل بکڈپو پریس، دہلی ص ۱۱۴ اس کتاب کے شروع کے تیس صفحے، "کنجی موکش" کے ہیں، جس میں ہندو مذہب کی تعلیمات، سوال جواب

www.taemeernews.com

کے طرز میں بیان کی گئی ہیں ۔ اس کے بعد سری مدبھاگوت کی شرح ہے ۔

(۳) دسم اسکندھ : سری مدبھاگوت منظوم، از منشی سردار سنگھ تسیم، مطبع نول کشور لکھنو ۱۸۸۱ء بڑی تقطیع ص ۲۶۴۔

(۴) بھگوتی اتہاس : ترجمہ دیوی بھاگوت۔ از پنڈت پیارے لال کشمیری، مطبع نول کشور لکھنو، ۱۸۸۱ء بڑی تقطیع ص ۵۸۵

(۵) بشن سہسر نام ستیک :۔ مصنف، بیاس جی، مترجم کا نام درج نہیں، مطبع نولکشور، لکھنو۔ ۱۸۸۲ء۔ ص ۱۴۰۔

اس کتاب میں ایشور کی وحدانیت اور اس کی ذات و صفات سے متعلق سنسکرت اشلوک درج کر کے اردو میں ان کی شرح کی گئی ہے ۔

(۶) بیداستت :"جو سری مدبھاگوت" کے ادھیائے ۸۸ میں درج ہے " مترجمہ لالہ بلدیو سنگھ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۸۱ء ص ۳۲

اس مختصر رسالے میں سنسکرت عبارتوں کے ساتھ ان کی شرح اردو میں لکھی ہے ۔

(۷) گیتا مہاتم منظوم :- از منشی رام سہائے تمنا، مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دوم ۱۸۷۵ء ص ۲۶۔
اس میں "بھگوت گیتا" کے پڑھنے کا اثر مختلف کہانیوں میں بیان کیا ہے، یعنی گیتا کے پڑھنے سے لوگوں کو دنیا میں کیسے کیسے فائدے پہنچے اور کس طرح بڑی بڑی مصیبتوں سے نجات ملی ۔

(۸) گیا مہاتم ۔ مترجمہ منشی لال جی ۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دوم ۱۸۸۴ء ۔ ص ۴۸ ۔

اس میں گیا کے تیرتھ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں ۔

(۹) لودھیشٹر مہاتم :۔ مترجمہ منشی کنور بہادر۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۔ ۱۸۸۰ء ص ۱۴ ۔

عبارت میں بھاشا کے الفاظ زیادہ ہیں ۔

(۱۰) شری وگیان کرشنائن :۔ مولفہ، بابو شیوبرت لال ورمن، آریہ اسٹیم پریس، لاہور ص ۴۲۲ سنہ درج نہیں ۔

اس کتاب میں شری کرشن جی کے حالات زندگی اور ان کی تعلیمات کا بیان ہے ۔

جگیاسو، سوال کرتا ہے اور شیو، اس کا جواب دیتے ہیں ۔ یہاں شیو سے مراد خود مولف کتاب یعنی شیوبرت لال ورمن ہیں ۔

www.taemeernews.com

(۱۱) پورن دھرم : مولفہ پنڈت نرمل چندر۔ پرکاش اسٹیم پریس، لاہور۔ ص ۱۹۰۔ سنہ طباعت درج نہیں۔

اس کتاب کے تین حصے ہیں، "گیان"، "گیان یوگ"، "کرم یوگ" یہ جلد گیان یوگ پر ہے۔ اس کی عبارت بہت شستہ ہے۔ نمونہ مندرجہ ذیل ہے :-

"آتم سادھن

مجھے کیا کرنا چاہیے

"اب تک آتم گیان (ویدانت) کے صرف علمی یا نظری پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ جگیاسو، کو اس کے سوالات، میں کون ہوں، یہ کیا ہے اور کیوں ہے، زندگی کے کیا معنی ہیں، کا جواب دیا گیا ہے، جگیاسو نے جان لیا ہے کہ وہ خود جسم، طاقت یا خیال نہیں بلکہ آتما (ذات) ہے اس کا اپنا آپ عین ہستی، عین علم اور عین سرور ہے۔ اس کا ہونا ہی اور سب کچھ ہونے کی شرط ہے اور اس کا جاننا ہی سب کچھ جاننے کی شرط ہے اور اس کا جاننا ہی اور سب کچھ جاننے کی شہادت ہے۔ اس کی ذات میں غیر محدود ارادت۔ طاقت، زندگی، حکمت، حسن، محبت، پاکیزگی اور سرور کے خزانے موجود ہیں . . .

یہ سارے بھید کھل جانے پر، جگیاسو کے وجود کا عملی پہلو سوال کرتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیا صرف اتنا جان کر چھٹی ہوئی کہ میں آتما ہوں، سارا جگت میرا سوبھاوک چمتکار ہے اور جگت میں ہر ایک جزو، اپنے کل کے لیے جیتا ہے جو روشنی طاقت میں تبدیل نہیں ہو سکتی، وہ سراسر دھوکا ہی ہے اور جو علم اپنا عملی پہلو نہیں رکھتا، وہ بھی بے سود دل لگی کے سوا کچھ نہیں۔ واقعی روشنی میں رنگ اور طاقت دونوں موجود رہتے ہیں۔ اسی طرح، وہی گیان سچا گیان ہے جو بھاؤ (جذبے) اور کرم (عمل)، میں ظاہر ہو، ورنہ وہ زندہ گیان نہیں بلکہ اس کی بے جان اور پھیکی سی تصویر ہے آتم گیان صرف دماغی شے نہیں بلکہ وہ زندہ روشنی ہے، جو دماغ سے گزر کر دل کو آباد کرتی ہے۔ اسے عالم گیر محبت، کامل پاکیزگی

www.taemeernews.com

بیحد نیکی، انتہاہ بردباری اور غیرفانی سرور کے رنگوں سے رنگ دیتی ہے اور انچھوں کے اندر عملی طاقت کی وہ بجلی بھردیتی ہے، جس کی طرف آسمانی بجلی بھی آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتی" ص (۶۲ - ۱۶۰)

(۱۲) پوتھی گیان پرکاش: مولفہ، منشی گلزاری لال، مطبع نول کشور لکھنو۔ بارِ دوم ۱۸۷۱ء ص ۷۰۔ یہ رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے:۔

بابِ اوّل: اوصاف اچار وبچار ونیم ودھرم وغیرہ"

بابِ دوم: اوصاف چاروں ویدوں وغیرہ اور چاروں برن اور چاروں آسرم وغیرہ"

بابِ سوم: اوصاف گیان ودھیان وغیرہ۔

(۱۳) جیون چرتر سوامی رام کرشن پرمہنس: جس کو کارپردازانِ پستک بھنڈار، لاہور نے پروفیسر میکس مولر کی انگریزی تصنیف LIFE & TEACHING OF SWAMI RAM KRISHNA PARMAHANS اور چند مستند بنگالی تصانیف سے اقتباس کر کے گردھر اسٹیم پریس، لاہور میں چھپوایا: ۱۹۲۵ء ص ۱۴۹۔

سری رام کرشن کی تعلیمات زیادہ تران کے اقوال میں پیش کی گئی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:۔

جب تک شہد کی مکھی کنول کے باہر پھرتی ہے اور شہد کا مزہ چکھا نہیں ہوتا، تب تک وہ ہوں ہوں کرتی رہتی ہے۔ لیکن جب کنول کے اندر بیٹھ کر امرت پینا شروع کردیتی ہے، تو بالکل خاموش ہوجاتی ہے۔ اسی طرح آدمی جب تک مسئلہ مسائل کے بحث مباحثہ میں الجھا رہتا ہے، تب تک اس نے حقیقی ایمان کا امرت (آبِ کوثر) چکھا نہیں ہوتا لیکن جب وہ آبِ کوثر کو منھ لگا لیتا ہے تو پھر خاموش ہوجاتا ہے۔" (ص ۷۰)

"جس عورت کا ایک بادشاہ عاشق ہو، وہ ایک ٹکڑا گدا کی محبت قبول نہیں کرتی، اسی طرح جس روح نے خدا کی نظرِ عنایت حاصل کرلی ہے، اُسے دنیا کی

www.taemeernews.com

خفیف چیزوں کی حاجت نہیں رہتی ۔" (ص ۱۷)

" عابد کی طاقت کیا ہوتی ہے ؟ وہ خدا کا بچہ ہوتا ہے اور آنسو اس کی زبردست طاقت ہوتے ہیں ۔" (ص ۶۲)

(۱۴) مہاراج سری کرشن اور ان کی تعلیم :- از لالہ لاجپت رائے ، مطبوعہ ہندوستانی برقی پریس ، لاہور ، سنہ ۱۹۰۰ء ، ۲۲۳

اس کتاب کا حوالہ دو بار پہلے گزر چکا ہے ۔ اس میں سری کرشن کی تعلیم کو بیان کرتے ہوئے مؤلف نے "کرشنا ازم" کی اصطلاح پر اعتراض کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ سری کرشن نے کسی مذہب کی بنیاد نہیں رکھی ۔ وہ لکھتے ہیں :-

" یہ لفظ ان انگریزی خواں ہندوؤں کی ایجاد ہے ، جو باوجود اپنی انگریزی تعلیم کے پورانک ہندومت کے اس حصے کے قائل ہیں جس کو ہندوؤں کی بول چال میں وشنو دھرم کہا جاتا ہے ۔ شاید ساری سنسکرت لٹریچر میں کوئی لفظ ایسا نہیں ملے گا ، جو مذہب عیسوی ، مذہب محمدی اور بودھ دھرم کی طرح کرشن کے نام کے ساتھ کسی مذہب یا دھرم کا سمبندھ ظاہر کرتا ہو ۔ کرشن کے انگریزی خواں مداحوں نے سنسکرت لٹریچر کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش میں کرشن کے نام پر ایک مذہب کی بنیاد ڈالی ہے ۔ جس کو وہ "کرشنا ازم" کہہ کر پکارتے ہیں ۔ ورنہ سنسکرت لٹریچر کے مطالعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سری کرشن نے نہ تو کسی مذہب کی بنیاد ڈالنے کا دعویٰ کیا اور نہ اس نے کسی ایسے مذہب کی تعلیم دی ، جو مناسب طور پر اس نام سے منسوب کیا جاسکے ...... پراچین ہندومت میں اعلیٰ ترین خوبی یہی ہے کہ اس کی بنیاد کسی انسان کی تعلیم پر نہیں ۔" (ص ۲۰۳)

" خلاصۂ کلام یہ کہ ہماری رائے میں کرشن مہاراج نے کوئی دھرم نہیں چلایا جس کو ہم ان کے نام سے منسوب کریں اور اس لیے لفظ "کرشنا ازم" کا اطلاق ان اپدیشوں پر ہے ۔ جو کرشن مہاراج نے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ارجن اور دیگر سمبندھیوں کو دیے ۔ اور جن پر اچین ویدک گرنتھوں کی نشکام فلاسفی پر زور دیا گیا ہے ، تو

www.taemeernews.com

مضائقہ نہیں ۔ کیوں کہ گو "کرشنا ازم" کسی خاص مذہب کا نام نہیں، جس کو کرشن مہاراج نے چلایا، مگر اس میں کلام نہیں کہ نشکام دھرم کا جس قدر پرجوش اُپدیش کرشن مہاراج کے کلام میں ملتا ہے اس قدر زور و شور سے، اس کی تلقین دیگر رشیوں اور منیوں کے کلام میں نہیں ملتی ۔ بھگوت گیتا کے مختلف ادھیائے، گو مختلف مضامین پر حاوی ہیں لیکن سب کا خاتمہ نشکام دھرم کی تعلیم پر ہوتا ہے ۔ مہابھارت میں بھی کرشن مہاراج کے مختلف اقوال میں نشکام دھرم سب پر دھان ہے ۔ ان کی ہر ایک تقریر کا لب لباب یہی ہے ․․․․" (ص ۲۰۶)

(۱۵) پریم ساگر منظوم :- از شنکر دیال فرحت ، مطبع ثمر ہند (مقام درج نہیں) سنہ ۱۲۸۰ھ ص ۵۹ ۔

(۱۶) پوتھی موکش گیان : مولفہ، جے گوپال، مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۸۸۴ء ۔ ص ۲۰

اس مختصر رسالے میں موکش یعنی نجات حاصل کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں ۔ پیرایہ سوال وجواب کا ہے ۔

اخلاقی کتابیں

خالص مذہبی کتابوں کے علاوہ، ہندوؤں نے اپنے مذہبی اخلاق پر بھی بہت سی کتابیں اردو میں لکھی ہیں ۔ ذیل میں صرف ان کتابوں کا ذکر ہے، جو مجھے دستیاب ہوسکیں ۔

(۱) بھرتری شتک : مترجمہ، بابو جگ بنس رائے، وویا ساگر پریس، علی گڑھ ۔ سنہ ۱۹۰۱ء ص ۵۹

اس کتاب میں تین باب ہیں، پہلا اخلاقی مضامین پر مشتمل ہے اور اس میں بھرتری ہری کے ایک سو گیارہ اقوال درج ہیں ۔ دوسرے باب میں عاشقانہ مضامین پر ننانوے کبتا ہیں اور تیسرے میں جو زہد سے متعلق ہے، ایک سو گیارہ مقولے ہیں ۔ ترجمہ بھرتری ہری کی اصل سنسکرت کتاب "بھرتری شتک" سے کیا گیا ہے

بھرتری ہری، اُجین کے راجا تھے ۔ ایک خاص واقعے کا اثر ان کے دل پر اتنا شدید ہوا کہ وہ تخت و تاج سے دست بردار ہو کر فقیر ہو گئے ۔ مترجم لکھتا ہے کہ :۔

"وہ واقعہ یہ تھا کہ ان کو ایک فقیر نے ایک پھل دیا اور یہ کہا کہ اس کے

www.taemeernews.com

کھانے سے ساری بیماریاں دور ہوں گی۔ راجا نے محبت کے مارے وہ پھل اپنی رانی کو دے دیا۔ رانی کی آشنائی کوتوال سے تھی، اس نے اس کو وہ پھل دے دیا۔ پھر اس کی بھی ایک رنڈی سے آشنائی تھی، اس نے اس کو دے دیا۔ رنڈی نے اس خیال سے کہ ہمارا راجہ بڑا نیک ہے پھر لاکر وہی پھل راجا کی نذر کیا، اس کو دیکھ کر راجا کو گیان ہوا اور اس نے یہ فقرہ جو اگلے صفحے پر ہے، کہتے ہوئے دنیا ترک کر دی (ص ۱)

جس فقرے کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ پہلے باب کا دوسرا مقولہ ہے اور یہ ہے:۔

"لعنت ہے اس جورو پر جس کی عصمت اور پاکدامنی پر اعتمادِ کلی رکھ کر، اپنا دل وجان و مال سب نثار کر دیا، تو بھی اغیار سے ملنے کی تمنا رکھی اور لعنت ہے اس بدبخت پر، کہ جس پر ایک مہارانی خود فدا اور عاشق ہے، وہ نامطمئن رہ کر ایک زنِ بازاری کے عشق میں ہے اور نفرین ہے، اُس اربابِ نشاط پر، جس نے اپنے ایسے طالب کو چھوڑ مجھے چاہا اور ہزار ہزار لعنت ہے خود مجھ اندھے بدبخت پر کہ پھر بھی ایسی دم باز جورو کے پھندے میں پھنسا رہ کر خوش رہتا ہوں۔ اور بہتیرا لاحول ہے، اس مردودِ نفس شیطان پر کہ جو یہ سب فعلِ مذموم کراتا ہے۔" (ص ۲)

بھرتری ہری کے حکیمانہ اقوال میں سے چند نمونے کے طور پر یہاں درج کیے جاتے ہیں:۔

بکوشش و تدابیر ریگ میں سے روغن برآمد کرنا، سراب سے آب نوش کرنا، جستجو سے شاخِ خرما دستیاب ہو جانا ممکنات سے ہیں۔ وے کم عقل دنیا پرست کے دل کو جو کمندِ حرص و ہوا میں گرفتار ہے، آزاد کرانا محال ہے"

" جو کوئی بدوں میں قطراتِ پند و نصائح کہ مثل آبِ حیات ہیں ٹپکا کر ان کو راہ راست اور نکوئی کی طرف رجوع کرنے کی اُمید کرتا ہے، وہ ناصح گویا فیلِ دماں کو ریسمانِ خام سے باندھنا اور لعلِ و بدخشاں اور یاقوتِ رمانی میں سرس

www.taemeernews.com

کے پھول[1] کی نازک پنکھڑی سے روزن کرنا اور بحرِ شور کو ایک قطرۂ شہد سے شیریں کرنا چاہتا ہے۔" (ص ۴)

"لائق اور شریف بزرگوں کی مثل گُل، دو صورتیں ہوتی ہیں۔ یا تو بنی آدم کے سر پر تاج بن کر خوشنما معلوم ہوں، یا گلبن ہی میں خشک ہو کر غائب ہو جاویں۔"

(ص ۷)

"صیقل سے سڈول اور خراد کیا ہوا لعل و جواہر، جنگ میں فتح یاب سپاہی جو جفاکشی سے لاغر ہو گیا ہو، مدہوشی کے بعد ہوش میں آیا ہوا فیل، موسم سرما میں جس کا پاٹ کم رہ گیا ہو وہ دریا، ماہِ ہلال، نازک بدن نوخیز محبوبہ اور کرم و خیرات سے مفلس ہوا سخی، ان سب کی زیبائش لاغری ہے۔" (ص ۹)

"خواہ ذی علم اور ہنرمند ہی کیوں نہ ہو، بدسرشت کی صحبت سے بچنا ہی درست ہے۔ غور کرو کیا بیش قیمت مہرہ رکھنے والا افعی خوفناک نہیں ہوتا۔" (ص ۱۰)

"صاحب دلوں کا دل آسودگی کے زمانے میں تو یاسمن سے بھی نازک تر ہوتا ہے، وہ ایامِ مصیبت میں سنگلاخ سے بھی سخت تر ہو جاتا ہے۔" (ص ۱۰)

"قطرۂ آب آہن گرم پر پڑ کر اک دم میں خشک ہو جاتا ہے اور برگِ نیلوفر پر دانۂ دُر کی طرح خوشنما نظر آتا ہے اور دہنِ صدف میں قطرۂ ابرِ نیساں گر کر شاہوار دُرِ یتیم بن جاتا ہے۔ حاصل آنکہ ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ ہر شے درجۂ صحبت سے حاصل ہوتے ہیں (ص ۱۲)

"خواہ بحرِ عمیق میں غوطہ زن ہو، خواہ کسی کوہِ بلند کی چوٹی پر جا بیٹھو، خواہ کسی جنگِ عظیم میں دشمن پر فتح یاب ہو اور خواہ کاروبارِ زراعت و دیگر شغل تجارت و ملازمت وغیرہ میں مبتلا رہو، خواہ ہوا میں مثل پرندوں کے،

---

[1] اقبال نے اسی قول کا مفہوم اس شعر میں ادا کیا ہے جو بالِ جبریل کے شروع میں درج ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر ۔۔۔ مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

www.taemeernews.com

باحتیاط و ہوشیاری کمال پرواز کرتے پھرو، ارشدنی کہیں بھی ٹل نہیں سکتا اور جو ناشدنی ہے وہ کہیں ہو نہیں سکتا۔" (ص ۱۸)

(۲) "بھرتری ہری شتک": مترجمہ بابو راجیشور ناتھ زیبا۔ امرت الکٹرک پریس، لاہور سنہ درج نہیں ص۔ ۸۔

یہ بھرتری ہری کی مذکورہ بالا کتاب کا دوسرا اردو ترجمہ ہے۔

(۳) "گلدستۂ تہذیب": مولفہ بابو کالی چرن، روہیلکھنڈ لٹریری سوسائٹی پریس بریلی، ۱۸۶۹ء ص ۸۰۔

اس میں تہذیب و اخلاق پر متعدد اسباق ہیں۔

(۴) "جوہر تہذیب": مصنفہ رائے جواہر سنگھ صاحب جوہر، وکٹوریہ پیپر پریس، سیالکوٹ سنہ درج نہیں ص ۱۶۔

یہ ایک منظوم رسالہ ہے جس میں اچھے اخلاق کے حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ نظم میں کوئی خاص خوبی نہیں۔

(۵) "طلسم اخلاق" مولفہ پنڈت سری کرشن، مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۸۸۶ء ص ۶۲

اس کتاب میں مولف نے ہندوؤں کے مذہبی اخلاق کے علاوہ، اسلامی اور مسیحی اخلاق کے مضامین بھی نقل کیے ہیں۔ اس کا مقدمہ ہندوستان کی موجودہ صورت حال کے لحاظ سے قابل غور ہے۔ پنڈت سری کرشن لکھتے ہیں:

"راقم نے کتب شرعی اہل ہنود و اسلام و عیسائی و دیگر کتب علما سے چند مسائل اس غرض سے اس کتاب میں یکجا کیے ہیں: تاکہ دوستوں کو ان امور مذہبی کی آگاہی بلا دقت ہو سکے، جو واسطے درستی اخلاق کے ہر انسان کو جاننے، لازم ہیں۔ جس وقت کہ ان مسائل کو مختلف مذہبوں کی کتب سے یکجا کر کے ایک مقام پر دیکھا جاتا ہے۔ اس وقت باہم کا نفاق جو مختلف فرقوں میں اہل ہند کے واقع ہے، بے بنیاد محض پایا جاتا ہے۔ اس کتاب کی سیر کرنے سے ہر شخص صاحب فہم کہہ سکتا ہے، کہ اصل میں کوئی وجہ نااتفاقی نہیں ہے۔ ہر طریقے میں مسائل درستی اخلاق ایسے عمدہ طور

www.taemeernews.com

پر لکھے گئے ہیں، کہ کوئی اس میں اختلاف نہیں کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض مقام پر لفظ بہ لفظ مسائل مطابق ہوتے ہیں، خیرات کرنا، نیکی کرنا، کسی سے بدی نہ کرنا، غصہ نہ کرنا" دنیا کی لذات میں گرفتار نہ ہونا، تحصیلِ علم کرنا، حیات کو بے ثبات تصور کرنا، خدا کو برحق سمجھنا، فرائضِ مذہبی کو انجام دینا، راست بازی، ہر مذہب میں لکھا ہے۔ اگر ان اوراقِ چند سے جو واسطے ملاحظہ اپنے دوستوں کے میں پیش کرتا ہوں، بنیاد اس اتفاق باہمی کی قائم ہو، جس کی ہندوستان میں نہایت درجہ ضرورت ہے اور باہمی تفرقہ ونفسانیت رفع ہو تو، راقم کو مسرت بے انتہا حاصل ہوگی۔"

بابِ چہارم میں، برہمنوں کے اخلاق بیان کرتے ہیں:۔

"۱۔ کسی کو ضرر نہ پہنچانا۔ جہاں تک ممکن ہو کم سے کم جانداروں کو ضرر پہنچانا، طریقہ معینہ شرع کے ذریعہ، محنت سے رزق بہم کرنا سوائے ایامِ قحط سالی کے، برہمن پر واجب ہے۔

۲۔ رزق کے واسطے قصہ وکہانی نہ کہنا، مثل عالم کے بسر کرنا، مکاری اور ریا اور رذالت سے محفوظ رہنا، یہ فرائضِ برہمن ہیں۔

۳۔ اگر وہ خوشی چاہے تو قناعت میں مضبوط رہے، جو اُس کے پاس ہے۔

اس پر کفایت کرے، کیوں کہ جڑ خوشی کی قناعت ہے اور جڑ تکلیف کی حرص ہے۔" (ص ۱۱)

(۶) "مشعلِ زندگی" یا المعروف بہ جیون سکھشا۔ ارتھات دکھی، مایوس اور ناکامیابیوں سے گھبرائے ہوئے آدمیوں کو دلاسا دینے، ان کو کامیابی کا راستہ دکھانے اور نوجوانوں کی مستقبل زندگی کو روشن اور مفید بنانے اور زندگی کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے مفید ترین ہدایات کا مجموعہ" مولفہ پروفیسر جگدیش متر ورما۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس۔ لاہور۔ سنہ ۱۹۱۷ء ص ۱۹۲۔

(۷) "معدنِ اخلاق": حصہ اول و دوم۔ مولفہ منشی چنر بھوج سہائے بھارگو۔ مطبوعہ گیان پریس، گوجرانوالہ۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۲۶۔ نسخہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ بادامی بانسی کاغذ پر چھپا ہے۔

مولف کو اردو زبان پر اچھی قدرت معلوم ہوتی ہے۔ عبارت مندرجہ ذیل سے اس کا اندازہ ہوگا:۔

www.taemeernews.com

"عقل مندوں کی رائے میں مردم ناسپاس سے سگِ حق شناس بہتر ہے۔ پس انسان کو بھی اپنی اصلیت پہچان کر، ہمیشہ شکر گزاری کرنا چاہیے نفس پروری سے بہتر پروری دشوار ہے۔ خلاصہ یہ کہ نفسِ امارہ کی اطاعت قبول کرنا انسانیت سے گزر جانا ہے۔ جو شخص گرفتارِ دامِ محبتِ اشیائے فانی ہے۔ اس کی یہ حالت رہتی ہے، کہ کبھی تو دنیا کی نعمتیں پاکر مغرور اور غافل ہوجاتا اور کبھی بہ سبب تنگ دستی کے افسوس اور ارمان کرکے غم کھاتا ہے۔ ان دونوں حالتوں میں عمر پوری ہوجاتی ہے۔ اخیر میں جب موت اپنے پنجے میں پھنساتی ہے، وہ نادان اپنی بے وقوفی پر پچھتا کر کفِ افسوس ملتا اور گئے وقت کو یاد کرتا ہوا، اس جہانِ فانی سے کوچ کرتا ہے پس علم پڑھنے اور داناؤں کی صحبت میں بیٹھنے کا یہ پھل ہے کہ ابتدا سے موت کو یاد کرکے زادِ راہ کی فکر رہے اور یادِ الٰہی سے غافل نہ رہے۔۔۔۔" (ص ۲۸ تا ۲۵)

(۹) "سادھو کی صدا": مذہب، اخلاق وطرز وتمدن کے متعلق چند مفید سبق" مولف، بابو شیوبرت لال ورمن راجپوت پرنٹنگ ورکس، لاہور، سنہ درج نہیں ص ۱۰۴۔ آخر کے چند صفحات غائب۔

(۹) "گلدستہ ہدایت"، مولف، لالہ شنکر داس، میکی پریس، گوجرانوالہ ۱۹۰۱ء ص ۲۲۲ اس کتاب میں قصے کہانیوں کے ذریعے سے، مختلف اخلاق کی تعلیم دی ہے۔

(۱۰) "اخلاق برج باشی": حصہ اول۔ مولف، رائے برج باسی لال۔ گیان پریس، گوجرانوالہ ۱۸۷۵ء بڑی تقطیع. ص ۵۹۔ دیباچے کی مقفیٰ و مسجع عبارت قابلِ ملاحظہ ہے۔

"ہوالغنی"

"شکر اور احسان ہے، اس بادشاہ کا جس کا حکم کل زمین و آسمان اور جہان و جہانیان پر ظاہر ہے اور جس کی سلطنت کی حد و انتہا کا بیان زبانِ انسان اور قلم دو زبان سے باہر ہے۔ آبادی بایں تمادی کہ تمام خلائق جن و ملائک اور انسان و حیوان کا شمار نہیں اور جانوران درند و گزند اور چرند و پرند کا کچھ حصار نہیں، انتظام بایں

www.taemeernews.com

خوبیِ انصرام بحر و بر اور کوہ و شجر سب اپنی اپنی جگہ پر برقرار ہیں اور شمس و قمر اور کواکب و اختر سب زیر و زبر برتشنی کے آثار ہیں۔ عدل و انصاف نہایت صاف کہ گونا گوں صورت اور سیرت آدمیوں کے دیدار اور کردار سے دکھلائی دیتی ہیں۔ اور بوقلموں شکل اور شمائل جانوروں کی گفتار اور رفتار سے علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتی ہیں۔ قدرت بایں ندرت کہ کوئی حاکم کوئی محکوم، کوئی خادم کوئی مخدوم، کوئی ادنیٰ کوئی اعلیٰ ہے اور بعض پاک بعض مذموم بعض فیاض، بعض شوم، بعض پست ہمت اور بعض بلند ہمت ....."

تیسرے باب میں والدین کی خدمت گزاری کا حق بیان کرتے ہیں :۔

"چونکہ ماں باپ کے فرائض تمام عمر اُن کی خدمت کرنے سے بھی ادا نہیں ہو سکتے لہٰذا اولاد پر فرض ہے، کہ ماں باپ کی خدمت تمام عمر کیا کرے اور یہی عمدہ عبادت سمجھا کرے، کیوں کہ ماں باپ کی خدمت جملہ عبادات سے افضل تر عبادت ہے اور ان کی رضا جوئی سے سعادت اور خدمت گزاری سے جنت ہے۔

مناسب ہے کہ والدین کو اپنی خوش گفتار اور نیک کردار سے خوش کرو اور مال و متاع و زر و نقد جو کچھ ان کو ضرورت ہو بے طلب موجود اور مہیا کرو....." (ص ۲۵)

(۱۱) "مثنوی اخلاقِ ہندی" :۔ از منشی کنہیا لال ہندی، مطبوعہ لاہور ۱۸۷۴ء۔ سرورق کچھ پھٹا ہوا تھا، اس لیے مطبع کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ (ص ۱۲۲)

یہ مثنوی اپنی زبان کی سلاست و روانی کی بنا پر خاص توجہ اور داد کی مستحق ہے۔ شروع میں حمد کے اکتیس شعر ہیں، حمد کا آغاز " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " لکھ کر کرتے ہیں۔ نمونہ یہ ہے۔

بنامِ خداوند ملکِ جہاں ۔۔۔ خبر گیرِ احوالِ خُرد و کلاں
بنا نور سے جس کے شام و پگاہ ۔۔۔ ہوا جلوہ گر جلوۂ مہر و ماہ
اسی سے ہے ارض و سما کا ظہور ۔۔۔ اسی سے ہے صبح و مسا کا ظہور
اکیلا ہے وہ وحدہ لاشریک ۔۔۔ نہیں دوسرا کوئی جس کا شریک
وہ خالق کہ ہے جس کی خلقت تمام ۔۔۔ وہ حاکم کہ محکوم ہیں خاص و عام
وہ ستار جو ساترِ عیب ہے ۔۔۔ وہ علام جو عالم الغیب ہے

www.taemeernews.com

وہ فتاح، مشکل کشائے جہاں　　وہ مشکل کشا، حامیٔ بندگاں
یہ وحدت کہ ثانی نہیں دوسرا　　یہ کثرت کہ ہے سب میں جلوہ نما

حمد کے بعد رام چندر جی اور سری کرشن جی کی مدح ہے، پھر نعتیہ اشعار اس عنوان سے لکھے ہیں:۔

"در نعتِ سرورِ کائنات، خلاصۂ موجودات، جنابِ محمدؐ علیہ السلام"

شفیعِ جہاں رہبرِ خاص و عام　　جنابِ محمدؐ علیہ السلام
جنابِ محمد رسولِ امیں!　　عیاں جس سے ہے علم عین الیقیں
نبی الوریٰ، شاہِ شاہنشہاں　　امین الہدیٰ، رہبرِ گمرہاں
ہوئی پستِ فرماں جس کی زمیں　　نگوں ہے اطاعت میں چرخِ بریں
سراپا عرب جس کے فرماں گزار　　عجم سربسر بندۂ جاں نثار

....

تیرھویں باب میں تواضع کا بیان ہے:۔

تواضع کرے جو کوئی آدمی　　ہے انساں ہیں انساں وہی آدمی
تواضع سے عزت ہے تکریم ہے　　تواضع سے حرمت ہے تکریم ہے
تواضع سے ملکِ دل آباد ہو　　تواضع سے اندوہگیں شاد ہو
تواضع سے بدخواہ ہو نیک خواہ　　تواضع سے گمراہ ہو اہلِ راہ
تواضع سے ہو سرد نارِ غضب　　فرو اس سے ہوئے شرارِ غضب
تواضع سے حاصل ہے حق کی رضا　　تواضع سے ہو دور رنج و بلا

....

(۱۲) "مجموعہ صفاتِ انسانی"، "جس کو لالہ لعل جی صاحب ...... نے سری بید بیاس جی کے پورانوں سے انسان کی صفات کے باب میں ...... ترجمہ فرمایا اور واسطے استفادہ عام کے شائع کیا"۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ، لکھنؤ۔ ۱۸۷۱ء ص ۴۴

اس مختصر کتاب میں چالیس ابواب قائم کر کے، مختلف صفاتِ انسانی کو بیان کیا ہے۔ مثلاً راستی، پاکیزگی، رحم، حلم، سخاوت، قناعت، سلیم الطبعی، تزکیہ نفس، مہمان نوازی وغیرہ اور عموماً

www.taemeernews.com

ہر صفت کی تشریح کے بعد اس کی مثال میں پورانوں سے کوئی حکایت نقل کی ہے :۔

(۱۳) "تالیف ہرگوبند" :۔ مولفہ، بابو ہرگوبند سہائے۔ مطبع نولکشور، لکھنو ۱۸۸۱ء ص ۱۲۸
اس کتاب میں مختلف اخلاقِ حسنہ کی شرح چالیس بابوں میں کی گئی ہے اور آخری باب میں متفرق پند و نصائح درج کر دیے ہیں۔ فضائلِ اخلاق کی تلقین کے ساتھ مختلف ممالک کی مشہور شخصیتوں کی حکایات بھی تمثیلاً شامل کر دی ہیں۔ مثلاً :۔

"باب ساتواں۔ توکل میں"

"اور یہ دل اٹھانا ہے اسبابِ دنیا سے اور توجہ کرنا ہے اور مدد چاہنا ہے، کاموں میں مسبب الاسباب سے۔ واضح ہو کہ جس کام کو خدا کے سپرد کر دیا جائے یا جو پیش آوے اس کے کرم پر اعتماد رکھا جائے وہ حسبِ دل خواہ ساختہ و پرداختہ ہو جاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ کسی حالت میں رسمِ توکل ہاتھ سے نہ چھوڑے تاکہ بعونِ الٰہی اس کے کام بنتے رہیں۔

تمثیل :۔ دارالسلطنت اجین میں ایک راجا تھا۔ بھرتری ہری نام، دادگستر رعیت پرور، نہایت رحیم اور بدرجہ غایت کریم۔ جب کسی سائل کی صدا اس کے کان میں در آئی۔ اُمید بولی میں بر آئی۔ ایک روز ایک فقیر آیا اور سلطنت کی درخواست کی۔ اس کو بخش دی اور توکل پر بھروسا کر کے ایک سمت کی راہ لی، دن بھر چلا اور شام کو گوشۂ صحرا میں بیٹھ رہا۔ قدرتِ آفریدگار سے متعدد آدمی صحرا میں نمودار ہوئے۔ انھوں نے اولاً صحن کو صاف کر کر طرح طرح کے پھولوں سے آراستہ کیا اور خیمے ڈیرے استادہ کر کر مسندِ شاہانہ بچھا دی اور جملہ سامانِ طرب مہیا کر دیا، پھر راجا کو نہایت ادب کے ساتھ لے جا کر مسند پر بٹھایا اور دستر خوان چن کر عرض کیا کہ یہ سب سامان آپ کے واسطے رزاقِ حقیقی نے سوچا ہے۔ راجہ نے اس کو قبول کیا اور بہت سے آدمیوں کو گردو پیش سے بلوا کر ان کے شامل کھانا کھایا اور صبح کو وہ سب سامان فقرا کو دے کر اپنی راہ لی۔ اب یہ معمول ہو گیا کہ اسی

www.taemeernews.com

طرح ہر شام ایسا ہی سامان موجود ہوتا اور صبح کو راجا فقیروں کو دے دیتا کہ یہی عمل مدت العمر رہا، اب خیال کرنا چاہیے کہ ایک ذرہ توکل سے کتنا رتبہ راجا کو حاصل ہوا۔"

(ص ۱۴ - ۱۱۵)

(۱۴) "گلدستۂ مسرت" مصنفہ برج موہن لال۔ مطبع سلیمانی، بنارس ۱۹۰۶ء ص ۲۴۔
اس چھوٹے سے رسالے میں مسرت کی حقیقت اور اس کے اسباب سے بحث کی ہے۔

(۱۵) "ذخیرۂ سعادت" مولفہ لال جی مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۷۶ء ص ۴۵

(۱۶) "روحانی کہانیاں" حصہ اوّل، از منشی سورج نرائن مہر دہلوی، سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۳ء ص ۵۰۸۔

کتاب کا مضمون اس کے نام سے ظاہر ہے۔ مولف نے ہندو مذہب کی بنیادی تعلیمات کو حکایتوں میں بیان کیا ہے، پہلے سادھو کی کہانی میں نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتایا ہے، سادھو کہتا ہے:

"مہاراج، آپ نے مجھے آگیا دی ہے کہ کام یعنی خواہش پر پہلے میں کہانی شروع کروں، کام بڑی زبردست چیز ہے۔ یہ دنیا تمام کام ہی کا پھیلاؤ ہے۔ نشکام پرش مکت کہلاتا ہے۔ سکام بندھ میں گرفتار ہے جس نے کام کو جیت لیا اس نے بڑے زبردست دشمن پر فتح پائی۔ خواہشیں دل میں اُٹھنے نہ پائیں گی تو خوش خوش زندگی بسر ہوگی، آواگون چھوٹ جائے گی اور آدمی موکش پد کو پہنچے گا۔ پس سب سے مقدم کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم کام کے سروپ کو سمجھیں، کام کی اہمیت ذہن نشیں ہوگئی، تو اس پر فتح پانے کی تجاویز پر آسانی سے عمل درآمد ہو سکتا ہے۔ اس سروپ کو سمجھانے کے واسطے میں، مہابھارت کی پرانی کتھا آپ کو سناتا ہوں ....."

(۱۷) "گیان گیتا" المعروف بہ راہِ نجات، از لوکر داس، حصہ دوم، مطبع روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی ص ۴۸۔ سنہ درج نہیں، نسخہ بظاہر قدیم الطبع معلوم ہوتا ہے۔
یہ ایک ترکیب بند ہے جس میں کریما (سعدی) کے اشعار کی تضمین کی گئی ہے، ابتدا میں

www.taemeernews.com

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے اوپر یہ عبارت درج ہے :- "لا الٰہ الا اللہ، چت گپت ہے"، اسم اللہ نظم کا نمونہ حسبِ ذیل ہے :-

صد افسوس انسان دنیا میں آ — پریشاں گناہوں سے اپنے ہوا
وگرنہ یہ تھا اشرفِ انبیاؑ — نہ ہوتا نظر سے خدا کی جدا
پھر اب بھی جو ویسا ہی چاہے ہوا — تو یہ شعر سعدی پڑھے برملا
کریما بہ بخشائے بر حالِ ما — کہ ہستم اسیر کمند ہوا

. . . .

یہ لازم ہے تجھ کو یہاں آن کر — خدا کی عبادت سے مت پھیر سر
جو آتا ہے تجھ کو یہاں پر نظر — اسی کا ہی جلوہ ہے سب سر بسر
رہِ عدل سے آپ کو پاک کر — وردزی کو محنت سے لا اپنے گھر

بنائے نہ دارد جہاں اے پسر
بغفلت مبر عمر در وے بسر

کہا مان کہتا ہوں کیا بار بار — نہ مانے گا کہنا، بہت ہوگا خوار
نہ مغرور ہو ہونے پر مال دار — یہ مال ہی کرے گا، تجھے زہر مار
نہ کیا تو گناہوں سے رکھتا ہے عار — جو ہیں بے عدد زبرے اوپر سوار

منہ دل بریں دیر ناپائدار
ز سعدی دبو کر ہیں یادوار (ص ۴۸)

(۱۸) "ساد ھارن دھرم" جلد دوم۔ مصنفہ سوامی شیوگن ری یوگی۔ شائع کردہ شانتی آشرم، گجرات۔ ص ۱۱۲۔ سرورق کے موجود نہ ہونے سے مطبع کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

اس کتاب میں مذہب اور اخلاق کے بعض مضامین بیان کیے گئے ہیں، مثلاً تزکیہ نفس صحت جسمانی، پرانتھنا کے فوائد۔ مکتی حاصل کرنے کا طریقہ، صبر و استقلال، وقت کی قدر اور زندگی، مذہبی تعصبات اور روحانی غرور کی خرابیاں، وغیرہ وغیرہ۔ آخر میں بعض بڑے آدمیوں کے اقوال نقل کیے ہیں۔ ان میں ہر زمانے اور مختلف ملکوں کے لوگ شامل ہیں :-

www.taemeernews.com

(۱۹) کلام مہر۔ جلد ثانی۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی، مفید عام پریس، لاہور، ۱۹۱۰ء

ص ۲۷۲

اس مجموعہ نظم میں جو تمام اصنافِ سخن پر مشتمل ہے، مذہبی اور اخلاقی مضامین کثرت سے ملتے ہیں۔

(۲۰) مہر بھجناولی۔ جلد اول۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی، سادھو پریس، دہلی۔ ۱۹۱۵ء

ص ۲۴۸۔

یہ بھگتی اور بیراگ کے رسیلے بھجنوں کا مجموعہ مع اُردو ترجمہ ہے۔

www.taemeernews.com

ہندو مذہب کے اصلاحی فرقے

(۱) کبیر پنتھ

کبیر، جن کے نام سے یہ پنتھ منسوب ہے، بنارس میں ایک بیوہ برہمنی کے بطن سے پیدا ہوئے، اس نے لوک لاج کے ڈر سے بچے کو ایک تالاب کے کنارے ڈال دیا تھا۔ اتفاق سے نیرو نام ایک جولاہا اور اس کی بیوی نعیمہ کا گزر اُدھر سے ہوا، وہ رحم کھا کر بچے کو اپنے گھر اٹھا لائے اور اولاد کی طرح اس کی پرورش کی۔

کبیر کی زندگی کے حالات مستند اور معتبر طریقے سے نہیں ملتے۔ چناں چہ ان کی پیدائش اور موت کی تاریخوں میں بھی اختلاف ہے۔ پنڈت منوہر لال زتشی اپنی کتاب "کبیر صاحب" میں لکھتے ہیں۔

> کبیر داس کی پیدائش اور موت کی تاریخوں میں اختلاف ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ زمانہ جدید کے وقائع نگاروں کا اتفاق اس پر معلوم ہوتا ہے کہ سمبت ۱۴۵۵ میں پیدا ہوئے اور سمبت ۱۵۷۵ میں وفات پائی۔ اس حساب سے ان کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوتی ہے۔ وسکٹ صاحب نے غالباً اسی بنا پر کبیر صاحب کی پیدائش ۱۳۹۸ء میں اور موت ۱۵۱۸ء میں بیان کی ہے۔[1]

---

[1] کبیر صاحب، مولفہ، پنڈت منوہر لال زتشی۔ شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد ۱۹۳۰ء ص ۵۲

www.taemeernews.com

البتہ خود کبیر کے کلام میں ان کی زندگی کے بعض مستند واقعات مل جاتے ہیں، مثلاً یہ کہ وہ جولاہے تھے، بنارس میں رہتے تھے، آخر عمر میں مگھر چلے آئے تھے، پڑھے لکھے نہ تھے اور رامانند کے چیلے تھے۔ پنڈت زتشی نے حوالے بھی نقل کیے ہیں۔

جات جولاہا کیا کرے، ہردے بسے گوپال

(ذات کا جولاہا ہے تو کیا ہوا، دل میں گوپال بسا ہوا ہے)

تو باھمن، میں کاشی کا جولہا، بوجھو مور گیان

(تو برہمن یعنی پنڈت ہے۔ میں کاشی کا جولاہا ہوں۔ میرے گیان کو تو سمجھ)

سکل جنم شو پوری گنوایا   مرتی بار مگھر اٹھ آیا

(ساری زندگی تو کاشی میں بیتی، مرتے وقت مگھر چلا گیا)

کاشی میں ہم پرگھٹ بھئے ہیں، رامانند چیتائے

(کاشی میں ہم پیدا ہوئے ہیں اور رامانند نے ہم کو رموزِ معرفت سے آگاہ کیا ہے۔

مسی کاگد چھویو نہیں، کلم گھیو نہیں ہاتھ

چاریو جگ کا مہاتم مکھ ہیں جنائی بات

(روشنائی اور کاغذ کبھی نہیں چھوا، قلم کبھی ہاتھ میں نہیں لیا لیکن چاروں جگوں کے حالات میں نے زبان سے بیان کر دیے)[1]

رامانند کے چیلے ہونے کا اشارہ محسن فانی نے بھی" دبستانِ مذاہب" میں کیا ہے، بیراگیوں کے حال میں کبیر کا ذکر یوں شروع کرتے ہیں:۔

"کبیر جولاہا شرادکہ از موحدانِ مشہور ہندست بیراگی بودہ، گویند کبیر در ہنگام مرشد جوئی پیشِ کاملان مسلمان و ہندو رفت۔ انچہ می جست نہ یافت۔ سرانجام یکے اورا دلالت بہ پیرِ روشن رواں رامانند برہمن نمود۔"[2]

---

[1] "کبیر صاحب" مولفہ پنڈت منوہر لال زتشی۔ شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد ۱۹۳۰ء ص ۵۴

[2] " " " " " " " " ص ۵۱

www.taemeernews.com

رامانند نے کبیر کو ہندو فلسفے اور مذہب کی تعلیم دی لیکن چیلے ہونے کے بعد بھی کبیر نے رسمی طور پر ترکِ دنیا نہیں کیا، بلکہ بدستور جولاہے کا پیشہ کرتے رہے، کچھ دنوں گرو کی صحبت میں رہنے کے بعد وہ دور دراز مقامات کی سیاحت کو نکل گئے، اور بہت سے ہندو سادھوؤں اور مسلمان صوفیوں سے ملے۔ اُن کے عقائد کے متعلق پنڈت ترشی کا بیان ہے :-

"کبیر صاحب کا کلام ظاہر کرتا ہے، کہ ان کے دل و دماغ پر اسلام کا اثر کافی تھا۔ جہاں وہ اسلام کے بعض رسم و رواج کا مذاق اڑاتے تھے، وہیں اسلام کے بعض عقائد سے وہ ضرور متفق تھے۔ توحید کی تلقین، بت پرستی کی مذمت ذات پات اور چھوت سے انکار، جس طرح کبیر صاحب کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروجہ ہندو مذہب سے اختلاف کرنے کی ضرور ایک وجہ یہ تھی کہ ان باتوں میں انھوں نے اسلام کا اثر قبول کیا تھا .... اور کبیر صاحب پر کیا موقوف ہے، اسلام کے عقائد اور اسلام کی مثال کا اثر ہندوؤں پر شمالی ہندوستان میں عالم گیر تھا۔ مسٹر مہادیو گوبند رانا ڈے کی رائے ہے کہ شمالی اور جنوبی ہندوستان میں ہندوؤں کے بعض رسم و رواج میں جو بین فرق نظر آتا ہے، خصوصاً شودروں اور اچھوتوں کے ساتھ شمالی ہندوستان میں جو کم سختی برتی جاتی ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ شمالی ہندوستان میں اسلام کا اثر گہرا اور دیرپا تھا۔"[1]

کبیر کے مذہب کی نسبت ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں :-

"کبیر کا مشن مذہبِ محبت کی تبلیغ کرنا تھا، جو تمام ذاتوں اور فرقوں کو متحد کردے۔ انھوں نے ہندو مذہب اور اسلام کی ان خصوصیات کو مسترد کردیا، جو مذہب کی اس روح کے خلاف تھیں اور جو فرد کی حقیقی روحانی فلاح کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ انھوں نے دونوں مذہبوں کے مشترک اور مماثل عناصر کا انتخاب کرلیا تھا، ان کو ہندو مسلمانوں کے فلسفیانہ افکار اور مذہبی عقائد و رسوم میں مماثلت معلوم ہوئی۔ وہ سنسکرت اور فارسی دونوں زبانوں کے الفاظ استعمال کرتے تھے اور ان کا کلام دیسی زبان کی دونوں شکلوں یعنی ریختہ

---

[1] "کبیر صاحب" (ص ۶۷، ۶۸)

www.taemeernews.com

اور ہندی بھاشا میں ہے۔ وہ مذہب کی داخلیت پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے اور بے لاگ طریقے سے، ہندو مسلمان دونوں کے رواج و دستور کی پابندی کو بُرا بھلا کہتے تھے، انھوں نے دونوں مذہبوں کی تفریق کو سوچ سمجھ کر ترک کر دیا تھا اور ایک درمیانی راہ اختیار کرنے کی تلقین کرتے تھے"[1]

"انھوں نے ہندوؤں سے اُن چیزوں کو چھوڑ دینے کو کہا جن کے ترک پر، بودھ کے زمانے سے ہر مصلح زور دیتا آیا تھا۔ یعنی رسم قربانی، ساحرانہ طاقتوں کی خواہش، زبانی پرستش، مروجہ عقائد کو زبان سے دہراتے رہنا، تیرتھ یاترا، برت، بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا، براہمنوں کا اقتدارِ اعلیٰ، ذات پات کی تفریق، چھوت چھات اور کھانے پینے کے معاملے میں تعصب۔ وہ علانیہ اوتاروں کے عقیدے کی مذمت کرتے تھے ....

مسلمانوں سے ان کا مطالبہ یہ تھا کہ اپنا الگ تھلگ رہنا، ایک پیغمبر اور اس کی کتاب پر آنکھ بند کر کے ایمان رکھنا، مذہبی رسوم کے ظواہر کا پابند ہونا، مثلاً مکہ کا حج کرنا، روزے رکھنا اور باضابطہ نماز پڑھنا ترک کر دیں، نیز اولیاء اور پیر پیغمبروں کی پرستش سے باز آئیں ...[2]"

قطع نظر اس غلط خیال کے کہ ہر مسلمان پیر، اولیا اور پیغمبروں کی پرستش کرتے ہیں، اس آخری بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کا سا نام رکھنے اور ایک مسلمان جلاہے کے گھر میں پرورش پانے کے باوجود، کبیر حقیقتاً مسلمان نہ تھے بلکہ صرف موحد تھے۔ مسلمان ہونے کے لیے خدا کی وحدانیت پر ایمان لانا ہی کافی نہیں، بلکہ محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا اقرار بھی لازمی ہے۔ کبیر کا ایمان بالرسالت کہیں ظاہر نہیں ہوتا برخلاف اس کے وہ مسلمانوں کو آنحضرت صلعم اور قرآن مجید کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے سے

---

[1] "ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر" (انگریزی) ص ۱۵۰

[2] "ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر" (انگریزی) ص ۶۴-۱۶۳

www.taemeernews.com

روکتے ہیں اوران کونماز، روزہ اورحج سے جو اسلام کے اہم ترین ارکان ہیں، باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان فرائض کو وہ مذہب کی ظاہری رسمیں سمجھتے ہیں۔اس میں شبہ نہیں کہ کبیرؔ موحد تھے اور خدا کی محبت میں اپنے آپ کو فنا کردینا ہی ان کا اصلی مذہب تھا۔اسی کی تلقین وہ ہندو اور مسلمان دونوں کو کرتے تھے مگر جس سلسلے کے وہ مرید تھے یعنی رامانند اور ان سے پانچ پشت اوپر رامانج تک، اس کے تمام مرشدوں کا یہی مذہب تھا اور وہ سب بھگوت بھگتی ہی کے مبلغ تھے۔ان ہندو موحدوں کے بہرحال ہندو ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔برہمو سماج ،آریہ سماج ،رادھا سوامی مت ،ان سب کے پیرو بھی ہندو ہی ہیں، حالاں کہ خدا کی وحدانیت کے سب قائل ہیں اور بت پرستی کی مخالفت میں سب متفق۔

کبیرؔ کی زبان

کبیرؔ کے زمانے، یعنی پندرھویں صدی عیسوی میں وہ زبان جو آج ہندوستانی یا اردو کے نام سے مشہور ہے، اپنے عہدِ طفولیت میں تھی اور اس میں پراکرت، یعنی مقامی بولیوں کے الفاظ بکثرت پائے جاتے تھے۔مسلمانوں کی آمد سے عربی فارسی الفاظ کی آمیزش ہوتی جارہی تھی لیکن غلبہ ہندی لفظوں کا تھا۔چناں چہ اس زمانے کے صوفیائے کرام بھی، اپنے ملفوظات اور تصنیفات میں جو عوام کے لیے ہوتیں، ہندی ہی زبان استعمال کرتے تھے۔ڈاکٹر تاراچند نے کبیرؔ کے کلام کا ذکر کرتے ہوئے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ ریختہ اور ہندی بھاشا، دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔تو ریختہ سے اس عہد کی وہی زبان مراد ہے،جس میں عربی فارسی کے الفاظ نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔کبیرؔ کی زبان کے متعلق پنڈت ترلشی لکھتے ہیں۔

"بھاشا کے ماہروں کی رائے ہے کہ کبیرؔ صاحب کی زبان پچ میل مٹھائی ہے، اس میں برج بھاشا، کھڑی بولی، پنجابی، راجستھانی، سبھی کے الفاظ ملتے ہیں۔ انھوں نے خود کئی جگہ کہا ہے کہ میری بولی پوربی ہے، گو یہ کہنا مشکل ہے کہ پوربی سے ان کی مراد کیا تھی۔مگر یہ بات تو ان کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے کہ بہاری محاوروں اور بہاری لہجے کا ان پر کافی اثر تھا۔اس پچ میل مٹھائی کے غالباً دو سبب ہیں، اول یہ کہ کبیرؔ صاحب پڑھے لکھے نہ تھے، اس واسطے ان کی زبان اور ویاکرن (صرف ونحو) میں استقلال نہ تھا۔ اپنی

www.taemeernews.com

طویل سیر و سیاحت میں وہ ملکوں ملکوں پھرے تھے اور ہر جگہ کے سنتوں اور درویشوں سے اُن کی صحبت رہی تھی، اس واسطے مختلف صوبوں اور ملکوں کی زبان اور لہجے کا اثر انھوں نے قبول کر لیا تھا۔ دوسری بات یہ کہ وہ زبان کی صحت اور ویاکرن اور پنگل کے قواعد کی پروا نہیں کرتے تھے، جس موقع پر جس لفظ سے ان کا مطلب عمدہ طور سے ادا ہوتا تھا، جہاں پر جو لفظ جس شکل میں ان کی شاعری میں کھپ جاتا تھا، وہاں اس کو بے تکلف استعمال کر جاتے تھے۔ ان کو اپنے خیالات کے اظہار سے مطلب تھا، نہ عروض کے قاعدوں سے، نہ گرامر کے ضبط سے۔

شعری گویم بہ از آبِ حیات　　　من نہ دانم فاعلاتن فاعلات

فارسی عربی کے الفاظ تو چند کوی کے یہاں بھی ملتے ہیں، کبیر کے زمانے میں مسلمانوں کو ہندوستان میں آئے ہوئے کئی صدیاں گزر چکی تھیں اور روزمرہ کے کاروبار میں سیکڑوں الفاظ فارسی عربی کے رائج تھے، کبیر صاحب ان الفاظ کو بے دھڑک استعمال کرتے ہیں۔

(۱) اوگن کیے تو بہو کیے کرت نہ مانی ہار　　　بھاوے بندہ بکسئے، بھاوے گردن مار

(گناہ تو بہت سے کیے اور کرنے ہوئے ہار نہ مانی۔ چاہے بندے کو بخشئے چاہے گردن ماریئے)

(۲) چلن چلن سب کوئی کہیں، موہے اندیشا اور
صاحب سے پریچے نہیں پہنچیں گے کوہی ٹھور

(چلنے کو سب لوگ کہتے ہیں، مجھے اور ہی اندیشہ ہے۔ صاحب سے جان پہچان تو ہے نہیں کیسے پہونچیں گے)

(۳) پد جوڑے، ساکھی کہے، سادھن پڑ گئی روس
کاڑھا جل پیوے نہیں، کاڑھ پین کی ہوس

(پد جوڑتا ہے، ساکھی کہتا ہے، اس کی عادت پڑ گئی ہے۔ بھرا ہوا پانی نہیں پیتا۔ بھر کر پانی پینے کی ہوس ہے)

(۴) آب گئی، آدر گیا، نین گیا سینہہ　　　یہ تینوں تب ہی گئے جب ہی کہا کچھ دیہہ
آبرو

www.taemeernews.com

(آبرو گئی، عزت گئی، آنکھوں سے مروت گئی۔ جب کسی سے کچھ مانگا تو یہ تینوں چیزیں جاتی رہیں)

(۵) اکل ارس سے اوتری بدھنا دینہی بانٹ
عقل عرش

(عقل عرش سے اتری۔ خدا نے بانٹ دی)[1]

مندرجہ بالا مثالوں کے علاوہ، ذیل میں کبیرؔ کے چند اور دوہے بھی پنڈت زتشی کی کتاب سے (ترجمے کے ساتھ) نقل کیے جاتے ہیں۔ اِن سے اُس زمانے کے "ریختہ" کی کیفیت بھی معلوم ہوتی ہے اور کبیرؔ کی تعلیمات پر بھی روشنی پڑتی ہے:۔

توحید توحید اور بھگتی، یہی دو خاص موضوع کبیرؔ کی تلقینات کے ہیں۔ ان کو طرح طرح سے بیان کیا ہے۔ توحید کی تعلیم دیتے ہوئے کہتے ہیں:۔

صاحب میرا ایک ہے، دوجا کہا نہ جائے
دوجا صاحب جو کہوں، صاحب کھرا سائے

(میرا مالک ایک ہے، دوسرا نہیں کہہ سکتا۔ اگر دوسرا مالک کہوں تو میرا مالک مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔)

جیوں تل ماہیں تیل ہے، جیوں چکمک میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں بسے جاگ سکے تو جاگ

(تیرا مالک تجھ میں اس طرح ہے جس طرح تل میں تیل اور چقماق میں آگ، اگر تو جان سکے تو جان)

جیوں نینن میں پوتری تیوں کھالک گھٹ ماںہہ
مورکھ لوگ نہ جانہیں، باہر ڈھوڈھن جانہہ

(خالق دل میں اسی طرح ہے جس طرح آنکھ میں پتلی۔ بیوقوف لوگ جانتے نہیں۔ باہر ڈھونڈتے پھرتے ہیں)

کھالک کھلک، کھلک میں کھالک سب گھٹ رہو سما ے

(خالق ہے خلق میں اور خلق ہے خالق میں۔ سبھوں میں وہ سمایا ہوا ہے)

---

[1] "کبیر صاحب"، ص ۲۳ - ۱۳۰

www.taemeernews.com

موکو کاہاں ڈھونڈھارے بندے، میں تو تیرے پاس میں

نا میں دیول، نا میں مسجد، نا کعبے کیلاس میں

(اے بندے مجھے کہاں ڈھونڈتا ہے، میں تو تیرے پاس ہوں۔ نہ میں مندر میں ہوں نہ مسجد میں نہ کعبہ میں نہ کیلاش میں)

پاہن پوجے ہری ملیں، تو میں پوجوں پہار

تاتے یہ چاکی بھلی، پیس کھائے سنسار

(اگر پتھر پوجنے سے خدا ملتا تو میں پہاڑ کو پوجتا، اس سے تو چکّی اچھی ہے جس سے لوگ پیس کر کھاتے ہیں)

کرتا ایک اور سب باجی (بازی) نا کوئی پیر مسائکھ (مشائخ)، کا.جی

(کرنے والا ایک ہے، اور سب کھیل ہے، نہ کوئی پیر ہے نہ مشائخ نہ قاضی)

کبیرا سوئی پیر ہے جو جانے پر پیر

جو پر پیر نہ جانئے سو کا پھر بے پیر

(کبیر وہی پیر ہے جو دوسروں کی تکلیف کو جانے، جو دوسروں کی تکلیف نہیں جانتا وہ کافر بے پیر ہے)

لوٹ سکے تو لوٹ لے ست نام کی لوٹ

پیچھے پھر پچھتاوگے، پران جائیں گے چھوٹ

(ست نام کی لوٹ جہاں تک بنے لوٹ لو، ورنہ مر جاؤ گے تو پچھتاؤ گے)

بھگتی بھگتی اور پریم کبیر کا دوسرا محبوب موضوع ہے، خدا تک رسائی صرف عقیدت اور محبت کے ذریعے سے ممکن ہے لیکن بھگتی کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ نشکام اور بے لوث ہو۔ کہتے ہیں:۔

جب لگ ہے بیکنٹھ کی آسا تب لگ نہ ہری چرن نواسا

(جب تک بہشت کی امید ہے، تب تک ہری کے قدموں کے نیچے نہیں رہ سکتے)

www.taemeernews.com

جب لگ ناتا جگت کا تب لگ بھگت نہ ہوئے
ناتا توڑے ہری بھجے بھگت کہاوے سوئے

(جب تک دنیا سے تعلق ہے، اس وقت تک بھگت نہیں ہو سکتا۔ جو دنیا سے قطع تعلق کر کے خدا کو یاد کرے، وہ بھگت کہلائے گا)

جل جیوں پیارا ماچھری، لوبھی پیارا دام
ماتا پیارا بالکا، بھگت پیارا نام

(مچھلی کو جس طرح پانی پیارا ہوتا ہے اور لالچی کو روپیہ، جس طرح ماں کو بچہ پیارا ہے، اسی طرح بھگت کو ایشور کا نام)

اور کرم سب کرم ہے، بھگتی کرم نش کرم
کہے کبیر پکار کے، بھگتی کرو تج دھرم

(اور سب کرم مطلب کے ہیں، بھگتی کا کرم بے غرض ہے۔ کبیر پکار کر کہتا ہے، دھرم کو چھوڑ کر بھگتی کرو)

کبیر بھاٹی کلال کی، بہوتک بیٹھے آوے
سر سونپے سوئی پیوے نہیں تو پیا نہ جائے

(کبیر، کلوار کی ایک بھٹی ہے، بہت لوگ آکر بیٹھے۔ جو اپنا سر دے وہ پیے ورنہ پی نہیں سکتا)

جب میں تھا تب گورو نہیں، جب گورو ہم نانہہ
پریم گلی ات سانکری تا میں دو نہ سمانہہ

(جب میں تھا تب گرو نہ تھا، جب گرو ہے میں نہیں ہوں یعنی جب تک مجھ میں خودی تھی اس وقت تک گرو کا پریم حاصل نہیں ہوا تھا، جب گورو کا پریم حاصل ہوا تو خودی جاتی رہی۔ پریم کی گلی اتنی تنگ ہے کہ اس میں دو نہیں سما سکتے)

پیا چاہے پریم رس، رکھا چاہے مان
ایک میان میں دو کھڑگ دیکھا سنا نہ کان

www.taemeernews.com

(تو پریم رس پینا چاہتا ہے اور خودی کو قائم رکھنا چاہتا ہے، ایک میان میں دو تلواریں نہ دیکھیں نہ کان سے سنیں)

راتا ماتا نام کا پیا پریم اگھائے
متوالا دیدار کا مانگے مکت بلائے

نام میں محو ہے، نام میں مست ہے، پریم کا پیالہ سیر ہو کر پی لیا ہے، وہ دیدار کا متوالا ہے۔ اس کی بلا مکتی مانگے، یعنی عاشقانِ الٰہی مکتی یا نجات سے بھی بے نیاز ہیں)

پریتم کو پتیاں لکھوں جو کہوں ہوئے بدیس
تن میں، من میں، نین میں، تا کو کہاں سندیس

(اگر محبوب پردیس میں ہو تو اس کو خط لکھوں، وہ تو میرے بدن میں، من میں اور آنکھوں میں سمایا ہوا ہے۔ اس کو سندیسا کیا بھیجوں)

میرا مجھ میں کچھ نہیں، جو کچھ ہے سو تور
تیرا تجھ کو سونپتے کیا لاگت ہے مور

(میرے پاس کوئی شے میری نہیں، جو کچھ ہے تیرا ہی ہے۔ تیری چیز تجھ کو دیتے میرا کیا لگتا ہے)

• **ظاہری رسوم سے بیزاری** کبیر کی نظر میں مذہب کی ظاہری رسوم کوئی وقعت نہیں رکھتی تھیں۔ ان کے نزدیک اصلی چیز پریم اور بھگتی تھی۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اپنے ان خیالات کو انھوں نے مختلف مقامات پر بہت دل نشیں انداز سے بیان کیا ہے:

مالا پھیرت جگ بھیا، پھرا نہ من کا پھیر
کر کا منکا ڈار دے، من کا منکا پھیر

(مالا پھیرتے جگ بیت گئے۔ من کا پھیر دور نہ ہوا، ہاتھ کا دانہ چھوڑ دے، من کا دانہ پھیر)

ہم تو جوگی من ہی کے، تن کے ہیں تے اور
من کا جوگ لگا وتے دسا بھئی کچھ اور

www.taemeernews.com

(ہم تو من کے جوگی ہیں، تن کے جوگی اور ہوتے ہیں۔ من کا جوگ کرتے ہماری تو اور حالت ہوگئی)

پڑھ پڑھ کے پتھر بھئے، لکھ لکھ بھئے جو اینٹ

کبیرا انتر پریم کی لاگی نیک نہ چھینٹ

(پڑھ پڑھ کے پتھر ہوئے اور لکھ لکھ کے اینٹ ہوئے۔ پریم کی ذرا سی چھینٹ بھی نہیں پڑی)

پنڈت اور مشالچی دونوں سوجھے ناہہ

اَورن کو کر چاندنا آپ اندھیرے ماہہ

(پنڈت اور مشعلچی دونوں کو نہیں سوجھتا، اوروں کو روشنی دکھاتے ہیں، آپ اندھیرے میں رہتے ہیں۔)

نہائے دھوئے کیا بھیا جو من میل نہ جائے

مین سدا جل میں رہے دھوئے باس نہ جائے

(نہانے دھونے سے کیا ہوتا ہے۔ اگر من کا میل دور نہ ہو۔ مچھلی ہمیشہ پانی میں رہتی ہے مگر پانی سے دھونے سے بھی اُس کی بو نہیں جاتی)

متھرا بھاویں، دوارکا بھاویں، جائیں جگن ناتھ

سادھ سنگت، ہر بھجن بن کچھو نہ آوے ہاتھ

(چاہے متھرا جاویں، چاہے دوارکا جاویں، چاہے جگن ناتھ جاویں، سادھو کی سنگت اور ایشور کے بھجن کے بغیر کچھ ہاتھ نہیں آتا)

سید، شیخ کتاب نرکھے، پنڈت شاستر بچارے

ست گرو کے اُپدیش بنا تم جان کے جیویں مارے

(سید، شیخ کتاب پڑھتے ہیں، پنڈت شاستر بچارتے ہیں۔ ست گرو کی اپدیش کے بغیر تم جان بوجھ کے جان مارتے ہو)

آواگون کبیر کے ہندو ہونے کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ وہ آواگون کے قائل تھے۔ پنڈت زتشی لکھتے ہیں :-

www.taemeernews.com

"آواگون ہندوستانی مذاہب کا مرکزی اصول ہے اور کبیر صاحب اس کو پوری طرح قبول کرتے ہیں۔ بار بار پیدا ہونا اور مرنا ہر ذی روح کے واسطے لازمی ہے، جب تک کہ اس کو اس آمد و رفت سے نجات نہ ملے اور وہ ایشور کے پریم میں مگن ہو کر ایشور کی دیا سے اس سیاست سے آزاد نہ ہو جائے۔"[1]

کبیر کہتے ہیں:

پنڈت سودھن کہو سمجھائی   جاتے آواگون نسائی

(اے پنڈت اچھی طرح غور کر کے ہم کو سمجھا کے وہ بات بتاؤ، جس سے آواگون مٹ جائے)

کہہ کبیر چیت چیت کے آواگون نوار

(اے کبیر، دل کو ہوشیار کر کے آواگون سے آزاد ہونے کا حال کہو)

جیو جل چھاڑ باہر بھیو مینا   پورب جنم ہوں تپ کا ہنیا

(مچھلی کی طرح پانی کو چھوڑ کر باہر نکل آیا ہوں، پچھلے جنم میں میرے تپ میں کچھ کمی تھی)

عارفانہ اور اخلاقی مضامین

عارفانہ اور اخلاقی تعلیمات کے لیے بھی کبیر نے بہت دل کش پیرایۂ بیان اختیار کیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ست نام کڑوا لگے، میٹھا لاگے دام   دُبدھا میں دونوں گئے، مایا ملی نہ رام

(ست نام کڑوا لگتا ہے، دولت میٹھی لگتی ہے، شک و شبہ میں دونوں گئے، مایا ملی نہ رام)

دوسرا مصرع ضرب المثل بن گیا ہے۔

کبرا رسی پاؤں میں، کہہ سووے سکھ چین

سانس نکارا کوچ کا باجت ہے دن رین

(رسی پاؤں میں پڑی ہے۔ کبیر چین سے کس طرح سودے؟ سانس جو آتی جاتی ہے گویا کوچ کا نقارہ ہے کہ دن رات بجا کرتا ہے)

---

[1] کبیر صاحب، ص ۱۱۴

www.taemeernews.com

مالی آوت دیکھ کے کلیاں کرت پکار　　　　پھولی پھولی چن لیے کال ہماری بار

(مالی کو آتا دیکھ کر کلیاں غل مچاتی ہیں۔ پھولی پھولی تو آج چن لیں، کل ہماری باری ہے)

چلتی چکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے　　　　دوئی پٹ بھیتر آئی کے ثابت گیا نہ کوئے

(چلتی چکی دیکھ کے کبیر رو دیا۔ دو پاٹوں یعنی آسمان و زمین کے بیچ میں آ کے کوئی ثابت نہیں بچا)

جو تو کو کانٹا بووے تاہی بوے تو پھول　　　　توں ہی پھول کے پھول ہیں، واکو ہیں ترسول

(جو تیرے لئے کانٹے بوئے اس کے لیے تو پھول بو۔ تجھے تو پھول کے پھول رہیں گے اور اس کے کانٹے اُسے ترسول ہو جائیں گے)

مانگے مرن سمان ہے، مت کوئی مانگو بھیکھ
مانگن سے مرنا بھلا، یہ ست گورو کی سیکھ

(مانگنا مرنے کے برابر ہے، کوئی بھیک مت مانگو۔ مانگنے سے مرنا بھلا، یہ ست گورو کی نصیحت ہے)

بُرا جو دیکھن میں چلا، برا نہ ملیا کوئے
جو دل کھوجوں آپنا، مجھ سے بُرا نہ کوئے

(میں بُرا ڈھونڈنے چلا، کوئی بُرا نہ ملا، اپنا دل جو دیکھا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں)

بہادر شاہ ظفر نے اسی مضمون کو اپنے اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر، رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

www.taemeernews.com

(۲) برہمو سماج

خدا پرستی کا عقیدہ ہندو مذہب میں شروع سے موجود ہے، چناں چہ رگ وید میں جو سب سے پرانا وید ہے، موحدانہ شلوک بھی ملتے ہیں۔ قدیم ہندو مفکروں کی تعلیم یہ تھی کہ وجود صرف ایک ہی ذات کا ہے اور اُس کے سوا کوئی دوسرا نہیں "کوئی شے حقیقی وجود نہیں رکھتی بجز ایک ازلی و ابدی اور حاضر و ناظر روح کے[1] بارہویں، تیرہویں، پندرہویں اور سولہویں صدی کے وشنو مصلحین مذہب رامانج، مادھو، ولبھ اور چیتنیا سب ایک قادرِ مطلق خدا کے وجود کی تعلیم دیتے تھے، جو تمام اشیاء کا خالق اور قائم رکھنے والا ہے۔ اس خدا کو وہ وشنو کہتے تھے لیکن یہ مصلحین بھی اوتاروں کے قائل تھے اور ان کے خیال میں وشنو، جنگجو سپاہیوں، زبردست معلموں اور کبھی جانوروں کی شکل میں بھی، خاص خطروں کے اوقات میں اپنی مخلوقات کو بچانے کے لیے ظاہر ہوا کرتا تھا۔ اسی لیے رامانج، مادھو، ولبھ اور چیتنیا کی اصلاحات کے باوجود بت پرستی

---

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی" (انگریزی) از مونیر ولیمس مطبوعہ لندن ۱۸۸۳ء ص ۵، ۴

RELIGIOUS THOUGHT AND LIFE IN INDIIA,

By. MONIER WILLIAMS

www.taemeernews.com

کا وجود مٹ نہ سکا بلکہ یہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ ہونے لگی، کبیر اور اُن کے بعد نانک نے اس کا موحدانہ ردِّعمل شروع کیا۔ بقول مونیر ولیمس ان کی "یہ تحریکیں بڑی حد تک اسلامی اثرات کا نتیجہ تھیں" دونوں نے ہندو عقائد کو پاک وصاف کرنے کی حتی الامکان پوری کوشش کی مگر ان کو صرف جزوی کامیابی حاصل ہوئی۔

ابتداً مسلمانوں نے تو ہندوستان میں انگریزی حکومت اور مغربی تعلیم کی مخالفت کی مگر ہندوؤں نے ان دونوں چیزوں کا خیر مقدم کیا اور جو ہندو مغربی تعلیم سے بہرہ مند ہوئے، ان کے اندر اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کی اصلاح کا جذبہ بھی پیدا ہونے لگا۔ رام موہن رائے اس جماعت کے پہلے رہنما تھے اور جس مذہبی اصلاح کا انھوں نے آغاز کیا، وہ پہلی اصلاحی تحریک تھی جو مسیحی اثرات اور انگریزی تعلیم کے ذریعے مغربی خیالات سے جاری ہوئی۔

رام موہن رائے

رام موہن رائے مئی ۱۷۷۲ء میں موضع رادھا نگر، ضلع مرشد آباد میں ایک اونچی ذات کے برہمن کے گھر پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام راما کانت رائے تھا اور اُن کے دادا مغل شہنشاہ کی ملازمت میں مختلف عہدوں پر مامور رہ چکے تھے۔ اوائلِ عمر میں رام موہن رائے، فارسی اور عربی کی تعلیم کے لیے جس میں قرآن مجید کی تعلیم بھی شامل تھی، پٹنہ بھیج دیے گئے جو اس وقت اسلامی تعلیم کا ایک بڑا مرکز تھا۔ انھوں نے سنسکرت اور اپنے آبائی مذہب کی تعلیم سے بھی غفلت نہیں برتی۔ ان کے والد وشنو کے پرستاروں میں تھے۔ چناں چہ روز صبح کو رام موہن رائے "بھگوت پوران کا" جو وشنو مذہب کا مقدس صحیفہ ہے، ایک باب پڑھا کرتے تھے، وہ فطرتاً ذہین اور غور و فکر کے عادی تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ ہندو مذہب کے دیو مالا سے برداشتہ خاطر ہو گئے اور اب انھوں نے وید اور ویدانت کی تعلیمات پر، جیسے کہ وہ اُپ نشدوں میں بیان کی گئی ہیں، خاص طور پر توجہ کرنی شروع کی۔ اس مطالعے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سولہ سال کی عمر میں انگریزی تعلیم شروع کرنے سے پہلے ہی انھوں نے بت پرستی کے خلاف بنگالی زبان میں ایک رسالہ لکھا، جس سے نہ صرف اُن کے خاندان والوں بلکہ تمام اعزہ واقربا میں ان کے خلاف سخت برہمی پیدا ہوئی اور انھوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ اپنے باپ کے گھر سے کہیں چلے جائیں۔ چنانچہ وہ پہلے بنارس گئے جو برہمنیت کا مرکز تھا اور پھر وہاں سے تبت پہنچے۔

www.taemeernews.com

جہاں انھوں نے بڑی سرگرمی کے ساتھ بُدھ مذہب کا مطالعہ کیا اور بُدھ پجاریوں کے ساتھ مناظرے کیے۔ رام موہن رائے کو شروع ہی سے تمام مذاہب کے تقابلی مطالعے کا شوق تھا، وہ حق کے متلاشی تھے، اسی غرض سے انھوں نے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کی مقدس کتابوں کی زبانیں سیکھنے کی امکانی کوشش کی۔ انھوں نے وید کو سنسکرت زبان میں پڑھا اور بُدھ مت کی مقدس کتاب "تری پٹ ٹا" کا پالی زبان میں مطالعہ کیا۔ عربی زبان پر بھی اتنا عبور حاصل کرلیا تھا کہ قرآن مجید سمجھ سکتے تھے۔ پھر اپنی زندگی کے پچھلے دور میں عبرانی زبان بھی سیکھی، تاکہ "توریت" کے متعلق صحیح رائے قائم کرسکیں اور آخر میں انجیل سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے لیے انھوں نے یونانی زبان بھی سیکھنی شروع کردی تھی۔[1]

۱۷۹۶ء کے قریب رام موہن رائے گھر واپس آئے اور باپ سے صلح ہوگئی، اب انھوں نے سنسکرت ادب اور ہندو مذہب کا مطالعہ زیادہ انہماک سے شروع کیا۔ اسی زمانے میں انگریزوں سے میل جول اور انگریزی سوسائٹی میں اُن کی آمد و رفت بھی شروع ہوئی۔ ۱۸۰۳ء میں اُن کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اب وہ برہمنوں سے زیادہ بے باکی کے ساتھ مباحثے کرنے لگے اور انھوں نے متعدد چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ کر یہ دکھانے کی کوشش کی کہ ہندوؤں کی بت پرستی اُن کے اسلاف کے دستور اور جن کتابوں کا وہ احترام اور جن پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اپنے والد کے وفات کے چند روز بعد، انھوں نے ایک کتاب "تمام مذاہب کی بت پرستی کے خلاف" فارسی زبان میں لکھی، نیز اسی موضوع پر چھوٹے چھوٹے رسالے اور بعض اُپ نشدوں کے ترجمے بھی شائع کیے، سب سے اہم چیز جس کی طرف انھوں نے لوگوں کو توجہ دلائی، وہ یہ تھی کہ ستی کے لیے ویدوں میں کوئی سند موجود نہیں، یہ خاص طور پر انھی کی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ ستی کی رسم ۱۸۲۹ء میں تمام برطانوی ہند میں، قانوناً ممنوع قرار دی گئی۔[2]

اس واقعے سے بہت پہلے، رام موہن رائے یہ دیکھ کر کہ وطن میں ان کی مخالفت روز بروز

---

[1] • ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی"، ص ۴۷۹۔

[2] • ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی"، ص ۴۸۲

www.taemeernews.com

بڑھتی جارہی ہے، کلکتہ چلے آئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کرلی تھی۔ انھوں نے سرکاری دفتر کی ملازمت بھی ترک کردی تھی اور ہمہ تن مذہبی اور معاشرتی اصلاحات میں مصروف ہوگئے تھے۔ کلکتہ میں ان کو دولت مند اور با اثر ہندوؤں اور جینیوں میں کچھ ہم خیال افراد مل گئے، جو اصلاحِ مذہب کی تجویزوں میں، ان سے متفق تھے۔ یہ لوگ ایک متحد جماعت کی شکل میں ان کے ساتھ ہوگئے اور سنہ ۱۸۱۶ء میں ایک انجمن "آتمیا سبھا" (روحانی سوسائٹی) کے نام سے قائم کی گئی۔ اس سوسائٹی کے ممبر زیادہ تر رام موہن رائے کے ذاتی احباب تھے۔ من جملہ ان کے دوار کا ناتھ ٹیگور بھی تھے۔ سوسائٹی کے جلسے رام موہن رائے کے مکان پر چند دنوں کے وقفے سے ہوا کرتے تھے لیکن برہمنوں اور پنڈتوں کی مخالفت کی وجہ سے جو بعض اوقات ان جلسوں میں شریک ہوتے تھے، انجمن کا قیام زیادہ دنوں تک نہ رہ سکا اور اس کے ارکان ایک ایک کرکے علیحدہ ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ انجمن کا وجود ہی ختم ہوگیا۔ اس کے باوجود رام موہن رائے کے جوشِ اصلاح میں کوئی کمی ظاہر نہ ہوئی، انھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ، اپنی جدوجہد جاری رکھی اور کتابوں، مختصر رسالوں اور خطبوں کے ذریعے سے، اپنے خیالات کی اشاعت کرتے رہے۔

"انجیل" میں حضرت عیسیٰ کے اقوال کے مطالعے کا اثر رام موہن رائے پر یہ ہوا کہ وہ ایک حد تک مسیحیت کے معتقد ہوگئے۔ چناں چہ ۱۸۲۰ء میں انھوں نے بنگالی اور انگریزی زبان میں، ایک کتاب بعنوان "احکامِ مسیح، رہنمائے امن و راحت" لکھی۔ اس کتاب کو دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ رام موہن رائے دل سے عیسائیت کے معتقد ہوگئے ہیں۔ سر مونیر ولیمس لکھتے ہیں کہ اگر یہ خیال کسی حد تک صحیح بھی ہو، تو بھی اس میں کچھ شبہ نہیں کہ وہ تثلیثی عیسائیت کے قائل نہ تھے۔ موصوف کی رائے یہ ہے کہ رام موہن رائے کا اصلی میلانِ طبع یہ تھا کہ مختلف مذاہب کی تعلیمات کو سمو کر ایک مرکب تیار کریں۔ وہ اس بات سے مطمئن معلوم ہوتے تھے کہ ہندو انھیں ویدانتی کہیں، موحد خدا پرست سمجھیں، عیسائی مسیحی خیال کریں اور مسلمان ان کو مسلمانوں میں شمار کریں۔ الہام کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ کسی خاص زمانے، یا کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ نوعِ انسانی کے لیے خدا کا عام عطیہ ہے۔ وہ اِسے ایک قسم کی خدائی روشنی یا وجدانی ادراکِ حقیقت سمجھتے تھے، جو ہر ملک کے ہر نیک آدمی کو کم و بیش ودیعت ہوتا ہے۔ اسی

www.taemeernews.com

بنا پر ان کا خیال تھا کہ ویدوں، عیسائیوں کے مقدس صحیفوں، قرآن مجید، ژندا وستا یا دنیا کی کسی قوم کی کسی کتاب میں جو اچھی باتیں ہوں، ان کو "سچائی کے خدا" کی طرف سے سمجھ کر قبول کرنا چاہیے۔ کسی عقیدے کی صحت کا تنہا معیار، ان کے نزدیک یہ تھا کہ وہ انسان کی عقلِ سلیم اور قلبِ انسانی کے وجدان کے مطابق ہو۔[1]

۱۸۲۸ء میں رام موہن رائے نے دوارکا ناتھ ٹیگور، پرسنو کمار ٹیگور اور بعض دوسرے اشخاص کی مالی مدد سے، اپنی جماعت کے جلسوں کے لیے کچھ کمرے کرائے پر لیے اور وہاں ہر شام کو عبادت کے جلسے ہونے لگے۔ مراسمِ عبادت چار حصوں میں منقسم تھے۔ ویدوں کا کوئی متن خوش الحانی سے پڑھنا، اُپ نشدوں میں سے کچھ پڑھنا، خطبہ اور بھجن، اس طرح کلکتے میں توحید پرستوں کی پہلی انجمن کی بنا ۲۰ اگست ۱۸۲۸ء میں ڈالی گئی۔ چندوں کی آمدنی میں جب ترقی ہوئی تو رام موہن رائے نے چیت پور روڈ پر ایک بڑا مکان انجمن کے لیے خرید لیا اور ایک سرمایہ اس کے لیے وقف کر دیا۔ اس کے لیے امین بھی مقرر کر دیے گئے، تقریباً دو سال بعد خدا پرست ہندوؤں کی پہلی مذہبی انجمن کا باضابطہ افتتاح ۲۳ جنوری ۱۸۳۰ء کو ہوا۔ رام موہن رائے نے اس مذہبی جماعت کا نام "برہمو سماج" رکھا۔ یعنی خدا پر عقیدہ رکھنے والوں کی جماعت، تولیت نامے میں تحریر کیا گیا کہ یہ عمارت اس ازلی و ابدی، ناقابلِ جستجو اور قدیم ہستی کے پرستاروں کے اجتماع کے لیے استعمال کی جائے گی جو کائنات کی بانی اور محافظ ہے اور اس جماعت کا مقصد پاکیزگی، نیکی اور انسانی ہمدردی کو فروغ دینا نیز تمام مذہبی فرقوں کے درمیان رشتۂ اتحاد کو مضبوط کرنا ہوگا۔ عمارت کے اندر کسی شبیہہ یا تصویر کے لانے کی اجازت نہ ہوگی اور نہ کوئی قربانی وہاں کی جائے گی۔ اس میں جمع ہونے والے کسی ایسی چیز کا ذکر جس کی دوسرے لوگ پرستش کرتے ہوں حقارت کے ساتھ نہ کریں گے۔[2]

ان باتوں کے باوجود رام موہن رائے نے اپنی نئی جماعت کے ارکان پر، یہ واضح کر دیا تھا کہ ان کے ذہن میں کسی نئے فرقے کی بنیاد رکھنے کا خیال نہیں ہے۔ وہ بس اتنا دعویٰ کرتے تھے کہ انھوں نے پہلی مرتبہ، موحدانہ پرستش کی بنا ایک عمارت میں قائم کر دی ہے، جس میں تمام ذاتوں طبقوں

---

[1] ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی، ص ۸۴۔

[2] " " " " ص ۸۶-۸۷۔

www.taemeernews.com

اور فرقوں کے لوگوں، ہندوؤں، مسلمانوں اور عیسائیوں کو اکٹھا ہو کر خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اور ان سب لوگوں سے جس وحدتِ عقیدت کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ اسی قدر ہے کہ خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھیں۔ خود رام موہن رائے کا رویّہ اپنے قومی مذہب کے ساتھ ایک ہمدرد مصلح کا تھا جو ان کی زندگی کے آخر دم تک قائم رہا۔ وہ ایک ایسے مصلح تھے جو ہندومت کی تمام خوبیوں اور سچائیوں کو باقی رکھنا چاہتے تھے اور صرف اس کے باطل اور فاسد اجزا کو ختم کر دینے کے خواہشمند تھے۔ چناں چہ مذکورہ بالا عمارت میں بھی ایک کمرہ برہمنوں کے لیے مخصوص تھا، جس میں ویدوں کی باقاعدہ کتھا ہوتی تھی اور اس میں برہمنوں کے علاوہ کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ رام موہن رائے نے اپنا جنیئو بھی قائم رکھا تھا۔

۱۸۳۰ء میں شہنشاہ دہلی نے رام موہن رائے کو راجہ کا خطاب دے کر اپنے مالی حقوق کی نسبت، کمپنی کی بدعنوانیوں کے خلاف اپیل کرنے کے لیے انگلستان بھیجا۔ ۱۸۳۱ء میں وہاں پہنچنے کے بعد ان کی صحت خراب ہونے لگی اور دو سال بعد ستمبر ۱۸۳۳ء میں ان کا انتقال برسٹل میں ہو گیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ان کے برہمن ملازم نے وہ تمام ہندوانہ رسمیں ادا کیں، جو ایک برہمن کے لیے مخصوص ہوتی ہیں۔ مرنے کے وقت بھی رام موہن رائے کے جسم پر جنیئو موجود تھا۔[1]

رام موہن رائے کے انگلستان جانے کے بعد ان کی نئی جماعت روز بروز کمزور ہوتی گئی۔ بارہ برس کے بعد ان کے دوست دوارکا ناتھ ٹگور کے فرزند، مہارشی دیوندر ناتھ ٹگور (رابندر ناتھ ٹگور کے والد) نے سماج میں داخل ہو کر، اس میں نئی جان ڈالی اور اس کو از سرِ نو منظم کیا۔ برہمو سماج میں داخل ہونے سے پہلے، دیوندر ناتھ ٹگور نے مذہبی اصلاح کے لیے ایک انجمن "تتوا بودھنی سبھا" کے نام سے ۱۸۳۹ء میں قائم کی تھی اور اپنے خیالات کی اشاعت کے لیے وہ بنگالی زبان میں ایک رسالہ "تتوا بودھنی پتر کا" نکالتے تھے جس کی ادارت کے فرائض اکھے کمار دت انجام دیتے تھے۔ وہ پکے خدا پرست بن گئے تھے۔ انھوں نے انگریزی تعلیم ہندو کالج میں پائی تھی اور روحانی اوصاف سے بھی پوری طرح متصف تھے۔ مسٹر عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں کہ "تتوا بودھنی سبھا" کی دوسری سالگرہ کے موقعے پر انھوں نے فرمایا:-

---

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی" ص ۴۹۰

www.taemeernews.com

"انگریزی تعلیم کی اشاعت کے باعث اب ہم جاہلوں کے مانند لکڑی اور پتھر کو خدا سمجھ کر ان کی پرستش نہیں کر سکتے ۔"

وہ ہندو مذہب کے عقائد کی اصلاح چاہتے تھے، اسے ترک کر دینے پر راضی نہ تھے۔ خدا کی پرستش پر زور دیتے تھے لیکن طریقِ پرستش کا فیصلہ انسان کی مذہبی حس پر چھوڑ دیا تھا فرماتے تھے:

"میری خواہش ہے کہ تمام انسان جن میں ادنیٰ طبقے کے لوگ بھی شامل ہیں، برہم کی پرستش کریں۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ جو لوگ گایتری کی مدد سے پرستش کر سکتے ہیں وہ اسی طرح کرتے رہیں۔ لیکن جو نہیں کر سکتے ان کو اس امر کی آزادی ہو کہ وہ کوئی آسان طریقہ اختیار کر لیں، جس کے مطابق وہ خدا کے گیان میں مگن ہو سکیں۔" [۱]

سماج کی حالت پر غور و خوض کرنے کے بعد مہارشی دیویندر ناتھ ٹگور اس نتیجے پر پہنچے کہ اس کی بقا اور استواری کی صرف یہی صورت ہے کہ اس کا ایک باقاعدہ صدر مقرر کیا جائے، اس کے لیے ایک مستقل خادم دین (منسٹر) ہو، عبادت کا ایک مقرر طریق اور عقائد و اعمال کا ایک معین معیار ہو۔ چناں چہ ۱۸۴۳ء کے آخر میں انھوں نے برہمو سماج کا ایک عہد نامہ خود مرتب کیا۔ جو سات دفعات پر مشتمل تھا۔ سماج کا ممبر بننے کے لیے ہر شخص کو عہد کرنا پڑتا تھا کہ وہ بت پرستی سے پرہیز کرے گا، کسی مخلوق شے کی پوجا نہ کرے گا۔ بلکہ صرف خدا کی پرستش کرے گا جو تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اور ان کو فنا کرنے والا ہے اور جو وحدہ لاشریک ہے۔ یہ عہد بھی کرنا پڑتا تھا کہ زندگی پاکیزگی سے بسر کرے گا اور خدا کی مغفرت ترک گناہ کے ذریعے سے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح رام موہن رائے کی مذہبی انجمن ۱۸۴۴ء میں از سرِ نو منظم ہو کر گویا دوبارہ قائم ہوئی اور اب اس کا نام آدی برہمو سماج رکھا گیا۔ ۱۸۵۰ء تک بنگال میں برہمو سماج کے نمونے کی کئی سماجیں اور قائم ہو گئیں،

---

[۱] "انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ" از عبداللہ یوسف علی، شائع کردہ ہندوستانی اکیڈیمی الٰہ آباد ۱۹۳۹ء ص ۶۷۔۱۸۶۔

www.taemeernews.com

مثلاً مدناپور، کرشن نگر، اور ڈھاکہ کی سماجیں۔ عقائد کی اصلاح کے باوجود ہندوؤں کے مذہبی رسم و رواج کی اصلاح پر، دیوندر ناتھ ٹگور زیادہ زور نہیں دیتے تھے۔ مثلاً انھوں نے خود تو جینؤ پہننا چھوڑ دیا تھا۔ مگر دوسروں کو اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سماج کا نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ، جس کے سرگروہ کیشب چندر سین تھے، دیوندر ناتھ کی میانہ روی سے بیزار ہو گیا۔

کیشب چندر سین ۱۸۵۸ء میں برہمو سماج میں داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے پریزیڈنسی کالج، کلکتہ، میں تعلیم پائی تھی۔ انگریزی تعلیم اور مسیحی خیالات کے اثر سے، ان کو ہندو مذہب کے اکثر رسم و رواج قابلِ ترک معلوم ہونے لگے لیکن اپنی نوعمری کے خیال سے انھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ دیوندر ناتھ ٹگور کے ساتھ، ان کی ماتحتی میں کام کریں۔ چناں چہ پانچ برس تک دونوں کا ساتھ رہا اور ان کے اتحاد سے سماج کے نوجوانوں کی تربیت ہوتی رہی مگر آخر کار دیوندر ناتھ کی اعتدال پسندی سے کیشب گھبرا گئے۔ ان کے نزدیک صرف اسی قدر کافی نہ تھا کہ بت پرستی کا انسداد کر دیا جائے بلکہ وہ ہندو مذہب کے رسم و رواج کو بھی جو ان کے خیال میں باطل تھے، مٹا دینا چاہتے تھے۔ پہلی نزاع اُن کے اور دیوندر ناتھ کے درمیان جینؤ کے مسئلے پر ہوئی۔ کیشب چندر نے اس بات پر زور دیا کہ جو لوگ سماج کے مندر میں عبادت کرنے آئیں، وہ جینؤ اتار کر آئیں تاکہ اونچ اور نیچ ذات کی تفریق جو جینؤ سے ظاہر ہوتی ہے، باقی نہ رہے۔ وہ ذات پات کے سخت مخالف تھے۔ دیوندر ناتھ ٹگور نے اس تحریک پر خود تو جینؤ اتار دیا لیکن دوسروں کو اس کے لیے مجبور کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ اس کے بعد شرادھ (یعنی متوفی) باو اجداد کی پوجا) کا مسئلہ دونوں کے درمیان اختلاف کا باعث ہوا۔ اسی طرح بچے کی پیدائش، اس کے نام رکھنے کی رسم اور مردے کو جلانے کی رسم پر اختلاف ہوا۔ زیادہ اہم مسئلہ شادی بیاہ کا تھا۔ کیشب اور ان کی جماعت کے لوگوں نے بچپن کی شادی کی سخت مخالفت کی، اس کے بعد بیواؤں کی شادی اور تعددِ ازدواج پر شدید اختلاف ہوا پھر اگست ۱۸۶۴ء میں کیشب نے دو مختلف ذات کے ہندوؤں کے درمیان شادی کرا دی۔ یہ بدعت دیوندر ناتھ ٹگور کو بہت ناگوار ہوئی۔ کیشب نے دیکھا کہ وہ کلکتے کی برھمو سماج، میں رہ کر آزادی کے ساتھ اپنا اصلاحی کام جاری نہیں رکھ سکتے۔ انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ سماج کے ممبروں کی بڑی تعداد اب بھی ذات پات کے جھگڑوں اور اوہام پرستی میں مبتلا ہے۔ ان کے لیے یہ صورتِ حال

www.taemeernews.com

ناقابلِ برداشت تھی، انھوں نے محسوس کیا کہ ان کا مشن دیوندر ناتھ ٹیگور کے مشن سے مختلف ہے۔ آخر کار فروری ۱۸۶۵ء میں کیشب چندر سین اور اُن کے ساتھ سماج کے نوجوان ممبروں کی ایک کثیر تعداد نے "آدی برہمو سماج" سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کرکے اپنی جماعت الگ قائم کرلی لیکن یہ جماعت ایک منظم انجمن کی شکل نومبر ۱۸۶۶ء تک نہ حاصل کر سکی۔ اب جو انجمن قائم ہوئی اس کا نام ان لوگوں نے "ہندوستان کی برہمو سماج" (بھارت ورشیہ برہمہ سماج) رکھا۔ اس انجمن کا دعویٰ تھا کہ اس نے برہمنیت سے اپنا تعلق بالکل منقطع کرلیا ہے[۱]۔ "ہندوستان کی برہمو سماج" کے نئے مندر کا سنگ بنیاد ۲۴ جنوری ۱۸۶۸ء کو رکھا گیا لیکن عمارت کا باقاعدہ افتتاح، اگست ۱۸۶۹ء میں ہوا۔ اس نئی سماج کے اہم ترین عقائد مختصراً حسبِ ذیل قرار پائے :-

خدا کائنات کا مسبّب الاسباب ہے۔ وہ اپنی مشیت سے تمام اشیا کو عدم سے وجود میں لایا اور وہی ان کو مسلسل قائم رکھتا ہے، وہ روح ہے مادہ نہیں ہے۔ وہ کامل غیر محدود، قادرِ مطلق، رحمٰن ورحیم اور قدوس ہے۔ وہ ہمارا باپ، محافظ، مالک، بادشاہ، اور نجات دینے والا ہے۔

روح غیر فانی ہے، موت صرف جسم کی تحلیل و تجزیہ کا نام ہے، مرنے کے بعد کوئی نئی زندگی نہیں ہوتی۔ آئندہ زندگی ایک سلسلہ اور ترقی یا تکمیل ہے موجودہ زندگی کی۔ جو لوگ اس وقت موجود ہیں، وہ گویا آئندہ لوگوں کے جنین کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حقیقی مقدس صحیفے دو ہیں، صحیفۂ فطرت اور وہ فطری خیالات جو ذہن میں مرتسم ہیں۔ خالقِ کائنات کی حکمت، قدرت اور رحمت کائنات کے صفحے پر لکھی ہوئی ہے۔ حیات جاودانی کا عقیدہ اور اخلاقی تصورات ایسے معتقدات ہیں جن کی جڑیں انسان کی سرشت میں پیوست ہیں۔

خدا کبھی انسانی جسم میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کی الوہیت ہر انسان میں موجود ہے اور بعض آدمیوں میں زیادہ نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ، نانک، چیتنیا اور دنیا کے دوسرے بڑے معلم خاص وقتوں میں ظاہر ہوئے اور انھوں نے دنیا کو بے شمار فائدے پہنچائے۔ وہ عالمگیر احسان مندی اور محبت کے مستحق ہیں۔

---

[۱] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی"، ص ۵۰۲

www.taemeernews.com

برہم مذہب دوسرے تمام مذہبی نظاموں سے مختلف ہے، پھر بھی یہ سب کا جوہر پا ئنٹ ہے یہ دوسرے فرقوں سے مخاصمانہ برتاؤ نہیں کرتا بلکہ جو باتیں ان فرقوں میں حق ہیں، اُن کو قبول کرتا ہے یہ انسانی فطرت پر مبنی ہے، اس لیے دائمی اور عالم گیر ہے۔ یہ کسی زمانے یا ملک میں محدود نہیں۔

تمام نوعِ انسانی کی حیثیت ایک برادری کی ہے، برہم مذہب اونچی اور نیچی ذات کی تفریق کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس مذہب کا مقصد یہ ہے کہ تمام انسانوں کو متحد کرکے، ایک خاندان بنادے۔

فرائض کی چار قسمیں ہیں:

(۱) وہ فرائض جو خدا سے متعلق ہیں، مثلاً اس پر ایمان رکھنا، اس سے محبت کرنا، اس کی پرستش اور پوجا پاٹ کرنا۔

(۲) وہ فرائض جو اپنی ذات سے وابستہ ہیں، مثلاً جسمانی صحت کو قائم رکھنا، علم حاصل کرنا اور اپنا تزکیۂ نفس کرنا۔

(۳) وہ فرائض جن کا تعلق دوسرے انسانوں کے ساتھ ہے۔ مثلاً راست گوئی، انصاف پسندی، احسان مندی، اور سب کی فلاح وبہبود کو فروغ دینا۔

(۴) وہ فرائض جو جانوروں اور ادنیٰ مخلوقات سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنا۔

ہر گنہگار کو کبھی نہ کبھی اپنے گناہوں کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ خواہ اسی دنیا میں خواہ دوسری دنیا میں، انسان کو لازم ہے کہ پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے خدا کی پرستش کرے، اپنے نفسانی جذبات کو مغلوب رکھے، گناہوں پر نادم ہو، فطرت اور اچھی کتابوں کا مطالعہ کرے، نیک آدمیوں کی صحبت اختیار کرے اور تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کرے۔ یہی چیزیں خدا کے فضل و کرم سے نجات تک اس کی رہنمائی کریں گی۔

نجات یا مکتی نام ہے، روح کے بداخلاقی کی جڑ سے رہائی پانے اور پاکیزگی میں ہمیشہ ترقی کرتے رہنے کا۔ اس ترقی کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور روح اس ذات میں جو غیر محدود تقدس اور مسرت کا سرچشمہ ہے، روز بروز زیادہ متقی اور مسرور ہوتی جاتی ہے۔ خدا کی رفاقت، ہندوستان کے خدا پرستوں کی جنت ہے[1]

---

[1] ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی، ص ۵۰۳-۵۰۴

www.taemeernews.com

سنہ ۱۸۷۰ء میں کیشب چندر سین نے انگلستان کا سفر کیا اور اس کا مقصد یہ بیان کیا کہ وہ اپنے ہم وطنوں کی مذہبی، معاشرتی اور سیاسی ترقی میں انگریزوں کی دلچسپی کو ابھارنا چاہتے ہیں۔ اسی سال ولایت سے واپس آکر، وہ معاشرتی اصلاح کی کوشش میں سرگرمی کے ساتھ منہمک ہو گئے اور عورتوں کی اصلاح، مردوں اور عورتوں کی تعلیمی ترقی، شراب خوری کے انسداد اور اہلِ ہند کی عام معاشرتی اصلاح کے لیے ایک سوسائٹی "انڈین رفارم ایسوسی ایشن" (ہندوستان کی انجمنِ اصلاح) کے نام سے قائم کی۔ یہ سوسائٹی جس میں ہر طبقے اور فرقے کے لوگ شامل ہو سکتے تھے۔ ۲ر نومبر ۱۸۷۰ء کو قائم کی گئی اور سنہ ۱۸۷۱ء میں بالغوں کا اسکول اور ایک نارمل اسکول عورتوں کے لیے کھولا گیا۔

سب سے اہم اصلاح، جس کی طرف کیشب اور اُن کے ساتھیوں نے پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اپنی توجہ مبذول کی شادی بیاہ کے رسوم کی اصلاح تھی، اوپر بیان ہو چکا ہے کہ کیشب بچپن کی شادی کے سخت مخالف تھے، چناں چہ اب انھوں نے بہترین طبی مشورے حاصل کر کے شادی کے لیے مناسب عمر کا تعین کیا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ حکومت سے ایک نئے قانونِ ازدواج کی درخواست کی گئی جس کی رو سے برھمو سماج کے ممبروں کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ اپنے طریقے پر قانونی شادیاں کر سکیں، چناں چہ اس تحریک پر حکومت کی طرف سے ایک مسودہ قانون تیار کیا گیا لیکن اس مسودے کی شدید مخالفت نہ صرف پرانے خیال کے برہمنوں بلکہ خود سماج کے زیادہ قدامت پسند ممبروں نے بھی کی۔ مزید کوشش کے بعد بالآخر ۲۲ر مارچ ۱۸۷۲ء کو "دیسی شادی کا قانون" NATIVE MARRIAGE ACT پاس ہو گیا۔ اس قانون نے پہلی مرتبہ ہندو سوسائٹی میں قانونی شادی (سیول میرج) کا دستور جاری کیا۔ اس کی رو سے شادی بغیر کسی مذہبی رسم کے ہو سکتی تھی۔ مختلف ذاتوں کے درمیان بھی شادی جائز قرار دی گئی، لڑکے کی عمر کم سے کم اٹھارہ سال اور لڑکی کی چودہ سال معین کی گئی لیکن فریقین میں اگر کوئی اکیس سال سے کم کا ہو تو اس صورت میں والدین یا سرپرستوں کی تحریری منظوری حاصل کرنا لازمی ٹھہرایا گیا۔ قرابت کے چند معین درجوں تک، باہمی شادیاں نہیں ہو سکتی تھیں۔ اسی طرح بیک وقت دو شوہروں یا دو بیویوں کا رکھنا بھی ممنوع قرار پایا لیکن بیوہ عورتوں کو شادی کرنے کی اجازت

www.taemeernews.com

دی گئی۔[1]

اس کے بعد کچھ عرصے تک "آدی برھمو سماج"، جس کے لیڈر دیوندر ناتھ ٹگور تھے اور "ہندوستان برھمو سماج"، جو کیشب چندر سین کی سرکردگی میں تھی، دونوں اپنے اپنے دائرے میں اچھا کام کرتی رہیں۔ اُن کی سرگرمیوں کا ثبوت، ان کے تبلیغی کارناموں سے ملتا ہے۔ ۱۸۷۰ء تک تمام ہندوستان کی، جس میں آسام بھی شامل تھا، برھمو سماجوں کی تعداد ایک سو سات تک پہونچ گئی تھی۔ اُن میں سے بعض قدیم سماج کی پیرو تھیں اور بعض ترقی پسند سماج کی۔[1]

اس درمیان میں ترقی پسند سماج میں اختلال وانتشار کے آثار ظاہر ہونے لگے، جو چیز اس سماج میں برہمی پیدا کرنے کا باعث ہوئی وہ کیشب چندر سین کے اقتدار کا مسئلہ تھا۔ سرمونیر ولیمس لکھتے ہیں کہ کیشب کی ذہانت اور طبّاعی ایسی نمایاں تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں، ان کا احترام ایک قسم کی پرستش کی حد تک پہونچ گیا۔ بعض لوگوں نے ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کا انھوں نے انکار کیا اور اُن کے متبعین نے بھی اس الزام کی ہمیشہ سختی سے تردید کی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ کشف اور الہام کے مدعی تھے۔ علاوہ بریں وہ اپنی جماعت کے مذہب اور عقائد ہی میں خود مختار اور مطلق العنان نہ تھے بلکہ اس کے تمام معاملات کے تنہا منتظم اور مہتمم بھی تھے اور ایک غیر ذمہ دار آمر (ڈکٹیٹر) کی طرح حکومت کرتے تھے۔ لوگوں نے یہ شکایت کرنی بھی شروع کی کہ ترقی پسند سماج کسی دستور کی پابند نہیں اور نہ اُسے اپنے معاملات میں بحث ومباحثہ کی آزادی حاصل ہے۔

اختلاف اور بے اطمینانی کے عناصر اپنا کام کر ہی رہے تھے کہ ایک نہایت غیر متوقع واقعہ پیش آیا، جس نے سماج کو بہت جلد درہم برہم کر دیا۔ ۱۸۷۷ء میں یہ افواہ اڑی کہ کیشب جیسا زبردست مصلح، اپنے عزیز اصولوں کو جاہ وثروت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دینا چاہتا ہے، یعنی جو شخص بچپن کی شادی کو ہندوستان کے لیے ایک لعنت سمجھتا تھا، وہ خود

---

[1] ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی ص ۵۰۸

" " " " ص ۵۱۱

www.taemeernews.com

اپنی لڑکی کا بیاہ، جس کی عمر چودہ سال سے کم تھی، کوچ بہار کے نوجوان مہاراجہ سے، جو ابھی اٹھارہ سال کا بھی نہیں تھا، کر دینے پر آمادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس افواہ کی تصدیق جب ترقی پسند سماج کے اخبار "انڈین مرر" مورخہ ۹ فروری ۱۸۷۸ء سے ہوئی جس میں اس شادی کے طے پا جانے کا اعلان شائع ہوا تھا، تو ہر طرف سے اعتراضات ہونے لگے لیکن ان کی مطلق پروا نہیں کی گئی اور ۶ مارچ ۱۸۷۸ء کو شادی کی رسم ادا ہو گئی۔ اس شادی میں عروس کی طرف سے بت پرستانہ رسوم بھی ادا کی گئیں اگرچہ کیشب چندر سین خود وہاں موجود نہ تھے۔ سر مونیر ولیمس لکھتے ہیں کہ شادی کے جائز قرار پانے کے لیے بعض رسوم مثلاً ہوم وغیرہ کا ادا کیا جانا ایک دیسی ریاست میں ضروری تھا جو انگریزی حکومت کی حمایت میں ہونے کے باوجود برطانوی ہند کے قانونِ نکاح سے مستثنیٰ تھی۔ شادی کے بعد فوراً ہی مہاراجہ انگلستان کو روانہ ہو گیا اور زن و شوہر کے درمیان ازدواجی تعلقات ۲۰ اکتوبر ۱۸۸۱ء تک شروع نہیں ہوئے جب کہ شادی کی آخری رسمیں ادا کی گئیں۔[1]

چند روز کے بعد اس شادی کی مخالفت کرنے والوں نے اپنے آئندہ طرزِ عمل پر غور کرنے کے لیے ایک جلسہ کیا۔ انھوں نے اس امر کی بھی ناکام کوشش کی کہ کیشب چندر سین کو خادمِ دین کے عہدے سے معزول کر دیا جائے، نیز سماج کے مندر پر قبضہ کرنے کی کوشش میں بعض نامناسب باتیں ظہور میں آئیں۔ بالآخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک نئی جماعت دستوری اور عالم گیر بنیاد پر قائم کی جائے۔ چناں چہ تمام صوبہ جاتی سماجوں سے مشورہ کیا گیا اور اکثریت کی رائے کے مطابق، ۱۵ مئی ۱۸۷۸ء کو کلکتے کے ٹاؤن ہال میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور ہوئی۔

"یہ جلسہ برہم سماج میں کسی دستوری نظام کے نہ ہونے پر نہایت افسوس کا اظہار کرتا ہے اور ایک دوسری سماج "سادھارن (عام) برہم سماج" کے نام سے قائم کرتا ہے تاکہ وہ سنگین اور گوناگوں برائیاں دور کر دی جائیں، جو موجودہ صورتِ حال کا نتیجہ ہیں اور ان تمام باتوں میں جو ہندوستان میں خدا پرستی کے مسئلے اور خدا پرستی

---

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی" ص ۵۱۲-۵۱۳۔

www.taemeernews.com

کے کام پر اثر انداز ہوتی ہیں، عام برہم جماعتوں کی نمائندگی اوران کا متحد تعاون حاصل کیا جائے۔[1]

اس نئی برہم سماج کے پہلے صدر آنند موہن بوس تھے۔ عبادت کے جلسے شروع میں کرائے کے کمروں میں ہوا کرتے تھے لیکن جنوری ۱۸۷۹ء میں ایک جدید عبادت خانے کی تعمیر شروع کردی گئی۔ ساتھ ہی ساتھ اس جماعت کی طرف سے ایک اخبار برہم پبلک اوپی نین" BRAHMA PUBLIC OPINION اور ایک پندرہ روزہ رسالہ "تتوا کودی" یعنی "سچائی کی چاندنی" جاری کیا گیا۔

مسٹر عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں:۔

۱۸۷۸ء کی مذہبی پھوٹ سے، سادھارن برھمو سماج پیدا ہوئی (جس کی عام جماعت نے مغرب کے آزاد کلیساؤں کے اصول پر کام کرنا شروع کردیا) کیشب نے اس وقت (جنوری ۱۸۸۱ء میں) واضح طور پر اپنے جدید مذہبی عقیدے (نوا ودھان) کا اعلان کیا اور دعویٰ کیا کہ اُن کو خود وحی آتی ہے اور وہ اپنے مذہب کے نبی ہیں۔ جنوری ۱۸۸۴ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت برھمو سماج کے جھنڈے کے نیچے تین جماعتیں ہیں:۔

(۱) قدیم جماعت یا آدی سماج، جو گو کم تعداد میں ہے لیکن اپنے آئین میں خاص طبقے کے اراکین کو اختیار دیتی ہے۔ اس جماعت پر ۱۸۷۲ء کے سیول میرج ایکٹ کا اطلاق نہیں ہوتا، وہ شادی کے معاملے میں خود اپنی رسموں کی پابند ہے (۲) مجلس عامہ یا سادھارن جماعت، جو عام عملی یا دنیاوی تنظیم پر مبنی ہے اور (۳) "جدید عقیدہ" کی جماعت، جس میں مذہبی اسرار اور طریقت کو جگہ دی جاتی ہے۔ آخر الذکر جماعت اپنے عقائد کی عالمگیر نوعیت کے متعلق یہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ہندو رسم و رواج کی پابندی سے آزاد کرلیا ہے لیکن عملی پہلو سے یہ بات مشکل ہے۔ سماج کا

---

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی" ص ۵۱۶

www.taemeernews.com

زیادہ تر اب تر موجودہ زمانے میں بنگال میں پایا جاتا ہے[۱]۔"

بنگال کے باہر برھمو سماج کی تحریک کو بمبئی اور مدراس کے صوبوں میں زیادہ فروغ حاصل ہوا، بمبئی میں "پرارتھنا سماج" کے نام سے مغربی ہند کی پہلی خدا پرست، انجمن ۱۸۶۷ء میں قائم ہوگئی تھی۔ "پرارتھنا سماج" کے مشہور لیڈر ایم۔جی۔ راناڈے (۱۸۴۲ء تا ۱۹۰۱ء) اور ان۔جی۔ چند اورکر (۱۸۵۵ء تا ۱۹۲۳ء) تھے، ان دونوں کی توجہ زیادہ تر اصلاحِ معاشرت پر مرکوز رہی اور اس شعبے میں انھوں نے بڑی شہرت حاصل کی۔ پرارتھنا سماج کے مرہٹی مرکز پونا اور بمبئی میں ہیں اور ایک گجراتی مرکز احمد آباد میں ہے۔ مدراس کی برہم سماج جو ۱۸۷۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ ایک سابق انجمن، وید سماج کی ترقی یافتہ شکل تھی رفتہ رفتہ مدراس کی سماج کی اٹھارہ دراوڑی شاخیں صوبے میں اور قائم ہوگئیں۔ لاہور میں سردار دیال سنگھ مجیٹھیہ کی وصیت کے مطابق، ۱۹۱۰ء میں دیال سنگھ کالج کی بنیاد پنجاب میں برھمو سماج کے اصول کی تبلیغ کے لیے ڈالی گئی تھی لیکن آریہ سماج کی مخالفانہ سرگرمیوں کی وجہ سے، اس تحریک کو خاطر خواہ کامیابی نہ ہوسکی۔

برھمو سماج کی اُردو کتابیں

برھمو سماج کی طرف سے اُردو میں متعدد کتابیں شائع کی گئی ہیں۔ مندرجہ ذیل وہ ہیں جو مجھے دستیاب ہوسکیں:

(۱) بنیاد الایمان براھمو دھرم:۔ مصنفہ، ستیانند اگنی ہوتری، حصہ اول، مطبوعہ نیو امپریل پریس، لاہور۔ ۱۸۸۳ء ص ۲، ۔ ذیل کے اقتباس میں "ا" سے سائل اور "ب" سے مجیب مراد ہے۔

"ا۔ کیوں جناب، برھمو مذہب کیا چیز ہے؟

ب۔ برھمو مذہب سے آپ کی مراد، کیا براھم دھرم کے عقائد سے ہے؟

ا۔ جی ہاں

ب۔ برھم، اُسے کہتے ہیں جو سب سے بڑا اور لاثانی ہو کہ جس کو عام بول چال میں پرمیشر یا خدا کہتے ہیں اور دھرم، اُس فطرتِ الٰہی یعنی الوہیت یا دیو بھاؤ سے مراد ہے، جس کا تخم ہر ایک

---

[۱] انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، ص ۲۶۶۔

www.taemeernews.com

انسانی روح میں خالق نے بو رکھا ہے۔ پس سنسکرت زبان کی ترکیب کے موافق برھم دھرم پرمیشر کے قائم یا ظاہر کیے ہوئے دھرم کو کہتے ہیں اور یہ دھرم جن اصولوں پر مبنی ہے، وہ اس کے عقائد کہلاتے ہیں۔

ا۔ کیا دھرم کوئی فطری چیز ہے اور اس کو پرمیشر نے انسان کی سرشت میں قائم کر دیا ہے؟

ب۔ بیشک دھرم فطری چیز ہے اور اس کا بیج خالق نے ہی انسان کی سرشت میں بو دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے پہچاننے کا مادّہ اور اس کی ترقی کی خواہش بھی انسان میں طبعی ہے۔

ا۔ یہ کیونکر معلوم ہو؟

ب: انسان کی فطرت پر نگاہ ڈالنے سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ آپ کس طور سے جانتے ہیں کہ انسان میں کھانے پینے کی خواہش طبعی ہے، کیوں کہ علاوہ بھوک کی خواہش محسوس کرنے کے آپ یہ بھی صاف دیکھتے ہیں کہ وہ اس خواہش کے پورا ہونے کی غرض سے ہزاروں قسم کی کھانے کی چیزوں کے پیدا کرنے اور بہم پہنچانے میں مصروف دیکھا جاتا ہے۔ دھرم کی خواہش کی بھی اسی طور پر تصدیق کر سکتے ہو۔ دیکھو گے کہ انسان کی تاریخ میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں انسان نے دھرم کی بھوک اور پیاس کا اظہار نہ کیا ہو، صرف معمولی اظہار ہی نہیں بلکہ اس کے حصول کے لیے اس نے وہ کچھ کیا ہے کہ جو کسی دنیوی چیز کے لیے نہیں کیا۔ بستی چھوڑ جنگل میں یہ گیا ہے، بادشاہت چھوڑ فقیر یہ ہوا ہے، پاک دامن، نیک، وفادار اور حسین بیوی اور لختِ جگر بچوں کی نہایت زوردار محبت اور موہ سے ایک لخت کنارہ اس نے کیا ہے۔ دنیا کے ہزاروں لذائذ اور جسمی آرام و آسائش کے سامانوں سے منہ اس نے موڑا ہے۔ دن کو دن اور رات کو رات اس نے نہیں سمجھا۔ گرمیوں کی جلتی ہوئی دھوپ میں اپنے چاروں طرف آگ کی دھونی جلا کر یہ بیٹھا ہے۔ سخت سے سخت سردی اور پالے کے دنوں میں دریا کے برفانی پانی میں برسوں یہ کھڑا رہا ہے۔ سیکڑوں اقسام کے لذیذ کھانوں کو چھوڑ جنگلی درختوں کے پھل پھول پر اس نے گزران کی ہے۔

www.taemeernews.com

بیش قیمت پوشاک اور لباس چھوڑ بھگوئے بستر اس نے پہنے ہیں۔ بھبوت مل
ہاتھ اس نے سکھائے ہیں، کان پھڑوائے اور زبانیں کاٹی ہیں اور برف میں جسم کو اس
نے گلایا ہے۔ پیڑ کے تلے اور پہاڑ کی کھو میں سمادھی لگا کر دھیان اور تصور میں عمر اس نے
کاٹی ہے۔ غرض کہ یہ کل باتیں یوں ہی عمل میں نہیں آئیں بلکہ یہ سب اسی طبعی خواہش کے
جوش میں آنے کا نتیجہ ہے کہ جس کا بیج اس کی سرشت میں موجود ہے" (ص ۶۔۸)

" براھمو دھرم کے بنیادی اصول، مصنف کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں:۔
"اوّل۔ ایک بے ہمتا خدا تمام کائنات کا خالق اور قائم رکھنے والا ہے۔ وہ علیم، راستی،
کُل (آنندے)، عادل، پاک اور رحیم ہے۔ وہی تمام خوبیوں کا لا انتہا چشمہ ہے،
اس کے سوا کوئی شے اپنی خوبی میں کامل نہیں۔

دوم۔ روحِ انسانی غیر فانی ہے۔

سوم۔ روحِ انسانی ایک بے ہمتا خدا کی سچی پرستش یعنی روحانی جوگ اور اس کے
پسندیدہ عمل سے پاپ سے مکتی اور دھرم جیون حاصل کر سکتی ہے۔" (ص ۷)

(۲) کتابِ طریقت عبادت مجلسی براہمو سماج:۔ شائع کردہ اودھ براہمو سماج۔ مطبع نول کشور،
لکھنؤ، ۱۸۷۷ء، ص ۲۳

اس کتاب میں، برھمو سماج کی مجلسی عبادت کا طریقہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ابتدائی
حصہ ملاحظہ ہو:۔

طریقتِ عبادت مجلسی براہم سماج
شروع عبادت کا ایک سماع کے ساتھ ہوگا۔

تنبیہہ

" جو ہمارا خالق و رب و نجات دہندہ ہے، اس کی عبادت کے لیے ہم اس جگہ
جمع ہوے۔ بھائیو تفکر و ہوسِ دنیوی کو چھوڑ دو۔ دلوں کو سکون کرو اور نجات کے
واسطے کمال راغب ہو کر، اس کے تخت کے رو برو ہو۔ یہ عبادت خانہ اُس کے
جلوۂ کمال و جلال سے بھرا ہوا ہے، اعتقاد و محبت کی آنکھوں سے اُس کو دیکھو

www.taemeernews.com

اس لاانتہا و حق و حسین و محسن پروردگار کے چاروں جوانب بیٹھ کر ہم سب عاجزی کے ساتھ اس کی پرستش کریں، واس کا مراقبہ کریں اور نجات کے واسطے اس سے دعائیں مانگیں، خدائے رحیم ہمارے دلوں کو آمادہ کرے۔

سماع

حمد

اللّٰہُ حَقٌّ وَعَلِیمٌ وَلا مَحْدُودٌ وَدانٌ وَرَاحِیمٌ وَمُقَدَّسٌ وَمُنعِمٌ

الٰہی تو حق ہے۔ سب جگہ تیری موجودی محیط وجید ہے۔ تو ساری کائنات کی پناہ، تو سارے موالید ثلاثہ کا اصل ہے۔ تجھ سے ہم زندہ و قائم ہیں۔ تیرے بغیر سب کچھ باطل و بے اصل۔ الٰہی تو ہماری جانوں کی جان ہے۔ تو علیم ہے۔ تیرے علم بے پایاں سے آسمان وزمین نے جلوہ پایا ہے۔ چاروں طرف تیری کیسی عجیب حکمتیں و کیسے عجیب توانین ہیں۔ تیری بشیمار چشم دانش ہم پر قائم ہے اور ہمارے گناہوں، درونی و بیرونی کو دیکھ رہی ہے۔ تیری نظر نور سے ہم کچھ پوشیدہ نہیں رکھ سکتے ہیں تو ہمہ بیں، تو شاہد دروں، تو سب کا شاہد ہے......"

(۳) "کلمات الدین" شائع کردہ اودھ براہم سماج، مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ ۱۸۷۸ء ص ۲۰

اس مختصر کتاب میں بعض بنگالی رسالوں کے مضامین اُردو میں پیش کیے گئے ہیں۔ پہلا باب "کلماتِ اسرار" ہے جس کا ایک ٹکڑا نمونتہً یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"کیوں میرا دل مدام خوش نہیں رہتا ہے؟ غیب سے حق تعالیٰ نے جواب دیا۔ میرے پاس بار بار نہ آنے سے ایسی خرابی ضرور ہوگی۔ میں نے چند مرتبے کہا کہ گاہ بگاہ خلوت میں، میرے نزدیک بیٹھا کر۔ جو کہنے کے ہیں سو اس وقت میں کہوں گا و تجھ کو چنگا کروں گا تو فقط ایک عبادت کے وقت میرے پاس آتا ہے دن بھر مجھ سے غافل رہتا ہے......" (ص ۲)

(۴) "روحانی زندگی"۔ حصہ اول، مصنفہ، سیتا نند اگنی ہوتری۔ براھم پرچاریہ پریس لاہور، ۱۸۸۶ء ص ۲۸۰

www.taemeernews.com

۵۱) "روحانی زندگی" حصّہ دوم، مصنفہ ستیانند اگنی ہوتری۔ برا ہم پرچاریہ پریس لاہور، ۱۸۹۸ء۔ ص ۱۵۲

اس کتاب کے دونوں حصّے مصنف کے مذہبی اور اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہیں، دوسرے حصّے کے دیباچے میں مضامین کے ماخذ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"مثل پہلے حصّے کے اس حصّے میں بھی جس قدر اُپدیش درج ہیں، وہ میرے فکر یا سوچ بچار کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ اُن روحانی نظاروں کا عکس ہیں کہ جو میں نے اپنی سینکھوا ارپی (ریوٹرالے) میں عبادت کے وقت، اپنے دل کے اندر دیکھے ہیں اور جن کو دیکھ کر میں نے انھیں الفاظ کے لباس میں ملبوس کر دیا ہے تاکہ وہ محفوظ ہو جائیں اور میرے دل سے نکل کر اوروں کے دل تک بھی پہنچ سکیں"

کتاب کی عبارت نہایت صاف اور سلیس ہے۔ پہلے حصّے کے ایک مضمون میں نیکی اور بدی کا اصول اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

" دنیا کے لوگ نیکی اور بدی کا جو پیمانہ رکھتے ہیں وہ اور ہے اور بھگت لوگ جو پیمانہ رکھتے ہیں وہ اور ہے۔ دنیا پرست لوگ نیک اور بد کاموں میں جس قسم کی تمیز رکھتے ہیں، وہ بھگت لوگوں کی تمیز سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ دنیادار جن کاموں کو کرتے ہیں، وہ خواہ نیک سمجھے جائیں یا بد سمجھے جائیں، اُن کا خیال اس بات پر نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر کام کے کرنے میں، ہر بات کے بولنے میں ان کا مقصد صرف اسی قدر رہتا ہے کہ اس سے ان کی نفسانی خواہش پوری ہوگی نفسانی خواہش کو مدِ نظر رکھنا، جسمانی آرام، دولت اور عزت وغیرہ کو مقصود رکھنا اور پھر ان کے حصول کے لیے حسب موقع زبان کھولنا یا عمل کرنا، وہ اپنی زندگی کی غایتِ غائی سمجھتے ہیں یا ایک لفظ میں، خودی اور نفسانیت کو پورا کرنا، ان کا اصل مطلب ہوتا ہے اور اسی مطلب کو برلانے کے لیے وہ اپنی کل حرکات کو وسیلہ بناتے ہیں ...... پس ان لوگوں کے افعال گو بظاہر نیکی اور بدی سے معمور ہوتے ہیں لیکن بالمعنی وہ کل نفس کی خدمت کے لیے ہوتے ہیں۔

www.taemeernews.com

ان افعال میں وہ افعال بھی جو بظاہر نیک کہلاتے ہیں، اپنی تاثیر کے لحاظ سے، ان کی روحوں کو کچھ خدا کے نزدیک نہیں لے جاتے بلکہ اُلٹا نفس کی قرابت میں مدد کرتے ہیں۔ دنیا داروں یا نفس پرستوں کے نیک افعال بھی کچھ پاکیزگی یا مکتی کے حصول میں مددگار نہیں ہوتے بلکہ روحانی بندھنوں کو ہی زیادہ مضبوط کرتے ہیں۔ اس لیے بھگتوں کے نزدیک، سچے خدا پرستوں کے نزدیک ان کی نیکی نیکی نہیں، نہ ان کی نیکی بدی کا پیمانہ اصل پیمانہ ہے۔ بھگتوں کے نزدیک، ہر ایک فکر، ہر ایک عمل وہیں تک نیک اور پاک ہے، وہیں تک بد نہیں جہاں تک اس کے ذریعے پرماتما کی مرضی پوری ہوتی ہے اور پرماتما کی بزرگی قائم ہوتی ہے۔ بھگت اس فکر، کلام اور عمل کو مکتی کا موجب نہیں جانتا جو پرماتما کے لیے نہ ہو بلکہ نفس کے لیے ہو اور جس سے روح بجائے پرماتما کی طرف جانے کے نفس کی ہی طرف کھنچتی ہو۔ وہ دنیوی مصلحت یا موقع دیکھ کر کسی اپنے کام کو نفسانی اغراض کا ذریعہ نہیں سمجھتا بلکہ ہر موقع اور ہر حالت میں خدا کی مرضی کو پورا کرنا، سچے انصاف، بے ریاپن اور پریم و محبت کو قائم کرنا، ان کے قائم رکھنے میں پرماتما کا وفادار رہنا اور ہر ایک بات اور کام کو انہی کی خوشی اور رضا کے لیے پورا کرنا، اس کی زندگی کا مقصود ہوتا ہے...... (ص ۵۱ - ۱۴۸)

(۶) "دھرم جیون"۔ حصہ اوّل و دوم سرورق غائب، اس لیے مصنف او مطبع کا نام معلوم نہ ہوسکا نسخہ بظاہر قدیم معلوم ہوتا ہے۔ ص ۳۲۔

اس کتاب میں مختلف مذہبی اور اخلاقی موضوعوں پر اٹھائیس چھوٹے مضامین ہیں۔

(۷) "مراۃ الدین"۔ حصہ دوم، مطبوعہ پنجابی پریس، لاہور ۱۸۹۴ء۔ ص ۵۰۔

یہ کتاب بھی بیتانند اگنی ہوتری کے چند مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس حصے میں حسب ذیل مضامین شامل ہیں:۔ بھگتی کیا چیز ہے۔ گیان اور بھگتی۔ گناہ اور اس سے مکتی۔ روحانی پوجا۔ ابدی زندگی اور اس کے ساتھ روحانی ترقی کا لاانتہا سلسلہ۔

www.taemeernews.com

(۸) ہندو دھرم کی پرشٹھتا (فضیلت) از بابو راج نرائن بوس، صدر آدی برہمو سماج، کلکتہ۔ مترجمہ، بابو بیج ناتھ۔ مطبع ودیا درپن، میرٹھ۔ سنہ طباعت درج نہیں، ص ۶۳۔

یہ وہ خطبہ ہے، جو بابو راج نرائن بوس نے کلکتے کی نیشنل سوسائٹی میں پڑھا تھا۔ اس میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ شاستروں سے بت پرستی کا جواز ثابت نہیں ہوتا، بتوں کی پوجا محض جہلا اور عوام میں رائج ہے۔ جو لوگ مذہب کا صحیح علم رکھتے ہیں، وہ اس سے بری ہیں۔ اس کے علاوہ مصنف نے بعض اور غلط فہمیوں کو جو ہندو دھرم سے متعلق پھیلی ہوئی ہیں، دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ چند اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

"ہندو دھرم کی پرشٹھتا یعنی فضیلت ثابت کرنے سے پہلے، یہ بتلانا ضرور ہے کہ ہندو دھرم کیا چیز ہے۔ شاستروں کو غور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ برہم گیان اور برہم سیوا ہی ہندوؤں کا پرم دھرم ہے اور جملہ شاستروں میں اسی کی ہدایت ہے اور بغیر اس کے موکش (نجات) نہیں ہو سکتی۔ برہم سب شاستروں کی جڑ ہے۔ گیانی لوگ برہم کو گیان کی آنکھ سے دیکھتے اور دھیان اور سمادھی سے اس کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں ......

شرتی، سمرتی، یعنی وید اور دھرم شاستر منو وغیرہ میں بھی برہم گیان ہی کا چرچا ہے اور پرانوں اور شاستروں کا بھی یہی مقولہ ہے کہ بلا برہم گیان کے موکش نہیں ہو سکتی۔

جتنے دیوی دیوتا، ان شاستروں میں مانے گئے ہیں وہ پرمیشور کی ظاہری سامرتھ ہیں۔ مثلاً پرمیشور کی پیدا کرنے والی شکتی کا نام برہما اور پالن کرنے والی شکتی کا نام شنو اور ناش کرنے والی شکتی کا نام مہیش ہے۔ جیسا کہ "شریمد بھاگوت" میں لکھا ہے (سنسکرت عبارت ......) پیدا کرنے، پالن کرنے، ناش کرنے، مختلف سامرتھوں کے سبب سے، پرمیشور کے مختلف نام ہیں۔ شاستروں سے پایا جاتا ہے کہ بڑے بڑے دیوتا بھی پرمیشور کا دھیان کیا کرتے تھے ...... پس ظاہر ہے کہ پرمیشور کی پوجا ہی اس دھرم کی بنا ہے اور اس کا ماننا ہی ہندو دھرم ہے۔" (ص ۲)

شاستروں میں بت پرستی کی تمام تر برائی لکھی ہے، چناں چہ اس بارے میں چند شلوک لکھے جاتے ہیں:۔

"سروگیہ پرمیشور کی جس کا کوئی ثانی یا شریر یا نام نہیں ہے، واسطے فائدہ سیوکوں

www.taemeernews.com

کے مختلف قسم کی خیالی صورتیں منسوب کی جاتی ہیں۔ ایسی خیالی صورتوں کو منسوب کرنے سے مرد اور عورت کی صورتوں کا خیال پیدا ہوتا ہے۔"

"پرمیشور ایسی خاصیتوں سے کہ جیسے نام اور صورت مُبرا ہے اور نہ وہ پیدا ہوتا ہے اور نہ اس پر زمانے کا اثر ہوتا ہے، نہ وہ بدلتا ہے، صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ پرمیشور موجود ہے۔"

"عام آدمی جل یعنی پانی کو، اور ان سے زیادہ تر عقل مند ستاروں وغیرہ کو اور محض جاہل لکڑی اور پتھر کی مورتوں کو پرمیشور مانتے ہیں۔ مگر پرم بھگت لوگ اپنے ہی میں پرمیشور کو سمجھتے ہیں۔"

"جو لوگ پرمیشور کو جانتے ہیں، ان کو ہوم کرنے یا مورتی پوجن کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ جب ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو پنکھے کی کیا ضرورت ہے۔" (ص ۱۱)

"عیسائیوں کو اس مسئلے پر کہ اور لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرو جیسا تم اُن سے اپنی نسبت کرانا چاہتے ہو، بڑا ناز ہے اور لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایسے عالی خیالات ہندو دھرم میں نہیں ہیں۔ مگر یہ خیال غلط ہے:-

سب دھرموں کا سار یہ ہے اور اس کو سن کر خیال رکھو کہ تم کو اوروں کے ساتھ وہ کام جو تم کو خود بُرا معلوم ہو نہیں کرنا چاہیے۔ مہابھارت میں لکھا ہے: سماکھا وہی ہے جو اپنے موافق اوروں کو دیکھتا ہے۔ جو شخص تمام سرشٹی کو اپنے موافق سکھ اور دکھ کے معاملے میں سمجھتا ہے وہی یوگی ہے۔" (ص ۲۱)

(۹) دھرم رکشنا شٹیک:- مصنف، بابو نوین چند رائے۔ مطبوعہ آگرہ پریس، آگرہ، ۱۸۷۸ء ص ۲۶۴

یہ کتاب برھمو سماج کے اصولوں کی توضیح اور بت پرستی کی مخالفت کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ویدوں اور مختلف شاستروں کی عبارتیں اُردو ترجمے کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔ بعض مضامین حسب ذیل ہیں:-

بت پرستی جاہلوں کی پوجا ہے، بت پرست لوگوں کی نجات نہیں ہوتی۔ بت پرستی اور مخلوق پرستی کی ویدوں اور شاستروں میں سخت ممانعت ہے۔ روحانی تیرتھ کے بغیر نجات حاصل نہیں

www.taemeernews.com

ہوتی۔ بیرونی تیرتھوں میں گھومنا جاہلوں کا کام ہے۔ ذات کی تفریق اعمال یا پیشوں کی تفریق کے سبب سے ہے، اصلی نہیں۔ برہمن شودر ہو سکتا ہے اور شودر اپنے اعمال سے برہمن بن سکتا ہے۔ ملچھ لوگ اگر پرمیشور کے بھگت ہوں تو وہ بھی پاک ہیں۔ عقل کے خلاف برہما کا قول بھی قبول نہ کرنا چاہیے۔ وید اور پوران غلطی سے مبرا نہیں ہیں۔ ویدوں میں ایسی شرتیاں بہت ہیں، جو باہم مختلف ہیں۔ دھرم شاستروں میں بھی ایسے اقوال بہت ہیں، جن میں باہم اختلاف ہے وغیرہ وغیرہ

(۱۰) "میری زندگی کا مشن" مطبوعہ نیو امپریل، پریس، لاہور، ۱۸۸۲ء، ص ۳۲۔

یہ وہ لکچر ہے جو پنڈت ستیانند اگنی ہوتری نے ۱۵ جنوری ۱۸۸۲ء کو برہم مندر لاہور میں دیا تھا اور جس میں انھوں نے برہمو سماج کے مقاصد کی نشر و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دینے کا اعلان کیا تھا۔

(۱۱) "دھرم پرکاش": از شیو نرائن اگنی ہوتری مطبوعہ گیان پریس، سیالکوٹ، ۱۸۸۶ء، ص ۴۸۔

اس کتاب میں، پنڈت شیو نرائن نے روحانی اسرار کے متعلق اپنے خیالات بیان کیے ہیں۔

(۱۲) "برہم پرکاش یا شعاع الحق": مصنفہ، منشی دیوان چند، مطبوعہ گیان پریس گوجرانوالہ۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۸۰۔

اس میں برہمو سماج کے اصول کی تشریح ہے۔

(۱۳) "دنیا کا ایک عالم گیر اور روحانی مذہب": مطبع کا نام پڑھا نہ جا سکا۔ ۱۸۸۶ء، ص ۶۶

یہ اس لکچر کا خلاصہ ہے جو ستیانند اگنی ہوتری نے برہم مندر، لاہور میں دیا تھا۔

www.taemeernews.com

(۳) آریا سماج

برہمو سماج کے بعد ہندو مذہب کا سب سے اہم اصلاحی فرقہ آریا سماج ہے۔ اس کے بانی سوامی دیانند سرسوتی، ۱۸۲۴ء میں کاٹھیاوار کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، اپنی زندگی میں انھوں نے اپنے نام اور مقام پیدائش کو مخفی رکھا، ۱۸۸۳ء میں ان کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا اصلی نام مول شنکر تھا اور وہ ایک برہمن، امبا شنکر کے بیٹے تھے جو شیوجی کے پجاریوں میں تھے اور ساہوکاری کا پیشہ کرتے تھے۔ سوامی دیانند کی زندگی تقریباً تین برابر حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے، ۱۸۲۴ء سے ۱۸۴۵ء تک وہ گھر پر مقیم رہے، اس کے بعد ۱۸۴۵ء سے ۱۸۶۳ء تک انھوں نے اپنا وقت سیر و سیاحت اور حصولِ تعلیم میں صرف کیا، ۱۸۶۳ء سے ۱۸۸۳ء تک کا زمانہ اُن کی تبلیغی سرگرمیوں کا دور ہے۔

چودہ سال کی عمر میں ہی، مول شنکر بت پرستی سے بیزار ہو گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک رات جب وہ شیوجی کے مندر میں پوجا کرنے گئے، تو انھوں نے دیکھا کہ چوہے بت پر دوڑ رہے ہیں، اپنے معبود کی اس بے بسی کا ان کے دل پر اتنا اثر پڑا کہ انھوں نے بت پرستی چھوڑ دینے کا عزم کر لیا۔ گھر پر قیام کے زمانے میں، دوسرا واقعہ جس نے ان کو بہت زیادہ متاثر کیا ان کی بہن کی موت کا سانحہ تھا۔ بہن سے ان کو بڑی محبت تھی۔ اس کی موت نے دنیا کی بے ثباتی کا نقش دل پر بٹھا دیا اور انھوں نے دنیا سے منہ موڑ کر مکتی کی تلاش میں نکل جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس ارادے کو اس وجہ سے اور بھی

www.taemeernews.com

تقویت ہوئی کہ ان کے والدین اب ان کی شادی کر دینا چاہتے تھے چنانچہ ازدواج کی زنجیروں میں جکڑے جانے سے پہلے ہی اکیس سال کی عمر میں وہ گھر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

گھر سے نکلنے کے بعد ایک سنیاسی کی حیثیت سے تقریباً اٹھارہ سال انھوں نے متعدد مقامات کی سیاحت اور مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے میں گزار دیے۔ سب سے پہلے وہ ویدانتی عقائد کے قائل ہوئے اور ایک عرصے تک انفرادی روح اور روح اعلیٰ کو ایک سمجھتے رہے۔ اسی زمانے میں وہ برہم چاری سلسلے میں داخل ہوئے اور انھیں ایک نیا نام سدھا چتینیا دیا گیا۔ اس کے بعد وہ سنیاسیوں کے چوتھے طبقے میں داخل کیے گئے اور ان کو وہ لقب عطا ہوا جس سے وہ بعد کو مشہور ہوئے، یعنی دیانند سرسوتی لیکن اس لقب کے علاوہ اور تمام چیزیں جوان کو اپنے ویدانتی اساتذہ سے ملی تھیں، انھوں نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ترک کر دیں اور ویدانت کے مذہب سے الگ ہو کر یوگ کا مسلک اختیار کر لیا۔ ان کی زندگی پر سب سے زیادہ مذہبی اثر متھرا کے نابینا فاضل ویدسوامی ورجانند کی تعلیم کا پڑا۔ ورجانند جدید سنسکرت ادب کے سخت مخالف تھے۔ انھوں نے دیانند کو اس شرط پر تعلیم دینا منظور کیا تھا کہ وہ جدید سنسکرت ادب کی اپنی تمام کتابیں پھینک دیں گے۔ دیانند نے یہ شرط منظور کر لی اور نابینا سوامی نے انھیں ویدکی تعلیم دے کر ان الفاظ کے ساتھ رخصت کیا: "میں چاہتا ہوں کہ تم دنیا میں جا کر انسانوں میں روشنی پھیلاؤ" اس طرح سوامی دیانند کی زندگی کا دوسرا دور ختم ہوا۔

اپنی زندگی کے آخری بیس سال (۱۸۶۳ء تا ۱۸۸۳ء) میں سوامی دیانند تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ وہ ہندوستان کے طول و عرض میں گھوم گھوم کر ویدک تعلیمات کی اشاعت کرتے تھے۔ اسی سلسلے میں انھوں نے پنڈتوں، مولویوں اور عیسائی مشنریوں سے بھی مناظرے کیے اور کتابیں لکھیں۔ تبلیغی سیاحت کے ابتدائی چار سال کے بعد وہ مزید غور و فکر اور تہذیب اخلاق کے لیے دریائے گنگا کے کنارے جا کر مقیم ہو گئے۔ قریب ڈھائی سال وہاں قیام کرنے کے بعد وہ پھر مذہبی مباحثے کے لیے نکلے بت پرستی کے بڑے بڑے مرکزوں میں جا کر، وہ ہمیشہ یہ سوال کرتے "کیا ویدوں میں مورتی پوجا ملتی ہے؟" اور بت پرستی کے خلاف نہایت پر جوش تقریریں کرتے اور اپنے مخالفین کو شکست دیتے۔

www.taemeernews.com

۱۰ اپریل ۱۸۷۵ء کو، سوامی دیانند نے بمبئی میں آریا سماج کی بنیاد رکھی، ۱۸۷۷ء میں دربار کے موقع پر وہ دہلی گئے اور وہاں پنجاب کے بعض اصحاب سے ان کی ملاقات ہوئی جنھوں نے اپنے صوبے میں آنے کی ان کو دعوت دی۔ چناں چہ اس تقریب سے وہ پنجاب گئے، جہاں بعد میں ان کے سماج کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔

اپنی تبلیغی سیاحت کے دوران میں، سوامی دیانند اس عہد کے مختلف مصلحین مذہب سے ملے مثلاً برہمو سماج کے نمائندے دیوندر ناتھ ٹگور اور کیشب چندر سین، تھیوسوفیکل سوسائٹی کی روح رواں مدام بلاواٹسکی اور کرنل اسکاٹ، پرارتھنا سماج کے لیڈر بھولا ناتھ سارا بھائی، مسلمانوں کے مصلح سید احمد خاں اور عیسائیوں کے مبلغ ڈاکٹر ٹی۔ جے اسکاٹ اور ریونڈ ریے گرے سے انھوں نے ملاقات کی۔ پرارتھنا سماج اور برہمو سماج، دونوں کے لیڈروں سے مل کر انھوں نے اس بات کی کوشش کی کہ ایک متحدہ جماعت "آریا سماج" کے نام سے قائم کی جائے لیکن بجز تھیوسوفیکل سوسائٹی کے اور کسی جماعت کے ساتھ عارضی اتحاد بھی عمل میں نہ آسکا۔ ۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۱ء تک آریا سماج اور تھیوسوفیکل سوسائٹی مل کر کام کرتی رہیں لیکن یہ اشتراکِ عمل زیادہ دنوں تک قائم نہ رہا اور خدا کی شخصیت کے مسئلے پر دونوں جماعتیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئیں۔

۱۸۸۲ء میں سوامی دیانند راجپوتانہ گئے اور وہاں کے راجاؤں کے دوست اور مشیر بن گئے۔ ان کے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ انھوں نے مہاراجہ جودھپور کو اس بات پر سرزنش کی کہ وہ ایک طوائف کے زیرِ اثر تھے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد سوامی دیانند بیمار پڑے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انھیں کھانے میں زہر دیا گیا تھا، جو آہستہ آہستہ اپنا کام کر رہا تھا۔ بہر حال ان کی بیماری مہلک ثابت ہوئی اور ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو انسٹھ سال کی عمر میں اُن کا انتقال اجمیر میں ہوگیا[1]

عقائد اور اصول

آریا سماج کے عقائد کی تشریح مندرجہ ذیل دفعات میں کی گئی ہے۔ جو ستیارتھ پرکاش کے "مستند اُردو ترجمہ" کے شروع میں آریا سماج کے نیم (اصول) کے زیرِ عنوان درج ہیں۔ توسین کے الفاظ خود مترجم کے ہیں:

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس۔ جلد دوم ۱۹۰۹ء ص ۵۸-۵۷

www.taemeernews.com

۱۔ سب ست ودیا (حقیقی علوم) اور ست ودیا سے جو پدارتھ (اشیا) جانے جاتے ہیں، ان سب کا مول (علتِ اولی) پرمیشور ہے۔

۲۔ ایشور سچدانند سروپ (عین الحق علیم سرور)، نرانکار (غیر محدود)، سرو شکتیمان (قادر مطلق) نیائے کاری (عادل)، دیالو (رحیم)، اجنما (بری از تولید)، اننت (لاانتہا) نروکار (بے عیب) انادی (ازلی)، انوپم (بے شکل)، سروآدھار (سب کا سہارا) سرویشور (رب الارباب) سرو ویاپک (حاضر و ناظر) سروانترجامی (سب کا رازداں)، اجسر (لازوال) امر (غیر فانی)، ابھے (بے خوف)، اینتہ (ابدی) پوتر (پاک)، اور سرشٹی کرتا (خالق) ہے۔ اسی کی اپاسنا کرنی یوگیہ (واجب) ہے۔

۳۔ وید سب ست ودیاؤں کا پستک (کتاب) ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا سننا سنانا، سب آریوں کا پرم دھرم ہے۔

۴۔ سیتہ (راستی) کے گرہن (قبول) کرنے اور اسیتہ (ناراستی) کے چھوڑنے میں سروداٰ (ہمیشہ) اُدیت (مستعد) رہنا چاہیے۔

۵۔ سب کام دھرم انوسار (دھرم کے مطابق) ارتھات (یعنی) سیتہ اور اسیتہ کو وچار کر کرنے چاہئیں۔

۶۔ سنسار (عالم) کا اُپکار (بھلا) کرنا اس سماج کا مکھیہ (خاص) اُدیش (منشا) ہے۔ ارتھات (یعنی) شاریرک (جسمانی) آتمک (روحانی) اور ساماجک (مجلسی) اُنتی (ترقی) کرنا۔

۷۔ سب سے پریتی پوروک (محبت سے) دھرم انوسار یتھا یوگیہ (مناسب) برتنا چاہیے۔

۸۔ اودیا (جہالت) کا ناش (دور) اور ودیا (علم) کی وردھی (ترقی) کرنا چاہیے۔

۹۔ پرتیک (ہر ایک) کو اپنی ہی اُنتی سے سنتشٹ (قانع) نہ رہنا چاہیے۔ کنتو (بلکہ) سب کی اُنتی میں اپنی اُنتی سمجھنی چاہیے۔

۱۰۔ سب منشیوں (آدمیوں) کو ساماجک سروہتکاری (فوائدِ عامہ کے متعلق) نیم (اصول)

www.taemeernews.com

پالنے میں پرتنتر (ماتحت) رہنا چاہیے اور پرتیک (اپنی ذات کے متعلق) ہتکاری نیم میں سب سوتنتر (خود مختار) رہیں۔

مندرجہ بالا دس اصولوں میں سے پہلے تین خدا کی ذات و صفات اور ویدوں سے متعلق ہیں۔ باقی سات اخلاقی ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ آریا سماج کی دینیات سانکھیہ یوگ کا مذہبی فلسفہ ہے۔ سانکھیہ کا بنیادی اصول پراکرتی اور پرس یعنی مادہ اور روح کی ثنویت ہے۔ یوگ یا خدا پرستارانہ سانکھیہ، غیر خدا پرستارانہ سانکھیہ کی تسلیم کردہ لا تعداد ارواح میں سے ایک کو لے کر اُسے روحِ اعلیٰ قرار دیتا ہے۔ اس طرح ایک قسم کی تثلیث قائم ہو جاتی ہے۔ جو خدا، روح (یا ارواح) اور مادّے پر مشتمل ہوتی ہے اور اس تثلیث کا ہر فرد اپنا مستقل وجود رکھتا ہے، خدا کا وجود دائمی ہے۔ اسی طرح ہر روح اور مادہ بھی اپنا دائمی وجود رکھتا ہے۔

"آریا سماج کے نقطۂ نظر سے، نجات کا سب سے بڑا ذریعہ انسان کی ذاتی کوشش ہے اور اس کے لیے آواگون کا عقیدہ کافی وسیع میدان فراہم کرتا ہے۔ گناہ کسی صورت میں معاف نہیں ہوتے۔ کرم کا قانون اٹل ہے۔ ارادے کی آزادی کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ:۔

"اگر ہماری تخلیق کسی اور کے ہاتھوں سے ہوئی ہے تو اس صورت میں ہم کسی فعل کا ارادہ کرنے کے لیے آزاد نہیں ہیں ..... آزاد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم وہی فعل کرتے رہیں جو ہمارے نزدیک بہتر ہو، یا ہمارے افعال کی راہ ہمارے پچھلے کرموں سے متعین ہوئی ہو اور اس طرح خدا کے دائمی قوانین کے مطابق، اپنے اچھے یا بُرے کاموں کا پھل پاتے رہیں اور انہی قوانین کے مطابق گویا اپنے ہاتھوں سے اپنی آئندہ قسمت کی تشکیل کرتے رہیں" (آریہ پتر کا۔ ۱۴؍ دسمبر ۱۹۰۱ء)

مقالہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ ان تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ آریا سماج میں، خدا کی ہستی محض ایک

لہ ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ شائع کردہ آریا پرادیشک پرتی ندھی سبھا۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۴۳ء (ص ۲)

www.taemeernews.com

دستوری فرمانروا کی حیثیت رکھتی ہے جو آواگون اور کرم کی اٹل کارروائیوں کی صدارت کرتی ہے اور اس کے اختیارات روح اور مادے کے مستقل وجود سے محدود رہتے ہیں۔ اس طرح مطلقیت خدا کے لیے بھی تسلیم نہیں کی جاتی۔ اس فرقے کے نظام دینیات میں سائنس اور مذہب کی قدیم نزاع کو دور کرنے کی کوشش پائی جاتی ہے اور اس مقصد کے لیے وید اور صحیفۂ فطرت میں مطابقت دکھائی جاتی ہے۔ معجزات سے انکار کیا جاتا ہے [۱]

اصلاحی کارنامے

سوامی دیانند نے، اصلاحِ مذہب کے سلسلے میں پہلا کام یہ کیا کہ ویدوں کا ہندی ترجمہ، شائع کیا۔ چناں چہ "وید بھاش بھومکا" ان کے قلم سے وید کی ایک مشہور تفسیر ہے۔ گو سناتن دھرم کے ہندو اس تفسیر کو صحیح نہیں مانتے۔ آریا سماج ویدوں کو الہامی اور غلطی سے پاک کہتی ہے۔ تناسخ پر بھی یہ کامل اعتقاد رکھتی ہے۔

اصلاحِ معاشرت میں برہمو سماج کی طرح آریا سماج نے بھی، دو چیزوں کے خلاف خاص طور پر زور دیا ہے۔ ایک ذات پات کی تفریق اور دوسرے بچپن کی شادی۔ اس کے نزدیک ذاتوں کا تفرق اعمال و اخلاق پر مبنی ہے، نہ کہ پیدائش پر۔ ذاتوں کا امتیاز جو ہندو مذہب کی ایک نمایاں خصوصیت ہے، آریا سماج نے بالکل مٹا دیا ہے۔ اس نے بچپن کی شادی کو بھی ممنوع قرار دیا ہے اور لڑکی کے لیے شادی کی عمر کم از کم سولہ سال اور لڑکے کے لیے پچیس سال مقرر کی ہے۔ سماج کا ایک اور اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے بیوہ عورتوں کو شادی کی اجازت دے دی، جو قدیم ہندو مذہب میں کسی صورت میں جائز نہ تھی۔

سنہ ۱۹۰۲ء آریا سماج کے دو حصّے ہو گئے، ایک جماعت مغربی علوم و فنون کی حامی بن گئی۔ اس نے لاہور میں ڈی۔ اے۔ وی کالج قائم کیا۔ جہاں انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ ویدک دھرم کی تعلیم بھی نصاب میں شامل کی گئی، اگرچہ زیادہ زور انگریزی ہی تعلیم پر دیا جاتا تھا۔ لاہور کالج کے نمونے پر متعدد مقامات پر کالج اور اسکول قائم کیے گئے۔ دوسری جماعت نے، ہردوار میں گنگا کے کنارے گروکل قائم کیا۔ یہاں ہندو بچے آٹھ سال کی عمر میں داخل کیے جاتے ہیں اور پچیس سال

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس۔ جلد دوم۔ ص ۶۰

www.taemeernews.com

عمر تک سنسکرت اور ہندی میں تعلیم پاتے ہیں۔ اس درمیان میں وہ اپنے والدین سے علیحدہ رہتے ہیں اور برہمچاری کہلاتے ہیں۔ ان برہمچاریوں کا مقصد زندگی یہ قرار دیا گیا ہے کہ گروکل سے نکلنے کے بعد ملک میں سماج کے اصولوں کی تبلیغ کریں اور نہ صرف ویدک دھرم بلکہ ویدک تہذیب کو بھی جاری کرنے کی کوشش کریں۔ ہردوار کے نمونے پر متھرا اور دہلی میں بھی گروکل قائم کیے گئے ہیں۔ لڑکیوں کے لیے گروکل علیحدہ ہیں۔

ویدک دھرم کے پرچار کے سلسلے میں آریا سماج کی ایک نہایت اہم اصلاح شدھی کا مسئلہ ہے۔ ہندو مذہب کی رو سے دوسرے مذہبوں کے پیرو ہندو نہیں بنائے جا سکتے ہندو پیدائش ہی سے ہندو ہوتا ہے لیکن آریا سماج نے شدھی کا طریقہ جاری کر کے دوسرے مذہب کے لوگوں کو بھی ہندو بنانے کی کوشش کی۔ یہ گویا عیسائی اور مسلمان مبلغین کی سرگرمیوں کا جواب تھا۔

ستیارتھ پرکاش آریا سماج کی سب سے مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش ہے، جو سوامی دیانند سرسوتی کی مشہور تصنیف اور سماج کا بنیادی صحیفہ ہے۔ اصل کتاب ہندی میں ہے لیکن اردو میں بھی اس کے متعدد ترجمے شائع ہوئے ہیں، ان میں جو مجھے دستیاب ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اس کتاب کا سب سے پہلا اردو ترجمہ، آریہ پرتی ندھی پنجاب کی طرف سے گورودت بھون، لاہور نے اگست ۱۸۹۹ء میں شائع کیا تھا۔ اس کا ایک بوسیدہ نسخہ گورودت بھون آریا سماج لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ یہ نسخہ ۸۰ صفحات پر چھپا ہے۔ مترجمین کے نام یہ ہیں، ماسٹر آتما رام، پنڈت رمیل جی، بابو نہال سنگھ اور پنڈت چموپتی ایم۔ اے۔ سرورق غائب ہونے سے مطبع کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ کتاب کے آخر میں یہ عبارت درج ہے "یہ ترجمہ ۲۳ جولائی ۱۸۹۶ء کو شروع ہوا اور ۱۴ ستمبر ۱۸۹۶ء کو ختم ہوا"۔ یہی ترجمہ تیسری بار ۱۹۰۸ء میں رفاہ عام پریس، لاہور میں چھپا تھا۔ دیباچہ مصنف کا ایک اقتباس، یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے کتاب کا موضوع واضح ہو جائے گا۔

"یہ کتاب چودہ بابوں میں تقسیم کی گئی ہے، جن میں سے دس باب بطور حصہ اول اور چار باب، بطور حصہ دوم ہیں۔ لیکن بار اول میں دو آخری باب اور اپنا عقیدہ کسی وجہ سے چھپ نہ سکے تھے۔ اب وہ بھی چھپوا دیے ہیں۔ باب اول میں ایشور کے 'اوم' وغیرہ ناموں کی تشریح ہے۔ باب دوم میں اولاد کی تربیت، باب سوم میں برہمچریہ، درس و تدریس کا دستور العمل اور راست و ناراست کتابوں کے نام اور طریقہ تعلیم۔ باب چوتھے

www.taemeernews.com

میں، بیاہ اور امور خانہ داری۔ باب پانچویں میں بان پرستھ اور سنیاس آشرم کے متعلق ہدایات، باب چھٹے میں راج دھرم (فرائضِ سلطنت) باب ساتویں میں، وید اور ایشور کا گیان۔ باب آٹھویں میں جگت کی پیدائش، قیام وفنا۔ باب نویں میں ودیا، اودیا، بندھ اور موکش کی تشریح۔ باب دسویں میں، نیک و بد چلن اور کھانے نہ کھانے کے قابل چیزوں کا ذکر۔ باب گیارھویں میں آریاورت کے مختلف متوں (مذہبی عقیدوں) کی تردید و تائید۔ باب بارہویں میں چارواک، بودھ اور جین مت کا بیان، باب تیرہویں میں، عیسائی مت کا ذکر۔ باب چودھویں میں مسلمانوں کے مذہب کا بیان اور چودہ بابوں کے بعد مختصر آریوں کے قدیم عقائد کی تشریح دی گئی ہے، جن کو میں جیوں کا تیوں مانتا ہوں۔"

اسی ترجمے کا آٹھواں ایڈیشن ۱۹۲۷ء میں راجپال، منیجر آریا پستکالیہ، انارکلی، لاہور نے شائع کیا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔ ایک اقتباس حسب ذیل ہے:-

"سوال۔ پرمیشور بے شکل ہے۔ وہ تصور میں نہیں آسکتا۔ اس لیے ضرور بت ہونا چاہیے۔ بھلا جو کچھ بھی نہیں تو بت کے سامنے جا ہاتھ جوڑ پرمیشور کی یاد کرتے اور نام لیتے ہیں۔ اس میں کیا ہرج ہے؟

جواب:- چونکہ پرمیشور بے شکل موجود کل ہے، اس لیے اس کا بت بن ہی نہیں سکتا اور اگر بت کے محض دیدار سے پرمیشور کی یاد ہو سکے تو پرمیشور کی بنائی ہوئی زمین، پانی، آگ، ہوا اور نباتات وغیرہ کئی اشیا جن میں کہ پرمیشور نے عجیب صفت بھر رکھی ہے، ان سے یاد کیوں نہیں ہوتی کیا ایسی صنعت والی زمین، پہاڑ وغیرہ دیکھنے سے جو کہ پرمیشور کے بنائے ہوئے بڑے بت ہیں اور جن سے کہ انسان کے بنائے ہوئے بت بنتے ہیں، پرمیشور کی یاد نہیں ہو سکتی۔ تم جو یہ کہتے ہو کہ بت کے دیکھنے سے پرمیشور کی یاد ہوتی ہے، تو تمہارا یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے، کیوں کہ جب وہ بت سامنے نہ ہوگا تو پرمیشور کی یاد نہ رہنے سے انسان تنہا جگہ دیکھ کر، چوری زنا کاری وغیرہ بد فعلی کرنے کی طرف راغب ہو جائے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہاں پر اس وقت مجھے کوئی نہیں دیکھتا، اس لیے وہ خرابی کیے بغیر نہیں چوکے گا۔ اس قسم کے کئی عیب پتھر وغیرہ کی

www.taemeernews.com

پرستش یعنی بت پرستی کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اب دیکھیے کہ جو شخص پتھر وغیرہ بتوں کو (خدا) نہ مانتا ہو، ہمیشہ موجود کل، ہمہ دان، عادل پرمیشور کو سب جگہ موجود جانتا اور مانتا ہے۔ وہ ہمیشہ ہر جگہ پرمیشور کو سب کے برے بھلے عملوں کا شاہد جانتا ہوا ایک لمحہ بھر کے لیے بھی پرمیشور کو اپنے دل سے دور نہ سمجھ کر بدفعلی کرنا تو درکنار بلکہ دل میں بری خواہش تک بھی نہیں کر سکتا کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اگر میں دل، کلام اور فعل سے بھی کچھ خراب کام کروں گا تو اس ہمہ دان کے انصاف سے بغیر سزا پائے ہوئے ہرگز نہ بچوں گا محض نام کے یاد کرنے سے بھی کچھ ثمرہ حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ قند قند کہنے سے منہ میٹھا اور نیم پکارنے سے منہ کڑوا نہیں ہوتا بلکہ زبان سے چکھنے ہی پر میٹھا یا کڑوا پن جانا جاتا ہے۔" (ص ۴۲۸-۴۲۹)

(۲) سیتارتھ پرکاش کا دوسرا اردو ترجمہ، رادھا کشن مہتہ کے قلم سے ہے۔ یہ ۱۹۰۵ء میں (۵۰۱) صفحات پر سرو تپکاری پریس، لاہور، میں طبع ہوا تھا۔

اس ترجمے کا چھٹا ایڈیشن ۱۹۴۴ء میں چھوٹی تقطیع کے (۹۹۰) صفحات پر شائع ہوا۔ اس کے چند اقتباسات جن سے آریہ سماج کی بعض تعلیمات پر روشنی پڑتی ہے حسب ذیل ہیں۔

"شودر اور عورتوں کو وید پڑھنے کا حق ہے:۔ سوال۔ کیا عورتیں اور شودر لوگ بھی وید پڑھیں؟ اگر یہ پڑھیں گے تو پھر ہم لوگ کیا کریں گے۔ اور ان کے پڑھنے میں کوئی پرمان (حوالہ) بھی نہیں بلکہ ممانعت ہے کہ (سنسکرت عبارت......) عورت اور شودر نہ پڑھیں۔ یہ شرتی (وید) کا قول ہے۔

جواب:۔ عورت اور مرد یعنی سب ہی نوع انسان کو پڑھنے کا حق ہے۔ تم کنویں میں پڑو اور تمہاری یہ شرتی فرضی اور بناوٹی ہے۔ کسی مستند کتاب کی نہیں اور سب انسانوں کے واسطے وید وغیرہ شاستر پڑھنے سننے کے حق کا ثبوت یجروید کے چھبیسویں ادھیائے کے دوسرے منتر میں ہے۔ (سنسکرت عبارت......) اس کا یہ مطلب ہے۔

پرمیشور کہتا ہے کہ جس طرح میں سب انسانوں کے لیے اس کلیان یعنی اس جہان کے سکھ اور نجات دینے والے رگ وید وغیرہ چاروں وید کے کلام کی ہدایت کرتا ہوں اسی طرح تم بھی کیا کرو...... کیا پرمیشور شودروں کا بھلا کرنا نہیں چاہتا؟ کیا ایشور طرفدار

www.taemeernews.com

ہے کہ ویدوں کے پڑھنے سُننے کی شودروں کو ممانعت کرے اور دوجوں کو اجازت دے؟ اگر پرمیشور کا مدعا شودر وغیرہ کے پڑھانے سنانے کا نہ ہوتا تو ان کے جسم میں کان اور زبان کیوں بناتا۔ جس طرح زمین، پانی، آگ، ہوا، چاند، سورج اور اناج وغیرہ اشیا سب کے لیے بنائی ہیں، اسی طرح وید بھی سب کے لیے ظاہر کیے ہیں۔ اور جہاں کہیں ممانعت کی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ جس کو پڑھنے پڑھانے سے کچھ بھی نہ آوے، وہ بے عقل اور جاہل ہونے سے شودر کہلاتا ہے۔ اس کا پڑھنا پڑھانا رائگاں ہے۔ عورتوں کے پڑھانے کی ممانعت جو تم کرتے ہو، وہ تمھاری بے عقلی، خود غرضی اور بے وقوفی ہے ......" (ص ۹۸۔ ۹۹)

"ورن جنم سے نہیں سوال۔ کیا جس کے ماں باپ براہمن ہوں، وہی براہمن ہوتا ہے اور جس کے ماں باپ کسی اور ذات کے ہوں ان کی اولاد کبھی براہمن ہو سکتی ہے؟

جواب:۔ ہاں بہت سے ہو گئے ہیں ہوتے ہیں اور ہوں گے بھی، مثلاً چھاندوگیہ اُپ نشد میں جابال رشی جس کا خاندان معلوم نہیں "مہابھارت" میں وشوامتر کشتری ذات سے اور تنگ رشی چنڈال قوم سے براہمن ہو گئے تھے۔ اب بھی جو اعلیٰ علم اور نیک مزاج والا ہو وہی براہمن رہنے کے لائق، اور بے وقوف شودر رہنے کے لائق ہوتا ہے، اور اسی طرح آئندہ بھی ہوگا۔" (ص ۱۱۲)

ایشور اوتار نہیں لیتا۔ سوال۔ ایشور اوتار لیتا ہے یا نہیں؟

جواب :- نہیں، کیوں کہ (سنسکرت عبارت ......) یہ یجروید کے اقوال ہیں، اس قسم کے اقوال سے ثابت ہے کہ پرمیشور پیدا نہیں ہوتا۔

سوال :۔ (سنسکرت عبارت ....) سری کرشن جی کہتے ہیں کہ جب کبھی دھرم مٹ جاتا ہے، تبھی میں جسم قبول کرتا ہوں (گیتا ۴۔ ۷)

جواب :۔ یہ بات وید کے خلاف ہونے سے قابلِ تسلیم نہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ سری کرشن دھرم آتما تھے اور دھرم کی حفاظت کرنا چاہتے تھے (اگر انھوں نے یہ کہہ بھی دیا ہو کہ) میں ہر ایک یگ میں جنم لے کر سرشٹھوں (نیکوکاروں) کی حفاظت اور دشٹوں (بدوں) کو برباد کرتا ہوں، تو کچھ اعتراض نہیں کیوں کہ دوسروں کی بھلائی کے لیے ہی بھلے آدمی کا تن من، دھن ہوتا ہے۔ پھر بھی ایسا کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شری کرشن ایشور تھے۔" (ص ۲۴۶)

www.taameernews.com

• ایشور گناہ معاف نہیں کرتا۔ سوال۔ ایشور اپنے بھگتوں کے گناہ معاف کرتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔ " نہیں۔ کیوں کہ اگر گناہ معاف کرے، تو اس کا انصاف قائم نہ رہے اور سب بڑے گنہگار ہو جائیں، کیوں کہ معافی کی خبر سن کر ہی، اُن کو گناہ کرنے میں بے خوفی اور جرأت ہو جائے۔ مثلاً راجا اگر کسی کا قصور معاف کر دے، تو وہ اس خیال سے بڑے بڑے قصور کرنے کی جرأت کرے گا کہ راجا میرا قصور معاف کر دے گا اور اگر اس کو یہ یقین بھی ہو جائے کہ راجا سے میں ہاتھ جوڑ کر اپنا قصور بخشوا لوں گا، تو جو قصور نہیں کرتے وہ بھی نڈر ہو کر قصور کرنے لگ جائیں گے پس سب کاموں کی مناسب طور پر سزا و جزا دینا ہی ایشور کا کام ہے، معاف کرنا نہیں "

(۳) • ستیارتھ پرکاش "، حصہ اوّل، کا ہندی آمیز اُردو ترجمہ۔ از لالہ جیون داس پردھان آریا سماج، لاہور۔ مطبوعہ کشن چند کمپنی، لاہور۔ ۱۸۹۸ء۔ بڑی تقطیع۔ ص ۱۲۰

اس ترجمے کی زبان میں ہندی الفاظ اور سنسکرت مصطلحات کا غلبہ ہے۔ گورسم الخط فارسی ہے۔

(۴) • ستیارتھ پرکاش "۔ مترجمہ چوپتی ایم۔ اے۔ مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۶ء ص ۵۶
اس نسخے کے بعض اجزا نامی پریس، لاہور اور باقی مرکنٹائل پریس لاہور میں چھپے ہیں۔

• ستیارتھ پرکاش کے جتنے اُردو ترجمے میں نے دیکھے، زبان کی سلاست و روانی کے لحاظ سے یہ سب سے بہتر ہے۔ عبارت ذیل سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے :۔

" اگرچہ میری پیدائش ملک آریا ورت میں ہوئی ہے اور میں اس ملک کا باشندہ ہوں، تاہم جیسے اس ملک کے مختلف فرقوں کی جھوٹی باتوں کی طرفداری نہیں کرتا بلکہ انھیں جوں کا توں ظاہر کر دیتا ہوں، ایسے ہی غیر ممالک کے باشندوں اور دیگر مذاہب کی ترقی کرنے والوں کے ساتھ، بھی (غیر طرفداری کا) سلوک روا رکھتا ہوں۔ انسانی بہبودی کے متعلق میرا جو سلوک اپنے ہم وطنوں سے ہے، وہی دیگر ممالک کے باشندوں سے۔ شریف انسان کے لیے یہ رویہ مناسب ہے... " (دیباچہ از مصنف)

www.taemeernews.com

(۵) "اصلی ستیارتھ پرکاش" مترجمہ، دھرم پال بی۔اے، سکریٹری آریا سماج، لاہور، مطبوعہ سیوک اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۱۲ء ص ۴۴۴۔ مترجم نے ترجمے کے متعلق اپنے "التماس" میں لکھا ہے:-

"اردو ایڈیشن میں ہندی ایڈیشن کی مکھی پر مکھی ماری گئی ہے تاکہ کسی شخص کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ میں نے اپنی طرف سے کوئی عبارت گھٹایا بڑھادی ہے۔ ہاں میں نے اپنی طرف سے، اگر کسی لفظ یا عبارت کے معانی یا مفہوم کو واضح کرنے کے لیے کوئی لفظ یا الفاظ زیادہ کیے ہیں، تو وہ تمام خطوط وحدانی میں رکھے گئے ہیں تاکہ مصنف کی اصلی تحریر اور میری تحریر میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ رہے۔ پس کتاب ہٰذا میں جس قدر الفاظ خطوط وحدانی میں ہیں وہ میرے ہیں، باقی تمام مصنف کے خیالات ہیں..."

آریا سماج کی دوسری کتابیں

(۱) "ستیارتھ پرکاش" کے بعد سوامی دیانند سرسوتی کی سب سے زیادہ مشہور کتاب "رگ ویدآدی بھاشیہ بھومکا" یعنی رگ وید کی تفسیر ہے۔ اس کی پہلی جلد کا اردو ترجمہ منشی رام جگیاسو نے کیا تھا جو ۱۸۹۰ء میں مطبع ست دھرم پرچارک، جالندھر میں چھپا تھا۔ اس کا ایک اقتباس ہندو مذہب کی کتابوں کے سلسلے میں دیا جا چکا ہے۔

(۲) یجروید: یجروید کی تفسیر، مصنفہ سوامی دیانند سرسوتی کا اردو ترجمہ۔ از دھرم پال بی اے، مطبوعہ روز بازار اسٹیم پریس، امرتسر، ص ۴۳۲۔ ترجمے کا نمونہ یہ ہے:-

"منتر ۱۔ اے کمار اور کماریو، جس طرح میں اعلیٰ عالم و فاضل کو اس لیے گرہن کرتا ہوں تاکہ اس سے علم کی دولت حاصل کروں، جسمانی اور روحانی طاقت پاؤں، تحصیل علم کے بعد نیک اولاد کی خاطر گرہ آشرم میں داخل ہو کر پراکرمی بنوں اور اس طرح خود بھی عالم و فاضل بنوں، اسی طرح تم بھی کرو۔

منتر ۲:۔ اے ودوان، تو سرودیاپک پرمیشور کو اور پانی کے جائے قیام سمندر کو اور بجلی وغیرہ کے کارن آگ کو بھلی پرکار جان، تیری روشن عقل تمام اشیا کا تجھے علم کراتی ہے۔

www.taemeernews.com

تیرا دل صاف ہے۔ تو مہان ہے، تو قابلِ تعظیم ہے، تو ایک مہان شکتی پرمیشور کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بنا:
(تیرھویں ادھیائے۔ ص ۱۷۱)

(۳) "سنسکار ودیپکا" یعنی مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی کے مشہور گرنتھ: "سنسکار ودھی" کا مستند اُردو ترجمہ، مع تفسیر و دیباچہ، از مہاتما منشی رام جی (سوامی شردھانند جی) و پروفیسر تارا چند جی، ایم۔ اے، مطبوعہ گردھر اسٹیم پریس، لاہور، بار دوم ۱۹۲۴ء، ص ۵۹۹

(۴) "سنسکار ودھی" اور اس کی تشریح۔ مولفہ مہتہ جیمنی جی۔ مطبع منش سدھار، ملتان ص ۴۰
یہ رسالہ سنسکار ودھی کے اُردو ترجمے کا دیباچہ ہے۔

(۵) "کاشفِ اسرارِ حقیقی" مولفہ منشی بالمکند سہائے۔ مطبع زبدۃ النظائر، الٰہ آباد ۱۸۹۲ء ص ۲۰۶۔
کتاب کی عبارت نہایت رنگین ہے، نمونہ ملاحظہ ہو:۔

"اب شہسوار خامۂ بے زبان کو میدان صفحۂ قرطاس احوال پُر ملال آریا ورت میں بنا بر رہنمائے اسیرانِ دام حسرت و صعوبت و گرفتارانِ مجلسِ محنت و مصیبت کے یوں سبک رفتار کرتے ہیں، و عاقلان و عالمانِ مضامین تعاقب گراہان و نافہمان ہیچ اں اظہار کرتے ہیں کہ یہ آریا ورت دیش، ہر طرح سے بوجہ علوم و فنون کے مثل آفتابِ لاجواب درخشاں و قابلِ تحسین و آفرین کے تھا، و دیگر تمام مملکت اسی سرشٹ آریا ورت دیش کے شعاعِ علوم و فنون سے ہر ایک امور میں منوّر و فیض یاب ہوتی رہی و محکوم و فرماں بردار رہی ...." (ص ۶۳)

(۶) "قدامتِ وید" مولفہ مہاشے گووردھن جی۔ بی اے، سابق پروفیسر گورو کل کانگڑی و اڈیٹر پربلاد، دہلی، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس۔ ص ۲،

"اس پستک میں اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا گیا ہے کہ سائنس مسئلہ الہام کے ہرگز سدِ راہ نہیں ہے، وید کا ظہور انسانی جماعت میں کیسے ممکن ہے، اس کو تینجلی شنکر اور دیانند کے حوالوں سے بخوبی واضح کیا گیا ہے۔ وید کے الہامی ہونے میں وید کی اپنی شہادت پیش کی گئی ہے، جو مصنف کی اپنی کھوج کا نتیجہ ہے۔ اسی قسم کی شہادت جو اس وقت تک دی جا چکی ہے اس کی تکمیل میں اس سے بڑی مدد ملے گی،

www.taemeernews.com

غرض کہ الہام کے متعلق خیالات کی درستگی اور الہام کے نہ ماننے والوں کو اس کی ضرورت سے آگاہی اس کتاب کا خاص منشا ہے۔ راقم مصنف ۔

(۷) "آئینہ مذہب ہنود" : مصنف، منشی جے دیال سنگھ، نول کشور پریس۔ کان پور، بار پنجم ۱۸۸۶ء ص ۱۲۸۔

مصنف کی زبان اور وضاحت بیان قابلِ توجہ ہے "مختصر توضیح اصول مذہب اہلِ ہنود" کے عنوان سے لکھتے ہیں :۔

"واضح ہو کہ اس عالم کے شروع پیدائش سے، یہ دینِ مقدس ازلی اہلِ ہنود کا ہے اور از روے بید اور بیدانت پرمیشر کو جو آفریدگار ہر سہ عالم و مظہرِ تمامی مظہرات و موجد کل موجودات کا ہے۔ واحد اور از خود موجود ہونا اور فاعل ہر فعل کا سمجھنا، یہ اصول مذہب ہنود ہے۔ بید میں پرمیشر فرماتا ہے کہ :"ایکو ہم دوتیواست" چناں چہ اسی قولِ اشرف کی تائید پر، تمام گیانیوں اور بے گیانیوں کا فعل اور پابندی ہے، پس جو کوئی سوائے ایک آفریدگار عالم کے دوسرے کو پوجتا ہے، یا کسی قسم کی غیروں سے اُمید رکھتا ہے، وہ جاہلِ مطلق اور گمراہ محض ہے کیوں کہ آتما قائم، جاوداں اور حاجت برار ہر مخلوق ہے..... اب یہ بات سمجھنے کی ہے کہ دینِ ہنود میں سوائے ایک پرمیشر کے اور کسی سے کچھ غرض رکھنا یا سجدہ یا تعظیم معبودانہ بجالانا از روے بید جائز نہیں ہے......

اوپر سمجھا چکا ہوں کہ دینِ ہنود کا اصلی جز پرماتما پوجن نہیں ہے اور دوسرے مذاہب والے اس مذہبِ مقدسہ کو صرف باعث بالا سے معترض قرار دیتے ہیں حالاں کہ وے ناواقفِ محض اور نامحرمِ مطلق، صرف ناواقفانِ بید اور بیدانت کے طریقے کو دیکھ کر اصول مذہبِ ہنود کا پرماتما پوجن ہی کو سمجھتے ہیں اور لاعلمانِ مذہب ہنود، جو برائے نام ہنود ہیں گمراہانہ اسی پرماتما پوجن ہی کی تائید اپنی تقریرات میں کیا کرتے ہیں۔ حیف ہے ان حضرات بے علموں کے اوقات و تقریر پر۔

اب اعلان اس امر کا بھی ضرور ہے کہ مذہب ہنود میں پرماتما پوجن ایک طریقہ صرف

www.taemeernews.com

ناواقفان بید کے جی لگانے کے واسطے عقلاء سابق نے اختراع کر دیا تھا اور وقوع اس فعل کا حکم کسی بید کے ریچوں کے نہیں ہے۔" (ص ۱۹۰۰،

(۸) " صداقت وید دھرم "۔ حصہ دوم، از درگا پرشاد، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی

یہ سولہ صفحوں کا ایک منظوم رسالہ ہے، جس میں مندرجہ ذیل عنوانات پر نظمیں ہیں۔

(۱) آریاورت کے دھرماتما اور عالموں کے حالات وصفات (۲) سکندر یونان کے بادشاہ کا رحسب بھارت پر ایک رشی سے ملاپ اور باہم وارتالات (۳) شادی صغرسنی کے نقصانات۔

(۴) اچھوت جاتیوں کے اُپکار اور ان کے سدھار کے لیے اپیل (۵) مہرشی دیانند سرسوتی نے کیا کام کیا۔

(۹) سندھیا مترجم منظوم :۔ مولفہ شریان کیول کشن عرفت، پردھان آریا سماج، گوجرانوالہ مطبوعہ سیتہ دھرم پرچارک پریس جالندھر شہر، ۱۹۰۲ء جیبی تقطیع۔ ص ۴۰

اس میں سنسکرت کی عبارتوں کے نیچے، ان کا ترجمہ اُردو نظم میں لکھا ہے۔

(۱۰) " سورج کی روشنی میں سات رنگ " :۔ مولفہ پنڈت، گنگا پرشاد ایم اے۔ شائع کردہ، آریا پرتی ندھی سبھا، پنجاب۔ آریا پستک پرچار ٹریکٹ م ۱۹ مطبوعہ، رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۰۵ء ص ۲۲۔

یہ کتابچہ، سوامی دیانند سرسوتی کے اس خیال کی تائید میں لکھا گیا ہے کہ:۔

" ویدوں میں جملہ سیتہ ودیاؤں کے اصلِ اصول موجود ہیں اور یہ کہ آریا ورت کے قدیم رشی مہرشی، بہت سے سائنس کے اصولوں سے پیشتر اس کے کہ وہ اہلِ یورپ کے خواب وخیال میں بھی گزریں، مدتوں پہلے بخوبی واقف تھے"

(۱۱) " وحشت ہند " :۔ حصہ اوّل، مصنفہ سیتہ دیوجی، مطبوعہ ہر پرشاد پریس، بلند شہر ص ۶۴۔

یہ رسالہ گاؤکشی کو روکنے کی غرض سے لکھا گیا ہے۔

(۱۲) " گیان بھاشکر " :۔ مولفہ نند کمار سنگھ۔ مطبع آریہ بھوشن، شاہجہانپور ۱۲۸۶ھ ص ۲۴۔

یہ مختصر رسالہ سوال وجواب کے پیرائے میں آریا سماج کی بعض تعلیمات پر مشتمل ہے۔

(۱۳) " ست پرکاش " :۔ مصنفہ بھائی جگت سنگھ، اپدیشک۔ ویدک کالج، لاہور، ۱۸۹۶ء ص ۲۲۰

www.taemeernews.com

مصنف، جو پانچ چھ پشتوں سے خالصہ دھرم کا پیرو تھا اور بعد میں آریا سماج میں داخل ہو گیا تھا، اس کتاب کا مقصد یوں بیان کرتا ہے :۔

"......... اس چھوٹے سے رسالے میں میرا کسی طرح بھی اور کوئی مطلب نہیں منشا یہ ہے کہ وہ خالصہ بھائی جو آریا سماج سے پرے ہیں اور جو آریا دھرم کی پوتر تعلیم سے واقف نہیں ہیں، یا جو اپنے آپ کو آریا لوگوں اور ویدک مت سے علیٰحدہ خیال کرتے ہیں، وہ اس رسالے کے ذریعے سے اپنے گورو صاحبان کی پوتر بانی ہی سے سمجھ جاویں گے کہ وید مقدس اور گرنتھ صاحب کے مت میں کچھ فرق نہیں ہے......"

(۱۴) کلیات آریا مسافر :۔ از پنڈت لیکھ رام آریا مسافر۔ مفید عام پریس، لاہور، سنہ درج نہیں۔ ص ۶۹۲۔

یہ پنڈت لیکھ رام آریا مسافر کی تمام تصنیفات کا مجموعہ ہے، دیباچے میں منشی رام جگیاسو جو بعد میں سوامی شردھانند کے نام سے مشہور ہوئے لکھتے ہیں :۔

"اس کلیات میں آریا مسافر کی تصنیفات کو بہ لحاظ اختلافِ مضامین تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ...... جس قدر کتابیں یا مختصر رسالے پنڈت لیکھ رام جی نے محض ویدک تعلیم کی سچائی کو ظاہر کرنے کے لیے لکھے تھے ان کو حصۂ اوّل میں رکھا ہے، حصۂ دوم میں وہ کل تصانیف شامل ہیں جو کہ مختلف مذاہب کے ویدک دھرم پر کیے گئے، اعتراضوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں اور حصۂ سوم کو محض محمدیؐ مذہب کے پیروؤں کے کیے ہوئے، اعتراضوں کے جوابی رسالوں کے لیے مخصوص کیا ہے ......"

(۱۵) "آریا دھرم" مولفہ لالہ سنت رام بی۔ اے۔ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ ۱۹۲۵ء ص ۱۶۰

اس کتاب میں مڈل کلاس کی لیاقت رکھنے والے لڑکوں کے لیے آریا دھرم اور آریا سماج سے متعلق آسان عبارت میں واقفیت دینے کی کوشش کی ہے۔ اس میں سیتارتھ پرکاش کا خلاصہ اور ویدک دھرم کے موٹے موٹے اصول سب آ گئے ہیں "

(۱۶) "جوہر تہذیب" مولفہ بھائی وزیر چند۔ سینہ دھرم پرچارک پریس، جالندھر۔ ۱۹۰۵ء۔ ص ۸۴۔

www.taemeernews.com

اس میں قدیم آریائی تہذیب کا مقابلہ، موجودہ تہذیب سے کیا گیا ہے۔

(۱۷) آریا جیون :، مولفہ شہزادہ رام آریا۔ ہندوستان اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۰۸ء ص ۱۵۰۔
اس کتاب میں وہ مفیدِ عام ہدایتیں درج کی گئی ہیں، جن پر عمل کرنے سے انسان کی زندگی مذہبی سانچے میں ڈھل کر معیاری بن سکتی ہے۔ ایک مقام کا اقتباس حسب ذیل ہے:

"اپنے دھرم کو ہر دل عزیز بنانے کے لیے ممبرانِ سماج کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جو ویدک دھرم سے بیری نہیں رکھتے، کبھی بھی سخت کلامی سے پیش نہ آویں، کیوں کہ جیسا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کوئی بری طرح پیش نہ آوے، اُسی طرح آپ کا بھی فرض ہے کہ آپ بھی اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے، دوسروں سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ دھرم انوسار سلوک کرتے ہوئے ان کی ہاں میں ہاں نہ ملاتے جاویں بلکہ ہر وقت اپنے . . . . اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، ان کی پابندی کریں . . . . . . آپ دیکھو گے کہ آپ کے نیک سلوک کا اثر دوسروں پر بھی پڑے گا اور کبھی نہ کبھی وہ آپ کے دھرم کے ساتھی ہوں گے . . . ."

(ص ۲۶)

(۱۸) "ستیہ اپدیش مالا" از سوامی ستیہ نند جی، راجپوت پرنٹنگ پریس، لاہور ۱۹۱۲ء ص ۲۰۸
یہ سوامی ستیہ نند کے لکچروں، خطبوں اور مضمونوں کا مجموعہ ہے۔

(۱۹) "گرہستھ دھرم اُپدیش" مولفہ سردار سنگھ شرما۔ آریہ بندھو پریس، میرٹھ ص ۹۶ سنہ درج نہیں۔

اس کتاب میں ویدک نقطہ نگاہ سے امورِ خانہ داری کی تعلیم دی گئی ہے۔ بچپن کی شادی کی برائی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب برہم چریہ کی یہ گتی ہوئی تو اس کی جگہ حضرت بال بواہ گرہستیوں میں گھس کر ان کا کنڈا بنانے لگے۔ اس بواہ (شادی) میں پانچ چھ برس کا لڑکا اور پانچ سات برس کی لڑکی ہوتی ہے۔ یہ رو رو کر روٹی مانگنے والے بچے بواہ (شادی) کے مطلب کو کیا جانیں کہ بواہ کیا چیز ہوتا ہے، ہم نہیں جانتے کہ ہمارے گرہستی بھائی

www.taemeernews.com

(عیال دار لوگ، بواہ کرتے ہیں یا گڑیوں کا کھیل ......" ص ۲۵)

(۲۰) "کلیات سنیاسی": از پنڈت شردھانند۔ ہندوستان الکٹرک پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۸۳ء بکرمی ص ۵۰۰۔

یہ پنڈت شردھانند کے مجموعۂ تالیفات کا پہلا حصہ ہے جس میں ان کے سوانح حیات بھی شامل ہیں۔ اس جلد میں ان سچائیوں کا بیان ہے جو وید کے مطالعے سے ان پر ظاہر ہوئیں۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ آریا سماج کی اور جو کتابیں مجھے دستیاب ہوئیں، مگر ان کے اقتباسات نقل کرنے کا موقع نہ مل سکا وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۲۱) رشی کا بول بالا: مولفہ آفتاب پانی پتی۔ چندر گپت پریس، دہلی ۱۹۳۲ء ص ۱۸۴

(۲۲) "مہرشی درشن": مولفہ تلوک چند محروم۔ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور، ۱۹۲۷ء ص ۱۶۸

(۲۳) "سرگباشی مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کا جیون چرتر"۔ حصہ اول۔ از دلپت رائے ودیارتھی، نیو امپیریل پریس، لاہور ۱۹۷۵ء بکرم ص ۶۶

(۲۴) "سوامی دیانند اور ان کی تعلیم" از رادھا کشن مہتہ۔ ہندوستان اسٹیم پریس لاہور ۱۹۱۵ء ص ۲۱۸

(۲۵) "مہرشی دیانند سرسوتی": از رام سروپ کوشل۔ مقبول عام پریس لاہور ۱۹۲۸ء ص ۱۴۴

(۲۶) "مہرشی دیانند سرسوتی اور ان کا کام": از لاجپت رائے، رفاہِ عام پریس لاہور ۱۸۹۸ء ص ۶۸۲۔

(۲۷) "مہرشی سوامی دیانند سرسوتی کا جیون چرتر" از پنڈت لیکھ رام آریا مسافر۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۸۹۷ء ص ۹۴۸۔

(۲۸) "دیانند آنند ساگر": از چمپت رائے صادق۔ کاشی رام اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۱۹ء ص ۱۴۶۔

(۲۹) "اپدیش منجری": سوامی دیانند کے پندرہ لکچروں کا مجموعہ، مترجمہ، منشی رام جگیاسو، ستیہ دھرم پرچارک پریس جالندھر ۱۹۰۲ء ص ۱۵۰۔

(۳۰) "سانچ کو آنچ نہیں": از پنڈت لیکھ رام آریا مسافر، ستیہ دھرم پرچارک پریس، جالندھر ۱۹۵۸ء بکرم ص ۵۲۔

www.taemeernews.com

(۳۱) "ویدک دھرم اور سائنس": جلد اول، مولفہ پنڈت بشن داس، بی۔ اے سیوک اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۳ء ص ۱۳۶۔

(۳۲) "گلدستہ دھرم": ازلالہ بنواری لال دیش، سیوک اسٹیم پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۵۱ بکرم ص ۲۰۰

(۳۳) "روح و مادہ کی ازلیت": ازلالہ پربھورام آریا۔ محمدی پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص۔ ۵۶۔

(۳۴) "ویدک دھرم پرچار": از راے ٹھاکر دت دھون، مطبع نول کشور، لکھنو۔ سنہ ۱۹۵۳ بکرم ص ۲۰۰

(۳۵) "برہم چریہ کی عظمت": از مہتہ جیمنی بی۔ اے۔ جارج اسٹیم پریس لاہور، سنہ درج نہیں۔ ص ۲۲۔

(۳۶) "وید پرکاش": از مہتہ جے چند، پنجاب اکانومیکل پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۰۱ء ص ۴۶

(۳۷) "ویدوں کی عظمت": از کرپا رام شرما، مفید عام پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۲ء ص ۶۴

(۳۸) "وچار مالا": از دیوان چند ایم۔ اے، مرکنٹائل پریس، لاہور ۱۹۴۳ء ۱۶۸۔

(۳۹) "رتن ساگر": از دیوان چند ایم۔ اے، راجپوت پرنٹنگ پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۷ء ص ۱۶۰

(۴۰) "راہِ راست": از سوامی سرودا نند جی نامی پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۳۴ء ص ۶۴

(۴۱) "آنند سنگرہ": از سوامی سرودا نند جی، مرکنٹائل پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۳۰ء ص ۲۵۶

(۴۲) "آریہ دھرم": از لالا سنت رام بی۔ اے مرکنٹائل پریس، لاہور۔ ۱۹۲۵ء ص ۱۶۰

(۴۳) "برہم وچار" از بھگت شہزادہ رام، پبلک پرنٹنگ پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں ص ۹۸

(۴۴) "وچار درشن": از بھگت شہزادہ رام، پبلک پرنٹنگ پریس لاہور۔ سنہ درج نہیں ص ۳۳۶۔

(۴۵) "اظہارِ حقیقت": از گیان چند آریا، پریتم الکٹرک پریس دہلی سنہ درج نہیں ص ۴۲۰۔

(۴۶) "ویدک ٹریکٹ" ۱۷: از لاجپت راے، رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور سنہ، درج نہیں ص ۱۰۲

(۴۷) "وید ہی ایشوری گیان ہے": از لکشمن آریو پدیشک، گردھر اسٹیم پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۶۔

(۴۸) "نیوگ فلاسفی": از ناتھ جلال پوری، برہمن اسٹیم پریس۔ لاہور۔ سنہ ۱۹۱۵ء ص ۹۲

(۴۹) "امورت سدھانت": از بابو جواہر پرشاد ودیارتھی، مطبع ودیا درپن، میرٹھ سنہ ۱۹۹۰ بکرم ص ۸۶

www.taemeernews.com

(۵۰) "آریا سدھانت یکتاولی"۔ حصہ اوّل۔ از کرپارام شرما، ویدک دھرم پریس، دہلی سنہ درج نہیں۔ ص ۱۰۰

(۵۱) "آریا جاتی کے تیوہار"۔ از لالہ دیوان چند گڈھوک، گردھر اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۲۶ء ص ۸۴

(۵۲) "پرشارتھ پرکاش" مترجمہ، دینا ناتھ۔ آریا پریس، جالندھر۔ سنہ ۱۹۱۱ء ص ۲۶۴۔

(۵۳) "شدھی" از کنور بہادر سکسینہ، شاہی پریس، کان پور سنہ ۱۹۲۵ء ص ۱۱۴۔

(۵۴) "موتیوں کا ہار"۔ از لالہ ہنسراج، راجپوت پرنٹنگ ورکس، لاہور سنہ ۱۹۱۷ء ص ۲۳۲۔

(۵۵) "بیکھ مالا" از مہاتما ہنسراج جی۔ گیلانی پریس، لاہور سنہ ۱۹۴۳ء۔ ص ۱۴۴

(۵۶) "جواہر الصدق" (خلاصہ ستیارتھ پرکاش) مرتبہ منشی لالتا پرشاد شفق۔ لاپریس۔ کان پور۔ سنہ ۱۹۰۰ء ص ۱۱۶۔

www.taemeernews.com

(۴) تھیوسوفیکل سوسائٹی

تھیوسوفیکل سوسائٹی کی بنیاد میڈم بلاوٹسکی MADAME· BLAVATSKY اور کرنل اولکاٹ OLCOTT نے ۱۷ نومبر ۱۸۷۵ء کو نیویارک، امریکہ میں رکھی۔ میڈم بلاوٹسکی ایک دولت مند اور ذی وجاہت روسی خاندان سے تھیں، وہ غیر معمولی روحانی صلاحیتیں رکھتی تھیں، جن کی تربیت ان کے قول کے مطابق مشرق کے ایک رشی نے کی تھی، جس کی تلاش میں اپنے خاندان اور دولت و ثروت سے منھ موڑ کر انھوں نے تبت کا سفر اختیار کیا تھا۔ تبت میں وہ شگاٹزے SHIGATZE کے قریب چند سال اسی رشی کے پاس رہنے کے بعد، وہاں سے واپس آئیں اور اپنی بقیہ زندگی اس کی ہدایتوں پر عمل کرنے کے لیے وقف کردی۔ امریکہ میں ان کی ملاقات کرنل اولکاٹ سے ہوئی، جو ان کے شاگرد ہو گئے۔ میڈم بلاوٹسکی نے شروع میں امریکہ کے روحانیین کے ساتھ مل کر کام کرنے کی کوشش کی لیکن جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو کرنل اولکاٹ کی اعانت سے انھوں نے تھیوسوفیکل سوسائٹی قائم کی۔ سوسائٹی کے سکریٹری کے فرائض انھوں نے خود اپنے ذمے لیے اور کرنل اولکاٹ کو اس کا صدر بنایا۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی کا صدر مقام پہلے نیویارک تھا۔ لیکن ۱۸۷۹ء میں میڈم بلاوٹسکی اور کرنل اولکاٹ امریکہ چھوڑ کر ہندوستان چلے آئے اور بمبئی کو اپنی تحریک کا مرکز بنایا دسمبر ۱۸۸۲ء

www.taemeernews.com

ہیں وہ بمبئی سے منتقل ہو کر مدراس کے قریب اڈیار میں آگئے۔ اور اس وقت سے یہی مقام سوسائٹی کا مرکز ہے۔ یہاں سوسائٹی کے قبضے میں (۲۶۶) ایکڑ زمین ہے۔ جس میں متعدد خوب صورت عمارتیں ہیں، اس کا ایک ذاتی کتب خانہ بھی ہے، جو آپ نشد کے بہترین ذخیرے کے لیے تمام دنیا میں مشہور ہے۔ اس میں سنسکرت کے بعض بے مثل مخطوطات بھی ہیں۔

کرنل اولکاٹ اپنی وفات (۱۹۰۷ء) تک سوسائٹی کے صدر رہے، ان کے بعد مسز اینی بسنٹ صدر منتخب ہوئیں، ہندوستان میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کی تحریک کو اصلی فروغ مسز بسنٹ کی شرکت سے ہوا، وہ ۱۸۹۳ء میں ہندوستان آئیں۔ سوسائٹی کی سرگرمیوں میں حصّہ لینے کے علاوہ، انھوں نے ہندو قوم کی تعلیمی ترقی کے لیے بھی خاص طور پر کوشش کی۔ چناں چہ یہ انھی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ ۱۸۹۸ء میں سنٹرل ہندو کالج بنارس میں قائم ہوا جو ترقی کر کے ۱۹۱۶ء میں ہندو یونیورسٹی کے درجے تک پہنچ گیا۔ مسز بسنٹ نے ہندوستان کی نیشنلسٹ جماعت کی سیاست میں بھی نمایاں حصّہ لیا، ہوم رول لیگ کی بنیاد انھی نے ڈالی۔ وہ انڈین نیشنل کانگریس کی صدر بھی منتخب ہوئیں لیکن ان کا اصلی کارنامہ اس ملک میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کے اصولوں کی نشر و اشاعت تھی اور اس تحریک کو انھوں نے اپنی تحریر و تقریر کی فصاحت و بلاغت سے بہت ترقی دی۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی کے تین خاص اصول ہیں جن کو تسلیم کرنا سوسائٹی میں داخل ہونے کے لیے لازمی ہے: (۱) نسل، فرقہ، جنس، ذات یا رنگ کے امتیاز کے بغیر نوعِ انسانی کی عالم گیر برادری کا ایک مرکز قائم کرنا۔ (۲) مذہب، فلسفہ اور سائنس کے تقابلی مطالعے کی حوصلہ افزائی کرنا۔ (۳) قدرت کے غیر مصرح قوانین اور ان طاقتوں کی جو انسان میں پوشیدہ ہیں، تحقیقات کرنا۔[1]

یہ اصول کم و بیش تمام مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں، جو چیز تھیوسوفیکل سوسائٹی کو ہندو مذہب سے خصوصیت کے ساتھ وابستہ کرتی ہے، وہ تناسخ کا عقیدہ ہے۔ میڈم بلاوٹسکی نے ایک ہندو رشی سے روحانی تعلیم حاصل کر کے سوسائٹی کی بنیاد رکھی تھی چناں چہ روح کو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے دنیاوی زندگی جس طرح بار بار اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس کی تشریح تھیوسوفی میں ہندوؤں کے کرم اور آواگون کے عقیدے کے مطابق کی گئی ہے۔ تھیوسوفی، بقول ڈاکٹر سید عابد حسین، ہندو مذہب

---

[1] انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس، جلد ۱۲، ص ۳۰۴ مطبوعہ اڈنبرا، ۱۹۲۱ء

www.taemeernews.com

ہندو فلسفہ اور مخفی علوم کا معجون مرکب ہے۔ اس نے ہندو مذہب میں ایک جدید اصلاحی تحریک پیدا کی، جس کی بنیاد اُپ نشد، سانکھیہ یوگ اور ویدانت پر تھی۔

سوسائٹی کی بعض کتابیں

اُردو میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کی طرف سے، متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں سے چند جو مجھے مل سکیں ان کے اقتباسات ذیل میں درج ہیں۔

(۱) "تھیوسوفی کیا ہے" :۔ مسز اینی بسنٹ کی انگریزی کتاب WHAT IS THEOSOPHY کا اُردو ترجمہ، مترجم کا نام درج نہیں۔ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنو ۱۹۱۴ء ص ۱۹۔

مسز بسنٹ تھیوسوفی کی غرض وغایت کے متعلق لکھتی ہیں :۔

" تھیوسوفی اپنی موجودہ شکل میں ۱۸۷۵ء میں دنیا میں نمودار ہوئی لیکن تھیوسوفی فی نفسہ اسی قدر قدیم ہے، جس قدر کہ انسانی تہذیب اور قوتِ فکر، یہ دنیا میں مختلف ناموں سے مشہور رہی ہے مگر باوجود اس کے کہ یہ مختلف ناموں سے مشہور رہی اس کے اسمار مختلفہ سے مراد ہمیشہ ایک ہی لی گئی ہے۔ زمانہ حال میں اس کی شہرتِ جدید کا باعث یہ ہے کہ فی زمانہ مادّہ پرستی نہایت سرعت سے اور خطرناک طور پر ان قوموں میں ترقی کر رہی ہے جو دنیاوی تہذیب کی رفتار میں سب کی رہنما رہی تھیں۔ جس قدر سائنس نے اپنے علم کو زیادہ وسعت دی، اسی قدر وہ مادّہ پرستی کے دوش بدوش چلی لفظ "لاادری" ہر سائنس داں کا خاص لقب ہوتا جاتا تھا اور اس نازک وقت میں مغرب کے مخصوص خیالات کے درمیان یہ خیال پھیل رہا تھا کہ جہاں انسان بر محسوس تھے کہ اپنے حواس ظاہری سے علم حاصل کر سکتا ہے اور ان محسوسات سے عقل کی وساطت سے نتائج اخذ کر سکتا ہے، وہاں جو چیزیں اس کے حواس اور ادراک سے باہر ہیں، اُن کے حاصل کرنے اور سمجھنے کے لیے اس کے پاس کوئی آلہ نہیں ہے، اور نہ کوئی اور ذریعہ ہے کہ جس سے وہ اپنے سے پرے یا ماورا عالم کو محسوس کر سکے، پس ایسی حالت میں یہ غیر ممکن ہے کہ انسان زندگی کے عمیق اور دوامی مسائل، اپنے آغاز اور انجام، غرض کہ ہر وہ تھے جو لفظ خدا، حیات جاودانی، روح سے متعلق ہے معلوم کر سکے۔ اس قسم کے خیالات کا اثر مشرق پر بھی

www.taemeernews.com

پڑ رہا تھا اور اُن نو آبادیوں میں بھی جہاں مغربی خیالات سرایت کر چکے ہیں اور اس کے تمام دنیا پر حاوی ہو جانے کا خطرہ تھا۔ ایسی حالت میں بادیانِ انسانیت نے مناسب سمجھا کہ اس قدیم صداقت کو ایک ایسی شکل میں دوبارہ شہرت دی جائے جو زمانۂ حال کے انسان کی طبیعت کے موافق ہو اور جس طرح زمانۂ قدیم میں انسان پر یکے بعد دیگرے مذہب نمودار ہوتے رہے۔ جو اس وقت کی قومی نشو ونما کے لیے موزوں تھے، اسی طرح ہمارے زمانے میں بھی تمام مذاہب کے اصل الاصول کی دوبارہ منادی کی جائے؛ تاکہ کسی قوم کو بغیر ان مخصوص فوائد سے محروم کیے ہوئے جو ان کو اپنے مذہب سے حاصل ہیں؛ یہ دکھایا جائے کہ تمام مذاہب کا مقصود ایک ہی ہے، بلکہ تمام مذاہب ایک ہی درخت کی مختلف شاخیں ہیں۔ مذہب کو اس طریقے پر زمانۂ موجودہ میں پیش کرنا نہایت ضروری اور اہم تھا.......» (ص ۲۰۲)

(۲) دنیا و عقبیٰ:۔ مسز بیسنٹ کے لکچر "زندگی دنیوی اور زندگی بعد مرگ" کا ترجمہ جو ایک ممبر تھیوسوفیکل سوسائٹی نے کیا؛ مطبوعہ سیٹھ کندن لال پریس، لکھنؤ سنہ طباعت درج نہیں۔ (ص ۲۲) مندرجہ ذیل اقتباس سے تناسخ کے مسئلے پر روشنی پڑتی ہے:۔

"خیر، اب تک تو ذکر ان طبقات کا تھا جن میں انتقال کے بعد روح رہتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کیوں کر از سرِ نو جنم لیتا ہے یعنی پھر اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں ایک قاعدہ کلیہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ انسان ہمیشہ اس ہی جگہ پیدا ہوتا ہے جہاں وہ سامان موجود ہوں جن کی خواہش اور آرزو اس کی طبیعت میں ہے۔ انسان چوں کہ معمولی طور سے ان ہی چیزوں کا آرزومند رہتا ہے جو محض اس ہی دنیا یعنی عالم ناسوت میں موجود ہیں۔ لہٰذا انتقال کرنے کے بعد اور طبقات اعلیٰ میں چند روز قیام کرنے کے بعد انسان پھر بہت جلد اس ہی دنیا میں لوٹ آتا ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ اس کی خواہشیں اُسے پھر اس ہی دنیا میں لے آتی ہیں۔ رہا یہ امر کہ اس دنیا میں لوٹ آنے پر وہ کس کیفیت اور حالت میں پیدا ہوگا۔ تین خاص باتوں پر منحصر ہے، یعنی اس کی سابق زندگی کے اعمال، خواہشات اور خیالات پر۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ان اعمال خواہشات اور خیالات کا اثر

www.taemeernews.com

روح پر زمانہ قیام طبقہ ہوس واہمہ میں کیا ہوتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اثر محض ان طبقات میں ہی محدود نہیں رہتا ہے نہ ان ہی میں ختم ہو جاتا ہے۔ بہت کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے اور جو باقی رہ جاتا ہے اس کے لحاظ سے انسان کی آئندہ زندگی دنیوی کی حالت اور کیفیت قائم ہوتی ہے ......" (ص ۱۶ - ۱۷)

اس بحث کے آخر میں مسز بسنٹ لکھتی ہیں :-

قصہ کوتاہ یہ ہے کہ پیدائش اور موت کا یہ چکر ہے جس کا اوپر ذکر ہوا اور اس ہی چکر میں چکر میں روح کو گھومنا پڑتا ہے، تاوقتیکہ وہ ترقی کر کے آگے نہ بڑھ سکے۔ مگر یہ خیال رہے کہ کسی شخص کو بھی ناامید نہ ہونا چاہیے یہ کسی کو بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ مجھے ہمیشہ ہی اس چکر میں گھومنا پڑے گا یا ہمیشہ ہی مر مر کر پیدا ہونے پڑے گا۔ ایک نہ ایک وقت ہر انسان اس چکر میں گھومتے تھکتا ہے اور اس سے نکلنے کی اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ وقت آتا ہے تو ہر انسان اپنی نجات کے ذریعے تلاش کرنے لگتا ہے ......" (ص ۲۰)

آواگون کا عقیدہ ہندو مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے۔ تھیوسوفی نے بھی اسے کلیتہً قبول کر لیا ہے اور آواگون کے چکر سے نجات حاصل کرنے کا وہی طریقہ بتایا ہے جس کی تلقین ہندو مذہب کرتا ہے۔ یعنی خواہشات کو ترک کر دینا، جب تک خواہشیں باقی رہیں گی۔ روح کا تعلق دنیا سے منقطع نہ ہوگا اور اچھے یا برے کاموں کا پھل پانے کے لیے اسے بار بار دنیا میں آ کر مادی قالب اختیار کرنا پڑے گا۔

(۳) اصول تھیوسوفی :- مس ایگر کی کتاب ELEMENTS OF THEOSOPHY کا ترجمہ از منشی رامیشور پرشاد، پریسیڈنٹ پریاگ تھیوسوفیکل سوسائٹی مطبوعہ نول کشور پریس، الہ آباد ۱۹۰۸ء ص ۹۱۔

ایک مقام کا اقتباس حسب ذیل ہے :-

"اس وقت مطالعہ تھیوسوفی سے ہمارا خاص مقصد یہ ہے کہ ایسے اصول دریافت ہوں جن کے جاننے سے کم از کم زندگی کے چند ادق مسائل واضح ہو جاویں، ہمیں ہر وقت ایسے سوالات سے سامنا پڑتا ہے جن کا قابل اطمینان جواب بمشکل ملتا ہے۔ بتلایہ کہ ہماری

www.taemeernews.com

ہستی کی کیا غرض ہے؟ گناہ کا مفہوم کیا ہے؟ تکلیف کا فائدہ کیا؟ آدمی کیا ہے اور اس کی ترقی کی انتہا کہاں تک ہے؟ دنیاوی زندگی میں جو ظاہرا بے انصافیاں نظر آتی ہیں ان کا سبب کیا ہے؟ اس کا باعث کیا ہے کہ بعض تو ایسے ہیں کہ ان کی خواہش کے مطابق ان کے پاس سب شے مہیا معلوم ہوتی ہیں اور بعض تکلیف پر تکلیف اٹھاتے ہیں، گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انھیں بدبختیوں میں غرق ہو جاویں گے؟ چوں کہ انسان کی اُخوت کے برتاؤ کا ہر شخص اقرار کرتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آدمی، فرقہ فرقہ، قوم قوم، آپس میں جھگڑتی ہیں؟ وہ کون سا قانون ہے جو تمام زندہ مخلوق کی ہستی کا اساس ہے اور کل موجودات عالم پر حاوی و حکمران ہے؟ یہ چند سوال ایسے ہیں جو ہر وقت پیش آتے ہیں اور خواستگار جواب ہوتے ہیں ....." (ص ۱۶)

اس کتاب میں انھیں سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

www.taemeernews.com

۵۔ رادھاسوامی مت

رادھاسوامی مت کی بنیاد ۱۸۶۱ء میں ایک بزرگ شیودیال صاحب نے آگرہ میں ڈالی۔ انھوں نے اپنا نام رادھاسوامی رکھا اور اسی نسبت سے ان کے قائم کیے ہوئے مت کو رادھا سوامی مت کہتے ہیں۔ رادھاسوامی دراصل ہندوؤں میں ایشور کا ایک نام ہے۔ اس اعتبار سے رادھا سوامی مت کے معنی الٰہی مذہب کے ہیں۔ اس مت کے اصول مندرجہ ذیل اقتباسات سے معلوم ہوں گے، جو اس فرقے کی اُردو کتابوں سے ماخوذ ہیں:۔

رادھاسوامی مت میں ایک زندہ گرو کے وجود پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا جاتا ہے شیودیال صاحب کا عقیدہ تھا کہ ایک زندہ مرشد کی تعلیم و تربیت کے بغیر نجات حاصل نہیں ہوسکتی چناں چہ ۱۸۷۸ء میں اُن کے انتقال پر رائے بہادر سالک رام صاحب جو آگرہ میں پوسٹ ماسٹر جنرل رہ چکے تھے اور شیودیال صاحب کے خاص مریدوں میں تھے، دوسرے گرو مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں جب انھوں نے وفات پائی تو برہم شنکر مصرا جو ۱۸۸۵ء میں رادھاسوامی مت میں داخل ہوئے تھے اور بنارس میں رہا کرتے تھے، تیسرے گرو منتخب ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں ان کے انتقال پر رادھا سوامیوں کی ایک شاخ بنارس میں قائم ہوگئی۔ وہاں ان کی ایک عالی شان عبادت گاہ ہے جو رادھا سوامی باغ کے نام سے مشہور ہے۔ برہم شنکر مصرا کے بعد چوتھے گرو کامتا پرشاد سرکار مقرر ہوئے۔

www.taemeernews.com

یہ ضلع غازی پور کے ایک گاؤں مراری کے رہنے والے تھے اور بجائے آگرہ کے انھوں نے وہیں کی سکونت اختیار کی۔

۱۹۱۵ء میں آگرے سے کچھ فاصلے پر دیال باغ کی بنیاد ڈالی گئی اور وہاں تیوو دیال صاحب کی سمادھ بنائی گئی۔ اس سے قبل کامتا پرشاد سرکار کا انتقال ہو چکا تھا، اب گرو کی گدی پر صاحب جی مہاراج بیٹھے۔ انھوں نے تعلیمی اداروں کے علاوہ دیال باغ میں مختلف صنعت وحرفت کے کارخانے جاری کیے جو روز بروز ترقی کر رہے ہیں۔ یہ کارخانے افراد کی ملک نہیں ہیں بلکہ رادھا سوامی جماعت کے مشترکہ سرمائے سے قائم کیے گئے ہیں۔ دیال باغ میں جماعت کے سارے کام ایک بورڈ کے سپرد ہیں، بہت سے ست سنگیوں نے وہاں اپنے ذاتی مکانات بنوا کر بود و باش اختیار کرلی ہے۔ صاحب جی مہاراج کو حکومت کی طرف سے سرکا خطاب بھی ملا تھا۔ چند سال ہوئے ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ گور چرن داس مہتہ گرو مقرر کر دیے گئے۔[1]

رادھا سوامی مت کی کتابیں

اردو میں رادھا سوامی مت کی جو کتابیں مطالعے میں آئیں، ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) یتھارتھ پرکاش: حصہ اول و دوم، مصنفہ صاحب جی مہاراج آنند سروپ صاحب، شائع کردہ۔ رادھا سوامی ست سنگ سبھا، دیال باغ، آگرہ۔ مطبوعہ آرمی پریس، دیال باغ، آگرہ ۱۹۳۴ء، ص ۲۶۸۔

اس کتاب کے حصہ اول میں "رادھا سوامی مت کی تعلیم" اس طرح بیان کی گئی ہے:

۱: رادھا سوامی مت کی تعلیم نہایت سادہ وسہج ہے لیکن اس دل کے لیے جو سچے مالک کی محبت سے خالی ہے اس کا سمجھنا محال بلکہ ناممکن ہے۔

۲۔ رادھا سوامی مت سکھلاتا ہے کہ انسان کے وجود میں تین جوہر موجود ہیں، اوّل کثیف مادہ، جس سے انسان کا کثیف یعنی ستھول جسم بنتا ہے۔ دوئم لطیف

---

[1] "ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں" از پروفیسر ہرنیم سنگھ مطبوعہ امرت الکٹرک پریس، لاہور، ۱۹۴۱ء ص ۵۲ بہ ۵

www.taemeernews.com

مادہ جو انسان کے من کا مسالہ ہے اور تیسرے روح، یعنی سُرت جو انسان کے وجود کی جان ہے اور جس سے اُس کے من و جسم کی نشوونما ہوتی ہے۔ انسان کے جسم و من دونوں فانی یعنی ناشمان ہیں لیکن روح غیر فانی ہے۔

۳۔ اور جیسے انسانی وجود کو رچنے و جان دینے والا اس کا آتما یعنی سرت ہے، ایسے ہی کل کائنات یعنی سرشٹی کو رچنے و جان دینے والا، ایک "پرم آتما" ہے، جس کو مالک کل یا رادھا سوامی دیال کہتے ہیں اور چوں کہ تمام "آتما" اور پرم آتما یعنی سُرت و مالک کُل کا جوہر ایک ہی ہے، اس لیے انسانی وجود کُل رچنا کا نمونہ تسلیم کیا جاتا ہے اور رچنا کو عالم کبیر اور انسانی وجود کو عالم صغیر کہتے ہیں۔

۴۔ رادھا سوامی مت تبلاتا ہے کہ مالک کُل نے آتماؤں کو سرشٹی سے تعلق قائم کرنے اور جسم انسانی سے پورا فائدہ اٹھانے کا موقع دینے کی غرض سے، اس (جسم انسانی) کے اندر متعدد پوشیدہ قوتیں مقیم فرمائیں اور نوع انسانی کو ان عطیوں اور ان کی منفعت سے آگاہ کرنے کے لیے انتظام فرمایا کہ دنیا میں وقتاً فوقتاً ایسی پاک اور بیدار ارواح کا نزول ہو جو اُن قوتوں کے راز، ان کے بیدار کرنے کے طریق اور استعمال کے ڈھنگ سے بخوبی واقف ہوں اور جنھیں وہ راز دوسروں کو سمجھانے، ان قوتوں کو جگانے اور نوع انسانی کو ان سے مستفید کرانے کی توفیق حاصل ہو۔

۵۔ اسی وجہ سے رادھا سوامی مت میں خاص زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ انسان اپنی جسمانی، دماغی و روحانی تینوں قسم کی قوتوں کا بیدار کرنا "زندگی کا نصب العین" بنائے اور تساہل و تجاہل کو بالائے طاق رکھ کر مردانہ وار مناسب تدابیر عمل میں لادے۔

۶۔ یہ مسلّم ہے کہ جسمانی و دماغی قوتیں بیدار کرنے کے لیے ہر نوزائیدہ کو اوّل کچھ عرصہ اپنے والدین سے مدد لینی پڑتی ہے۔ زاں بعد وہ ورزش اور علوم و فنون کے ماہران کی شاگردی اختیار کرتا ہے۔ اسی اصول پر رادھا سوامی مت سکھلاتا ہے کہ اپنی پوشیدہ روحانی قوتیں بیدار کرنے کے لیے بھی ہر انسان کو کسی کامل روحانی استاد کی جسے سنت مت کی اصطلاح میں سنت ست گورو کہا جاتا ہے، شاگردی اختیار کرنی چاہیے۔

www.taemeernews.com

۷۔ مگر واضح ہو کہ سنت ست گورو سے مراد کسی ایسے شخص سے نہیں ہے جو روحانی قوتوں ومنتروں کے راز سے محض علمی واقفیت رکھتا ہو بلکہ اس کامل پُرش سے ہے جس نے بذریعہ عمل اپنی روحانی قوتوں کو کلیتہً بیدار کرکے سچے مالک سے وصل حاصل کیا ہے یا جس کو جنم سے یہ پرم گتی حاصل ہے۔

۸۔ جب کوئی نوعمر تحصیلِ علم کی غرض سے اسکول یا مکتب میں داخل ہوتا ہے، تو اول اسے بچپن کی آزادی چھوڑ کر اور قویٰ کی غیر ضروری حرکتیں روک کر پورے طور پر توجہ اپنے سبق میں دینی پڑتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس علمِ روحانی کے طالب کو دنیوی آزادی چھوڑ کر اور جسم ومن کی غیر ضروری حرکتیں روک کر اپنی توجہ روحانی نشانے پر یکسو وقائم کرنی ہوتی ہے۔ اور چونکہ انسان کے جسم ومن پر غذا، سازو سامانِ زندگی وحالاتِ گردوپیش کا بھاری اثر پڑتا ہے اس لیے رادھا سوامی مت سکھلاتا ہے کہ شوقین پرمارتھی صرف اس قسم کی ستوگنی غذاؤں کا استعمال روا رکھے، جو اس کے جسم ومن کو غیر ضروری وناشائستہ حرکات کے لیے مشتعل نہ کریں اور سازو سامانِ زندگی سے محض حسبِ ضرورت یعنی کارج ماتر واسطہ رکھے اور اپنا وقت ایسے مشغلوں وسنگ وساتھ میں گزارے، جو حصولِ مراد میں معاون ومددگار ہوں"۔ (ص ۲۔۵)

(۲) سنت مت کیٹکزم یعنی سوال وجواب۔ مطبع ایجادکشن، آگرہ، ۱۸۹۵ء ص ۵۰

اس رسالے میں سنت مت کی تعلیمات سوال وجواب کے پیرائے میں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً:۔

"سوال۔ سنت مت یا رادھا سوامی پنتھ کس کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ سنت مت تمام روے زمین کے مذہبوں کا جوہر ہے، تمام علم وحکمت کا سدھانت ہے، جس کو سنتوں یعنی فقرائے کامل نے بے شمار تجربوں اور ابھیاس کے بعد ظاہر کیا ہے۔ یہی مت ہے جس کے ذریعے سچے مالک رادھا سوامی کی پہچان اور ان کے ملنے کا راستہ اور منزلوں کے بھید معلوم ہوکر سچی خوشی اور نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ مت اور اس کا ابھیاس خاص کر ان لوگوں کے

www.taemeernews.com

واسطے ہے، جن کو سچے مالک کے ملنے کی چاہ اور اپنے جیو کے کلیان اور اُودھار کی فکر ہے۔ دنیاوی خواہشوں وہان بڑائی چاہنے والوں کے واسطے وینز جنھوں نے مذہب کو اپنا روزگار بنا رکھا ہے یا مذہبی بحث و مباحثہ کو بطور دل بہلاؤ یا تفریح طبع ایک شغل بنا رکھا ہے، یہ مت نہ فائدہ مند ہے نہ ان کی سمجھ میں آوے گا" (ص ۵)

(۳) "رادھا سوامی مت، دنیا کا عجیب وغریب مذہب": مولفہ: نند و سنگھ حیدر آبادی مطبوعہ بندے ماترم اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۲۵ء، ص ۱۱۸۔

اس کتاب میں بھی رادھا سوامی مت کی تعلیمات سوال وجواب میں بیان کی گئی ہیں۔

(۴) "رادھا سوامی مت سندیش" سرورق غائب تھا اس لیے مولف کا نام مطبع اور سنہ طباعت معلوم نہ ہو سکا۔ نسخہ قدیم ہے۔ کتاب کے تمام مضامین دفعات میں بیان کیے گئے ہیں۔ عبارت کا نمونہ اور بعض تعلیمات حسب ذیل ہیں:۔

"رادھا سوامی مت کے ابھیاسی کو ان سنجوں کو سنبھال رکھنا چاہیے۔ دفعہ ۱۲۹۔ جو کوئی رادھا سوامی مت میں شامل ہووے اور اس کے موافق ابھیاس شروع کرے اس کو سنجم واسطے درستی سے کرنے، ابھیاس سرت شبد مارگ کے درکار ہیں:۔

(۱) مانس اہار نہ کرے اور نہ کوئی نشے کی چیز پیوے یا کھاوے، حقہ پینا نشے میں داخل نہیں۔

(۲) معمولی کھانے سے آہستہ آہستہ قریب چوتھائی حصہ کے کم کر دیوے، اور بہت چکنے چپڑے اور سواد کے بھوجن نہ کھاوے۔

(۳) سونے میں بھی کچھ کمی کرے۔ یعنی عام طور پر چھ گھنٹے سے زیادہ نہ سووے۔

(۴) سنساری لوگوں سے ضرورت کے موافق میل اور برتاؤ کرے، ان سے زیادہ میل نہ رکھے اور بغیر ضرورت کے کسی سنساری معاملے میں دخل نہ دیوے۔

(۵) سنساری پدارتھ اور اندریوں کے بھوگوں کی چاہ فضول نہ اٹھاوے اور نہ اُن کے واسطے فضول جتن کرے بلکہ جو بھوگ اور پدارتھ میسر آویں، ان میں بھی جس قدر مناسب ہووے احتیاط کے ساتھ برتاؤ کرے۔

www.taemeernews.com

(۶) وقت ابھیاس کے بے فائدہ خیالِ دنیا اور اس کے پدارتھوں اور بھوگوں کے نہ اٹھاوے اور جو پرانی عادت کے موافق ایسی گناون من بیں پیدا ہووے تو اس کو جس قدر جلدی ہووے دور ہٹاوے، نہیں تو ابھیاس میں رس نہیں ملے گا۔

(۷) ست پرش رادھا سوامی دیال اور گورو کا کسی قدر خوف دل میں رکھے اور اُن کی پرستنا میں اپنی بہتری سمجھے اور ناراضی میں نقصان پرمارتھ اور سوارتھ کا اور ان کے چرنوں میں دن دن پریت اور پرتیت بڑھاتا رہے۔

(۸) جہاں تک ہو سکے کسی جیو سے برودھ اور ایرکھا دل میں نہ رکھے"

---------------------- (ص ۶۱-۶۲)

www.taemeernews.com

(۶) دیو سماج

دیو سماج کے بانی پنڈت شیونرائن اگنی ہوتری کان پور کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ وہ ایک برہمن خاندان میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سولہ سال کی عمر میں وہ رڑکی کالج میں داخل ہوئے اور اور سیری کا امتحان پاس کرکے وہیں ملازم ہو گئے۔ رڑکی کالج میں پنڈت شیونرائن کے ایک استاد ویدانتی تھے، جن کے اثر سے انھوں نے بت پرستی ترک کر دی۔ ۱۸۷۳ء میں جب ان کی عمر ۲۳ سال کی ہوئی تو وہ گورنمنٹ اسکول، لاہور میں ڈرائنگ ماسٹر مقرر ہو گئے۔ اس وقت لاہور میں برہمو سماج کا بڑا زور تھا۔ چناں چہ پنڈت شیونرائن بھی اس کی اصلاحی تحریک سے متاثر ہو کر برہمو ہو گئے اور دو سال کے بعد سماج کے پرچارک بن گئے۔ اب انھوں نے اپنا نام بھی بدل دیا اور بجائے شیونرائن کے ستیانند رکھ لیا۔ چناں چہ اسی نام سے برہمو سماج کے اصول و عقائد کی تبلیغ کے لیے انھوں نے اُردو میں متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے بعض کا ذکر برہمو سماج کی کتابوں کے سلسلے میں پہلے آچکا ہے۔ سماج کے پرچارک ہونے کے بعد انھوں نے اسکول کی ملازمت سے استعفا دے دیا اور سارا وقت دھرم کے کاموں میں صرف کرنے لگے لیکن کچھ عرصے کے بعد سماج کے ممبروں سے اختلافِ رائے کی بنا پر انھوں نے برہمو سماج سے علیحدگی اختیار کر لی اور ۱۸۸۷ء میں ایک نئی سماج قائم کی اور اس کا نام

www.taemeernews.com

نام 'دیوسماج' رکھا۔ خود اپنے لیے انھوں نے دیوگرو کا لقب اختیار کیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ "مجھ میں دیوجیون کا وکاس ہوا ہے۔ یعنی میں اعلیٰ ترین روحانی طاقتوں کا مصدر اور منبع ہوں"۔ دیوسماج کے ممبروں کے لیے سیوک کا لقب مقرر کیا گیا اور آٹھ چیزوں سے پرہیز کرنا ان کے لیے ضروری قرار پایا۔

(۱) ہر طرح کا نشہ (۲) گوشت خوری (۳) جوا (۴) چوری (۵) رشوت ستانی (۶) بدچلنی اور ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنا (۷) خیانت (۸) قتلِ بیجا۔

"دیوسماج" اپنے ابتدائی دور میں ایک طرح کی برہمو سماج ہی تھی اور اس کے اندر بھی ہندو مذہب کی اصلاح کی وہی روح کام کر رہی تھی جو برہمو سماج کی تحریک کا باعث ہوئی لیکن بعد میں پنڈت شیونرائن نے مغرب کی مادہ پرستی سے متاثر ہوکر خدا کے وجود ہی سے انکار کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ان کی مادیت صرف خدا کی ہستی اور اس کی پرستش سے انکار تک محدود رہی، بجائے خدا کے انھوں نے خود اپنی ذات کو پرستش کا مستحق قرار دیا۔ چناں چہ سیوکوں کے لیے دیوگرو کی پوجا لازمی ٹھہرائی گئی اور دیوسماج کے مندروں میں ان کی مورتی کی پوجا علانیہ ہوتی ہے[1]۔

دیوسماج کی کتابیں

دیوسماج کی طرف سے اُردو میں بہت سی کتابیں شائع کی گئی ہیں، مثلاً (۱) دیوشاستر، حصہ اول و دوم (۲) دیو آتما کون ہیں (۳) انسانی دنیا میں ایک اور صرف ایک سچے معبود کا ظہور (۴) انسانی دنیا کے لیے بھگوان دیو آتما ایک اور صرف ایک سچے معبود کیوں ہیں (۵) انسانی دنیا کے وکاس میں دیو آتما کا ظہور (۶) دیو آتما کے سوائے اور کوئی سچا معبود نہیں (۷) نیچ شکتیوں کی غلامی سے نجات کی ضرورت۔

دیوسماج بک ڈپو، لاہور کی فہرست میں چند اور کتابوں کے نام بھی درج ہیں جو اُردو میں شائع ہوئی ہیں۔ کتب خانوں میں دیوشاستر کے علاوہ اس فرقے کی اور کوئی کتاب مجھے نہیں ملی۔ یہ کتاب دیوگرو کی تصنیف ہے اور اس میں دیوسماج کی تمام تعلیمات درج ہیں۔ پنڈت شیونرائن نے اسے ہندی میں لکھا تھا۔ بعد میں سماج کی طرف سے اس کا ترجمہ اُردو میں کیا گیا۔ ذیل کے اقتباسات اُردو ایڈیشن سے ماخوذ ہیں:۔

---

[1] "ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں" از پروفیسر پرتیم سنگھ، ص ۵۷، ۵۹۔

www.taemeernews.com

(۱) دیوشاستر ۔ پہلا حصّہ ۔ مصنفہ بانی دیو دھرم ۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس، لاہور ۔ دوسرا ایڈیشن ۔ ۱۹۳۱ء ۔ ص ۱۳۴

پہلا باب

" ہم اور تم اور ہمارے اور تمہارے رشتے دار اور ہمارے اور تمھارے سوا ہر ایک ملک اور براعظم اور ہر ایک قوم اور رنگ کے سب انسان، سب قسم کے حیوان یعنی چوپائے اور رینگنے والے کیڑے، مچھلیاں اور پرندے، سب قسم کے چھوٹے اور بڑے پہاڑ چھوٹے اور بڑے دریا، چھوٹے اور بڑے میدان اور کھنڈ، اور چھوٹے اور بڑے سمندر اور بحر، چھوٹے اور بڑے شہر اور گاؤں ہمارے گھر اور ہمارے گھروں کی سب چیزیں ہماری یہ زمین، ہمارا سورج اور ہمارے سورج کے چاروں طرف گھومنے والے مختلف سیارے اور چاند جنھیں ہم سچ مانتے اور جانتے ہیں، وہ نیچر ہی کے چھوٹے چھوٹے جزو ہیں۔ یہ سب لاکھوں چھوٹے اور بڑے جاندار اور غیر جاندار وجود اسی طرح نیچر کے وسیع وجود کے مختلف حصّے ہیں جس طرح ہمارے ہاتھ پاؤں ناک، کان، ہماری ہڈیاں اور ہماری کھال اور ہمارے بال وغیرہ ہمارے جسم کے مختلف حصّے ہیں۔ نیچر کا یہ پھیلاؤ یہیں تک ختم نہیں ہو جاتا بلکہ یہ نیچر اپنے ان سب حصوں کے علاوہ اور بھی بہت آگے تک پھیلی ہوئی ہے۔ ہاں، اتنی دور تک پھیلی ہوئی ہے کہ جس کی ہم اپنی قوتِ واہمہ کے ذریعے بھی کوئی حد مقرر نہیں کر سکتے ......"

(ص ۳۹ - ۴۰)

" آؤ، اب ہم اپنی کھوج میں کچھ اور آگے بڑھیں۔ پہلے ہم یہ سوال کریں کہ یہ نیچر جو ہمارے چاروں طرف اربوں اور کھربوں میل سے بھی دور تک پھیلی ہوئی ہے اور جس میں چھوٹے اور بڑے قسم قسم کے بے تعداد غیر جاندار اور جاندار وجود موجود ہیں اس کے ان سب وجودوں کی بناوٹ میں کیا کیا چیزیں پائی جاتی ہیں، یعنی نیچر کے

www.taemeernews.com

یہ سب قسم کے وجود یا جزو کس کس چیز سے بنے ہوئے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں ہم تمھیں بتانا چاہتے ہیں کہ نیچر میں اس کے جزو کی صورت میں جتنے وجود پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب، چاہے وہ غیر جاندار ہوں اور چاہے جاندار، صرف دو ہی قسم کی چیزوں سے بنے ہوئے ہیں، جن میں سے ایک قسم کی چیز کا نام جڑ یعنی مادہ ہے اور دوسری قسم کی چیز کا نام شکتی یعنی طاقت ہے۔ ساری نیچر کا سارا یہی دونوں چیزیں ہیں اور ساری نیچر انھیں دو قسم کے مسالوں سے بنی ہوئی ہے۔" (ص ۴۵)

(۲) "دیوشاستر"۔ حصہ دوم۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۳۱ء ص ۱۴۱۔

"دیوشاستر کے پہلے حصے میں بتایا جاچکا ہے کہ صرف نیچر ہی حقیقی ہے یعنی وہی ہمیشہ سچ تھی اور وہی ہمیشہ سچ رہتی ہے۔ نیچر کے سوائے یا اس سے باہر کچھ بھی اور کوئی وجود بھی اور کوئی بات بھی سچ نہیں۔ اس لیے کسی بھی انسان کے لیے جس جس قسم کا اور جہاں جہاں تک سچا علم حاصل کرنا ممکن ہے اس سارے سچے علم کا بھید خزانہ نیچر اور صرف نیچر ہی ہے اور اس کے سوائے اور کچھ نہیں۔

سچے علم کے حاصل کرنے کے لیے نیچر نے ہی جو طریقے رکھے ہیں انھیں کے ٹھیک جانتے اور انھیں کے مطابق چلنے کی ضرورت ہے۔ انھیں چھوڑ کر اور ان کے خلاف جن جن انسانوں نے صرف اپنی قوتِ واہمہ کے ذریعے جتنی اور جس جس قسم کی کہانیاں اور جتنی اور جس جس قسم کی مختلف باتیں گھڑ کر انسانی دنیا میں پھیلائی ہیں اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کو ان کا معتقد بنایا ہے، وہ سب بالکل جھوٹ ہیں۔" (ص ۱-۲)

www.taemeernews.com

جین مذہب

کچھ زمانہ پہلے تک جین مذہب ہندو دھرم کا ایک فرقہ سمجھا جاتا تھا اور اس کے وجود کی مدت ایک ہزار سال سے زیادہ نہیں خیال کی جاتی تھی۔ لیکن اہلِ تحقیق نے اب یہ ثابت کر دیا ہے کہ جین مذہب کم سے کم اتنا ہی قدیم ہے جتنا بدھ مذہب۔ اس تحقیق کو پروفیسر جکوبی JACOBI کی تائید حاصل ہے۔

وردھمان یا مہابیر جن کو عام طور پر جین مذہب کا بانی سمجھا جاتا ہے ایک چھتری راجہ کے گھر بیسارہ کے مقام پر جو صوبہ بہار میں پٹنہ سے ستائیس میل کے فاصلے پر واقع تھا ۵۹۹ء قبل مسیح پیدا ہوئے۔ اٹھائیس سال خانگی زندگی میں گزارنے کے بعد اپنی بیوی بچی اور بھائی بہن کو چھوڑ کر انھوں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی اور جنگلوں میں چلے گئے، وہاں انھوں نے دنیا کے دکھ اور مصیبت اور ان سے رہائی پانے کے طریقوں پر غور کرنا شروع کیا اور چودہ سال کی ریاضت کے بعد محسوس کیا کہ انسانی مصائب کا معما حل ہو گیا، چناں چہ جو معرفت انھوں نے اس مدت میں حاصل کی تھی اس سے دوسروں کو مستفید کرنے کے لیے انھوں نے شمالی ہند کا دورہ شروع کیا۔ ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا سلسلہ ۵۵۷ء ق م سے ۵۲۷ء ق م تک جاری رہا۔ شمالی ہند میں تیس سال تک جین دھرم کا پرچار کرنے کے بعد انھوں نے ۵۲۷ء قبل مسیح میں پاوا پوری کے مقام پر وفات پائی۔

جدید تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مہابیر جین مذہب کے بانی نہیں بلکہ اس کے مصلح تھے۔ یہ مذہب اُن سے

www.taemeernews.com

پہلے بھی موجود تھا۔ اس کے پیشوا پارس ناتھ تھے جن کا انتقال ۷۷۶ ق م میں ہوا۔ اب جین دھرم کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی بنیاد ہزاروں سال قبل رشبھ نے ڈالی تھی اور وہی اس دھرم کے پہلے رہنما تھے۔ پارس ناتھ اس کے تیئسویں اور مہابیر آخری رہنما تھے [1]

جین مذہب کے بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) انسان کی شخصیت دو حصوں میں منقسم ہے۔ مادی اور روحانی۔

(۲) انسان کامل نہیں ہے لیکن روحِ انسانی ترقی کرکے کمال حاصل کر سکتی ہے۔ حصولِ کمال کے بعد یہ اپنی اصلی اور دائمی خاصیت سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ جس کی چار خصوصیات ہیں۔ بے پایاں ادراک یا تصور، بے پایاں علم، بے پایاں طاقت، اور بے پایاں روحانی مسرت۔ ان کو مذہبی اصطلاح میں اننت درشن، اننت گیان، اننت ویرج، اور اننت سکھ کہتے ہیں۔

(۳) انسان اپنی روحانی فطرت سے اپنی مادی فطرت پر قابو پا سکتا ہے اور اُسے یہ قابو ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ مادّے پر پوری طرح قابو پانے کے بعد ہی روح کو کمالِ آزادی اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔ ایسی ہی آزاد اور مسرور روح کو جینا (فاتح)، اور تیرتھنکر (رہنما) کہتے ہیں۔

(۴) آخری بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان خود اپنی زندگی کی تمام اچھائیوں اور برائیوں کا ذمہ دار ہے [2]

مسٹر بٹانی BETTANY اپنی کتاب "ہندوستان کے بڑے مذاہب" میں لکھتے ہیں کہ جین مذہب کے پیرو نروان یعنی آواگون کے چکر سے روح کے آزاد ہو جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ انفرادی روح کے روحِ کُلی میں ضم ہو جانے کے قائل نہیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اُن کے یہاں کسی اعلیٰ الوہیت کا تصور نہیں پایا جاتا۔ نروان کی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے جن مدارج سے گزرنا پڑتا ہے وہ یہ ہیں :- صحیح ادراک اور واضح علم جس کے بعد فوق الفطرت علم حاصل ہو جاتا ہے اور وہ معرفتِ کُلی کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

اس مذہب کے پیروؤں کے لیے ضروری ہے کہ فیاضی، نرمی، پارسائی اور اپنے قصوروں پر

۱؎ جین مذہب کا خاکہ (انگریزی)، از جگمندر لال جینی۔ مطبوعہ کیمبرج ۔ ۱۹۱۶ء مقدمہ ص ۲۸ - ۲۲۰

۲؎ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۹۸

www.taemeernews.com

غمگین ہونے کی عادت ڈالیں اور جانوروں بلکہ پودوں کے ساتھ بھی رحم دلی کا برتاؤ کریں۔ یہ لوگ جانداروں کو تکلیف پہنچانے سے سخت پرہیز کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ تمام جانوروں، یہاں تک کہ پودوں میں بھی روح موجود ہے۔ وہ بیمار جانوروں کے لیے شفاخانے قائم کرتے ہیں۔ برسات کے موسم میں یا غروب آفتاب کے بعد کھلی جگہ کھانا نہیں کھاتے کہ مکھی یا کیڑا مکوڑا منہ میں نہ چلا جائے۔ پانی کو تین مرتبہ چھان کر پیتے ہیں اور اس خطرے سے کہ کوئی کیڑا منہ میں نہ چلا جائے ہوا کے رخ کے خلاف نہیں چلتے۔ جو لوگ ان میں زیادہ متشدد ہیں وہ کیڑوں کے خیال سے عبادت کے اوقات میں منہ پر ایک کپڑا ڈال لیتے ہیں۔

جینی دراصل نہ ویدوں کو مانتے ہیں اور نہ دیوی دیوتاؤں کو۔ وہ ذات پات کی تفریق کے بھی قائل نہیں۔ لیکن عملاً وہ بہت کچھ ذات کے قوانین کے پابند ہیں اور ایک حد تک بہت سے ہندو دیوتاؤں اور دیویوں سے بھی عقیدت رکھتے ہیں، خود اپنے مذہب کی بہت سی نیک اور خبیث روحوں پر بھی اُن کا اعتقاد ہے۔ جن معاملات میں ویدوں سے ان کے خیالات کی تائید ہوتی ہے، ان میں ویدوں کو مستند سمجھتے ہیں عریانی کی خصوصیت صرف اُن کے "دگمبر" جوگیوں تک محدود ہے اور وہ بھی محض کھانے کے اوقات میں جینیوں کا دوسرا فرقہ "سوتامبر" سفید کپڑے پہنتا ہے۔ ان کے ہاں کسی جانور کی قربانی نہیں ہوتی اور اخلاقی پابندیاں سختی سے برتی جاتی ہیں۔ ان کے بہت سے عقائد ہندو اور بدھ مذہب کے عقیدوں سے ملتے جلتے ہیں، مثلاً یہ عقیدہ کہ سابق زندگی کے اعمال کے مطابق اسی دنیا میں دوبارہ جنم لینا پڑتا ہے[۱]

جین مذہب کی کتابیں

جین مذہب کی جو کتابیں اُردو میں مجھے مل سکیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔ اُن کے اقتباسات سے اس مذہب کے عقائد اور اصول پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) جین مت سار۔ مولفہ لالہ سمیر چند جین۔ شائع کردہ جین متر منڈل، دہلی۔ مطبوعہ گیتا پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۳۸ء ص ۲۹۲

---

[۱] "ہندوستان کے بڑے مذاہب" ص ۲۴۲ مطبوعہ لندن، ۱۸۹۲ء

www.taemeernews.com

اس کتاب کی تمہید میں لالہ سمیر چند نے اُردو کی عام مقبولیت کا اعتراف جن واضح الفاظ میں کیا ہے وہ قابلِ ملاحظہ ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ جین مذہب ہندوستان کا ایک قدیم مذہب ہے مگر اس کے عقائد و مسائل کا حال عام لوگوں پر اچھی طرح روشن نہیں ہے۔ عام لوگ تو رہے درکنار، خود بہت سے جینی بھی اپنے آبائی دھرم سے ناواقف ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس کے مستند شاستر پراکرت و سنسکرت زبان میں ہیں۔ جن کا آج کل رواج نہیں رہا۔ اس کمی کو پورا کرنے کی غرض سے اٹھارہویں صدی ہجری میں جین مت کے مشہور پنڈتوں ٹوڈرمل جی، سداسکھ جی، دولت رام جی وغیرہ نے بہت سے گرنتھوں کا ہماری زبان میں ترجمہ کیا۔ جن کو پڑھ کر بہت سے بھائیوں نے فائدہ اٹھایا اور اب تک اٹھا رہے ہیں مگر آج کل وہ بھاشا لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لیے اس وقت سلسلۂ مذہب کو جاری رکھنے کے واسطے یہ نہایت ضروری ہے کہ اپنے مذہبی اصول و تواریخ کو واقفیتِ عام کے لیے مروجہ زبان میں لکھا جائے۔ اسی خیال سے میں نے سنہ ۱۹۱۴ء میں ایک کتاب "جین پرکاش"، سنہ ۱۹۰۶ء میں "شاہراہ نجات" اور سنہ ۱۹۱۱ء میں "دھرم کے دس لکشن" "وخلاصہ مذہب" نام کے دو ٹریکٹ اُردو زبان میں لکھے تھے۔ اسی سلسلے میں اب یہ کتاب جین مت سار ہے۔ اس میں جو کچھ درج ہے وہ مستند جین شاستروں سے اخذ کیا گیا۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب زمانۂ حال کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرے گی اور اردو خواں جین بھائیوں اور دیگر حق پسندوں کے واسطے ایک بڑی کارآمد چیز ہوگی۔" (ص ۵)

اس کے بعد جین مذہب کی حقیقت اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

جین مت دو لفظوں جن اور مت سے مرکب ہے۔ ایسا شخص جس نے راگ دویش کو جیت لیا یا یوں کہو، جس کی نہ کسی سے دوستی ہے نہ دشمنی، جو نہ کسی مرغوبِ طبع دنیاوی شے کے حاصل کرنے کی رغبت رکھتا ہے اور نہ ناگوارِ طبع شے کو دور کرنے کی خواہش۔ ایسے شخص کے لیے دنیا میں کوئی شے مرغوب یا غیر مرغوب نہیں ہے۔

www.taemeernews.com

وہ ہر شے کو اس کی اصلیت کے لحاظ سے دیکھتا اور جانتا ہے اور جن کہلاتا ہے۔ راگ (یعنی محبت)، دویش (یعنی نفرت)، اگیان (یعنی جہالت) سے پیدا ہوتے ہیں۔ کرودھ (غصہ) مان (غرور)، مایا (فریب)، لوبھ (طمع) ہنسا، جھوٹ، چوری، زنا، پریگرہ (لوالہوی) جذباتِ حیوانی وخواہشاتِ نفسانی ہیں۔ لہٰذا جن مت کے معنی ہیں ایسے شخص کی رائے جس میں نہ تو اگیان ہے اور نہ وہ کسی سے دوستی و دشمنی کے جذبات سے مرعوب ہے۔ پھر ایسا شخص جو کچھ کہے گا وہ بات بلا رو و رعایت اور بالکل صحیح ہوگی، کیوں کہ نہ تو جھوٹ بول کر اسے کسی سے کچھ لینا ہے اور نہ سچ بولنے سے اس کو کسی کا ڈر ہے نہ اس کو کسی کی رعایت منظور ہے اور نہ اسے کسی سے تکرار ہے۔

جن مت کو ہی عام گفتگو میں جین مت بھی کہتے ہیں۔ لفظ "جین" کے معنی "جن" میں اعتقاد رکھنے والے شخص کے ہیں۔ لہٰذا جین مت کے معنی۔ یہ دنیا کیا ہے، کس طرح بنی ہے، وغیرہ وغیرہ سوالات کی نسبت بلا رو و رعایت کہنے والے شخص کی رائے کے ہوئے۔ ایسا شخص ایک ہی نہیں ہوا بلکہ دنیا میں قدیم سے ہوتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا جین مت بھی قدیمی مذہب ہے۔ موجودہ کلپ میں یہ مت شری رشبھ دیو جی نے چلایا ہے (نوٹ: یہاں یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ عوام کا یہ خیال کہ جین مذہب کے بانی شری مہابیر سوامی یا بھگوان پارس ناتھ جی تھے غلط ہے۔ یہ ہر دو بزرگ ہستیاں جین دھرم کے چوبیسویں و تیئسویں ریفارمر تھیں) یہ رشبھ دیو جی کون تھے۔ ان کی بابت میں اس وقت صرف اتنا بتلاتا ہوں کہ یہ وہی مہاپرش ہیں جن کو ہندو برھما، وشنو، مہیش کے نام سے پکارتے ہیں اور مسلمان و عیسائی بابا آدم بتلاتے ہیں۔ انھوں نے جو اُپدیش دیا وہی جین مت کے نام سے موسوم ہے۔ جین مت شے کے ہر پہلو پر غور کرنے کی وجہ سے ایکانت مت کہلاتا ہے۔ دیگر تمام مذاہب کے خیالات اس میں مشتمل ہیں اس لیے یہی مذہب یونیورسل مذہب ہوسکتا ہے۔" (ص ۶۔۷)

(۲) سناتن جین درشن پرکاش: مولفہ لالہ سوہن لال جینی۔ مطبع زنکاری ۱۹۱۰ء ص ۵۲۶۔

www.taemeernews.com

لالہ سمیر چند جین کی طرح لالہ سوہن لال جینی بھی اُردو کے مقبولِ عام ہونے کی شہادت اپنی کتاب کے دیباچے میں دیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُردو کے مقابلے میں دیوناگری جاننے والوں کی قلتِ تعداد کا بھی اقرار کرتے ہیں:۔

"کئی برسوں سے میرے متر (دوست) ودیگر احباب نے مجھ کو برانگیختہ کیا کہ جین دھرم کو کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ سمجھتا ہے۔ اگر اس بارے میں تم ایک کتاب بنادو تو بہت اچھا ہوگا کیونکہ سجن جن تو گُن کے گراہی اور ست کے متلاشی ہوتے ہیں۔ سو وہ تو ضرور ہی اس ست دھرم کو پاکر نیک نیتی اور نیک اعمال سے اپنے جنم کو سپھل کریں گے ..... مگر آج کل اُردو کی زیادہ تر پرورتی ہو رہی ہے۔ دیوناگری سے تو بہت تھوڑے واقف ہیں، زیادہ نہیں۔ اس لیے کتاب اُردو ہی میں تحریر ہو تو بہت اچھا ہوگا کیونکہ ہر ایک پڑھ سکے گا......."

اس کتاب میں جین مذہب کی تعلیمات سوال وجواب میں بیان کی گئی ہیں۔ شروع میں شلوک درج کرکے اُن کا اُردو ترجمہ اور شرح لکھی ہے۔ عبارت میں سنسکرت اور بھاشا کی مصطلحات کے ساتھ عربی اور فارسی کے الفاظ بے تکلف استعمال کیے گئے ہیں۔

(۳) جین کرم فلاسفی:۔ مولفہ بابو رکھب داس جین۔ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، ۱۹۲۴ء ص ۳۲۔

اس مختصر رسالے کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس میں سنسکرت کی فلسفیانہ اصطلاحات کثرت سے لائی گئی ہیں۔ لیکن مولف نے ساتھ ساتھ ان کا اُردو ترجمہ بھی قوسین میں لکھ دیا ہے۔

(۴) جین دھرم و پرماتما:۔ مولفہ بابو رکھب داس جین۔ مطبوعہ ہندوستانی پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۲۳ء ص ۸۔

یہ بابو رکھب داس جین کا دوسرا رسالہ ہے جس میں انھوں نے اس الزام کو دور کرنے کی کوشش کی ہے کہ جین مذہب میں خدا کا وجود تسلیم نہیں کیا جاتا۔ البتہ ان کے نزدیک "پرماتما میں کرتا ہرتا کی صفت کا نہ ہونا بہ دلائل ثابت" ہے۔

(۵) جین رتن مالا:۔ مولفہ لالہ کیوڑا مل۔ شائع کردہ جین دھرم پرچارک سبھا، راولپنڈی۔

www.taemeernews.com

مطبع چودہویں صدی، راولپنڈی۔ ۱۹۰۳ء۔ ص ۹۲۔

اس کتاب میں جین مت کے اصول اور تعلیمات سوال وجواب کے طریقے سے بیان کی گئی ہیں۔ مولّف نے سوال کے لیے پرشن اور جواب کے لیے اُتر کے سنسکرت الفاظ استعمال کیے ہیں، لیکن عبارت میں عربی اور فارسی کے الفاظ خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔ پانچویں باب کا اقتباس حسب ذیل ہے :-

"پرشن۔ جین دھرم میں ایشور کی نسبت کیا خیال ہے۔

اُتر۔ ہم نجات شدہ کو ایشور مانتے ہیں۔

پرشن :۔ اگر مانتے ہو تو ایشور کو کس روپ سے مانتے ہو۔

اُتر۔ کیا نجات شدہ کا بھی کوئی روپ ہے۔ کوئی نہیں مگر ہاں، اگر آپ کا یہی اشارہ کرتا کی طرف ہو تو ہم ایشور کو کرتا نہیں مانتے۔

پرشن۔ جین دھرم میں آتما اور پرماتما کا کیا فرق ہے۔

اُتر۔ آتما کہتے ہیں کرم سہت جیو کو۔ پرماتما کہتے ہیں کرم رہت جیو (یعنی نجات شدہ) کو۔

پرشن۔ آتما کا جسم کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

اُتر :۔ جس طرح آپ کا تعلق اپنی خاص جگہ یا مکان سے ہے، اُسی طرح ہے"

(ص ۱۶۷)

(۶) "گیان سورج اُدے" :۔ حصہ دوم، مصنفہ بابو سورج بھان صاحب وکیل، پرکاشک جین متر منڈل، دلی۔ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس ۱۹۲۵ء۔ ص ۹۴۔ جین متر منڈل ٹریکٹ ۳۰۔ اس کتاب کا پہلا حصہ مصنف نے ۲۵ سال قبل شائع کیا تھا۔

"اس میں دلائل عقلی سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ خدا یا ایشور دنیا کا پیدا کرنے والا یا انتظام کرنے والا نہیں ہے بلکہ سب کام خاصیت اشیا سے ہی ہو رہا ہے ...."

حصہ دوم میں کرم اور کرم کے پھل پر عقلی دلائل سے بحث کی گئی ہے۔

(۷) "لطف روحانی عرف آتمک آنند"۔ مولفہ ماسٹر بشمبر داس۔ مطبوعہ بتیاب پرنٹنگ ورکس

www.taemeernews.com

۱۹۲۳ء ص ۵۲ ۔

اس رسالے میں روحانی زندگی حاصل کرنے کے طریقے آسان اور سلجھی ہوئی عبارت میں بیان کیے گئے ہیں اور کہیں کہیں مطلب کی تشریح کے لیے تمثیلی حکایتیں نقل کی گئی ہیں ۔

(۸) "انمول رتنوں کی کنجی"، حصہ اول، یعنی چار ترجین سناتن سادھومنی راج اور شراوک سمپادک؛ مولفہ اجودھیا پرشاد۔ امپریل نیٹیو پریس، دہلی ۱۹۱۷ء ص ۷۲ ۔

• باعثِ تحریر" کے زیرِ عنوان بابو اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں :

" ناظرین ، چوں کہ عرصے سے جین سادھو مہاراج کے چار تر اردو زبان میں لکھنے کی ضرورت میں خود، میرے دوست اس وجہ سے محسوس کر رہے تھے کہ بہت سے مقامات پر مثلاً لکھنو دکان پور والہ آباد وغیرہ وغیرہ مقامات پر چند وجوہات سے ایسے مہاتما نہیں بیہار کرتے اور وہاں کی عام زبان اردو ہے۔ علاوہ ازیں پنجاب ویو، پی وغیرہ کے ملکوں میں بھی بہت سے ناواقف بھائی قسم قسم کے اتہام، شکوک و بدگمانیاں کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ گھوری ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ آرام طلب و کھانے پینے کے لوبھی ہیں غرض کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ اب میں نے ان دقتوں کو مدنظر رکھ کر سوال و جواب کے طریقے میں حصہ اوّل لکھا ہے جس سے اُمید ہے کہ منصف مزاج دوست مہاتماؤں کے درشن و دیاکھیاں سے میرے بیان کی آزمائش کرتے ہوئے حصہ دویم و سویم لکھنے میں میری حوصلہ افزائی کریں گے؛ اور اگر کوئی بات خلاف سدھانت یا غلط معلوم ہو تو معافی دیتے ہوئے اس سے مطلع کریں گے۔ ع

از خردان خطا بزرگاں عطا "

(۹) "انمول رتنوں کی کنجی"۔ حصہ دوم۔ مولفہ اجودھیا پرشاد۔ امپریل بک ڈپو پریس، دہلی۔ ۱۹۱۸ء ص ۶۴ ۔

اس حصے میں مختلف اشخاص کے مضامین اور نظمیں ہیں۔ چنانچہ دھرم پر مہاتما گاندھی کے ایک لکچر کا اقتباس اور جانوروں کی قربانی پر گاندھی جی اور مالوی جی کے خیالات بھی نقل کیے گئے ہیں ۔

www.taemeernews.com

(۱۰) "شاہ راہ مکتی (ٹریکٹ ۲۳)" جس کو شری بہادر جین برادرز، گوجرانوالہ جین قوم کے فائدے کے لیے شائع کیا۔ مطبوعہ لال اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۲۰ء ص ۸۲۔

یہ ۲۶ بھجنوں کا مجموعہ ہے جو اُردو رسم الخط میں شائع کیا گیا ہے۔ تاکہ جین مذہب کے عام بھائی، پڑھ سکیں۔ دیباچہ نگار لکھتا ہے :۔

"یہ سبھا ہر طرح سے جین قوم کی ترقی میں کوشش کر رہی ہے جس کی طرف سے پیشتر بھی دو ٹریکٹ بنام پارس (شری نیم نکل چکے ہیں۔ اب سبھا نے یہ وچار کرکے کہ ہماری قوم میں زیادہ تر بھجن ہندی بھاشا ہی میں شائع ہوئے ہیں۔ جس کو کہ عام بھائی نہیں پڑھ سکتے اور اُردو بھجنوں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، اس وجہ سے ہم نے یہ ٹریکٹ ۲۰ اُردو بھجنوں میں شائع کیا ہے......"

(۱۱) "جین دھرم کی قدامت وصداقت پر یوروپین مورخین کی مدلل رائے"۔ مرتبہ لال متھرا داس جینی۔ مطبوعہ پرکاش اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۱۸ء ص ۱۲۔

اس مختصر رسالے میں بعض یوروپین مصنفین کی رایوں کے اقتباسات اُردو ترجمے کے ساتھ دیے گئے ہیں۔

(۱۲) "جین تتو درپن"۔ مولفہ شری سوامی رتن چندجی۔ مطبوعہ بلالی اسٹیم پریس، سادھوڑہ ضلع انبالہ، ۱۹۱۷ء ص ۵۰۸

اس کتاب میں جین مذہب کے توضیحی اصول وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ عبارت میں عربی اور فارسی کے الفاظ سنسکرت اور ہندی کے لفظوں کے ساتھ ملے جلے ہیں۔ دیباچے کے مندرجہ ذیل اقتباس سے جینیوں میں اُردو کی مقبولیت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

"یہ کتاب ایسے اُردو داں اصحاب کے لیے جو پراکرت بھاشا میں دسترس نہیں رکھتے اور جین دھرم کے تتو کو جاننے کی دلی خواہش رکھتے ہیں، بڑی محنت اور کوشش سے تیار کروائی گئی ہے...... اس کتاب میں جین دھرم کا تتو گیان نہایت سلیس اُردو زبان میں اس خوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ گویا دریا کو کوزے میں بند کرکے دکھایا ہے۔ گو کہیں کہیں مناسب اُردو الفاظ نہ ملنے کی وجہ سے کچھ دقت

www.taemeernews.com

بھی پیش آئی تاہم وہاں بھی سلیس بھاشا کے الفاظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۱۳) "نوتت۔ یعنی جین فلاسفی" مولفہ لالہ تھورام۔ شائع کردہ جین ٹریکٹ سوسائٹی انبالہ شہر ۱۹۲۱ء۔ ص ۹۲۔

کتاب کے شروع میں "جین دھرم کے اصول" بارہ دفعات میں بیان کیے گئے ہیں۔ پھر انہی اصولوں کی شرح ہے۔ عبارت میں سنسکرت اور ہندی کی جو مصطلحات آئی ہیں ان میں سے اکثر کا اردو ترجمہ بھی مولف نے لکھ دیا ہے۔

(۱۴) "شری آوشک سوتر اردو" حصہ اول۔ مولفہ آتما رام جی، مترجمہ بابو نوراتا رام جینی مطبوعہ کشن مشین پریس جالندھر۔ ۱۹۱۷ء ص ۶۸۔

اس کتاب میں جین مذہب کے پیرووں کے لیے عبادت کے طریقے بیان کیے گئے ہیں۔

(۱۵) "ویراگ پرکاش"۔ مترجمہ لالہ جمنا داس۔ مطبوعہ دیال اسٹیم پریس، لاہور۔ ۱۹۱۳ء ص ۴۰۔

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں وبراگ کے تین قصے درج ہیں، دو نثر میں اور تیسرا نظم میں۔

(۱۶) "آئینہ ہمدردی"۔ مولفہ پارس داس۔ مطبوعہ لکشمی پریس، دہلی ۱۹۱۶ء تین حصوں میں حصہ اول ص ۱۲۸ + ضمیمہ ص ۹۵۔ حصہ دوم۔ ص ۸۴۔ حصہ سوم ص ۱۰۰ + ضمیمہ ص ۲۔

"اس رسالے کو خاکسار مولف نے تین حصوں پر منقسم کیا ہے۔

۱۔ ہمدردی۔ رحم دلی، گوشت خوری، دل آزاری اور ایذا رسانی کے متعلق بانیان مذاہب، شعرا فضلا اور حکما وغیرہ کے خیالات مع ایک ضخیم ضمیمہ کے۔

۲۔ پچاس کے قریب مشہور ہندو اور جین شاستروں کے تقریباً سوا تین سو چیدہ چیدہ اشلوکوں کا ترجمہ۔

۳۔ گوشت خوری کے متعلق ڈاکٹروں کے خیالات و دیگر براہین عقلی مع ایک ضمیمہ"

(۱۷) "جین کتھارتن مالا" جس میں چار کتھا جین دھرم کے متعلق بطور اپدیش درج ہیں۔ جن کے پڑھنے سے یہ نتائج پیدا ہوتے ہیں کہ یہ سنسار مثل خواب ہے اور اس کا آرام نقش بر آب ہے۔ انسان کو موجودہ وقت غنیمت سمجھ کر دھرم میں اودم کرنا چاہیے۔ یہ جیو کا پر بھب میں سہائی ہوگا۔ سب سری بندی اپنی اغراض و مطالب کے ساتھی ہیں۔ سوائے دھرم کے اور کوئی جیو کے دکھ نوارن کرنے

www.taemeernews.com

والا بھیس ٭ مولفہ جمنا داس۔ دیال اسٹیم پریس، لاہور ص ۱۲۸۔

(۱۸)" جین مذہب کے بتیس سوتروں کا خلاصہ": جس کو لالہ سمیر چند جین، اکاؤنٹنٹ محکمہ ورکس، پنجاب نے واسطے افادہ اُردو خواں جینی بھائیوں کے بتیس سوتروں کو دیکھ کر انبالے سے شائع کیا۔ مطبوعہ کاشی ناتھ الکٹرک پریس، انبالہ چھاونی۔ ۱۹۲۷ء۔ ص ۹۰۔

(۱۹) " رازِ حقیقت"۔ حصہ اوّل۔ مولفہ سوامی درگا داس جی۔ مطبوعہ ۱۹۳۳ء۔ ص ۱۶۸

اس میں جین مذہب کی تعلیمات سوال وجواب کے پیرائے میں بیان کی گئی ہیں۔

(۲۰) " جیون چرتر مہان ستی ۱۰۰۸ شری درد پتاجی مہاراج مع اصول وقواعد جین دھرم۔ مولفہ امرناتھ شرما۔ مطبوعہ پریم پریس، جموں ۱۹۹۳ بکرمی ص ۲۲۱۔

(۲۱) "سوانح عمری شری پال برہمچاری شری امولک جی مہاراج"۔ مرتبہ ماسٹر بشمبر داس۔ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۲۵ء ص ۱۳۶۔

(۲۲) رپورٹ جالندھر اجلاس سری جین سنگ، پنجاب۔ مطبوعہ پبلک اسٹیم پریس، سیالکوٹ۔ ۱۹۲۹ء ص ۲۲۸۔

(۲۳) " جین رتن پرکاش": مصنفہ سوامی جین منی رتن جی۔ مطبوعہ آری نیوز پریس، لودھیانہ۔ ۱۹۶۹ بکرمی۔ ص ۳۲

اس رسالے میں، ۲ بھجن ہیں جن کی زبان میں سنسکرت آمیز ہندی کا غلبہ ہے۔ گو رسم الخط فارسی ہے۔

(۲۴) "گوشت مت کھاؤ"۔ مطبوعہ تہکاری اسٹیم پریس۔ ۱۹۲۲ء ص ۸۔

(۲۵) " نرگرنتھ پروچن": مولفہ پنڈت چوتھ مل جی۔ رفاہ عام پریس، آگرہ ۱۹۹۳ء بکرمی ص ۲۵۵۔

یہ کتاب مذہبی اور اخلاقی مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں ہندی عبارت کے ساتھ اُردو ترجمہ لکھ دیا گیا ہے۔

(۲۶) " حُسنِ اول": جلد اول۔ مولفہ پنڈت جینتور پرشاد مائل دہلوی۔ شائع کردہ دی سنٹرل جین پبلشنگ ہاؤس، آرہ " مطبوعہ انڈین پریس، الہ آباد۔ ص ۲۵۸۔

اس کتاب کا ذکر پیشِ نظر مقالے کے پہلے باب میں آچکا ہے۔ مولف موصوف جین مذہب کے پیرو معلوم ہوتے ہیں۔ کیوں کہ یہ کتاب ایک جین دارالاشاعت کی طرف

www.taemeernews.com

سے شائع ہوئی ہے۔ گو اس میں جین مت کے علاوہ بدھ مت اور ہندو دھرم کے مذہبی فلسفیانہ اور اخلاقی مضامین کا خلاصہ بھی درج ہے۔ اس کے پہلے باب کا ایک اقتباس ذیل میں دیا جاتا ہے جو "وقت" کے عنوان سے ہے۔ یہ عبارت اس شخص کے قلم کی ہے جو مسلمان نہیں ہے لیکن اردو کو اپنی "مادری زبان" کہتا ہے اور "اس کی ترقی اور بہبودی کی کوشش کرنا ایک سعادت مند اولاد کی طرح "اپنا" فرض" سمجھتا ہے۔

"وقت"

"غرض اس تغیرات کے سمندر میں کیا جاندار، کیا بیجان، ایک صورت پر کسی کو بھی قرار نہیں ہے۔ وقت ایک پرندہ ہے کہ برابر اڑا چلا جاتا ہے اور اس سرعت سے اڑتا ہے کہ نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں، کان اس کے پروں کی سنسناہٹ سن نہیں سکتے۔ ہاں اس کی گردن میں ایک گھنٹی بندھی ہے جس کی آواز سے اپنی رفتار کا امتیاز اہلِ دنیا کو کراتا جاتا ہے اور سامانِ دنیا کو نئے سے پرانا اور پرانے سے نیا بناتا جاتا ہے۔ اس کے پنجوں سے ان گنت دھاگے الجھے ہوئے ہیں۔ یہ جانداروں کے رشتۂ حیات ہیں جو پرواز کے ساتھ کھنچتے چلے جاتے ہیں۔ اس میں جس کی حد آجاتی ہے وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی کو موت کہتے ہیں جس پر کسی کو اختیار نہیں ؎

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

یہ بھی ایک قسم کی تبدیلی ہے اور لفظ انتقال کے معنی بھی نقل و حرکت کرنا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ دنیا ایک پُرشور سمندر ہے جس میں ہوا کے زور سے کہیں ہنڈھا اچھل رہا ہے، کہیں بھنور پڑ رہا ہے، کہیں پانی پہاڑوں سے ٹکراتا ہے، اور کہیں یک رُخا بہا چلا جاتا ہے۔ کسی جگہ فطری دلچسپیوں نے منظر کو حد سے زیادہ دل آویز بنا دیا ہے اور کسی جگہ ناگہانی حادثوں نے وہ ڈراونا اور ہولناک سین دکھایا ہے کہ جی

www.taemeernews.com

دبلا جاتا ہے۔ دم بھر میں قطرے سے بھاپ، بھاپ سے بادل، بادل سے پانی اور پانی سے دریا بن جاتا ہے۔ کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں، چمن شاداب ہوتے ہیں، سبزے لہکتے ہیں، پھول کھلتے ہیں جو نگاہوں کو مسرور اور دلوں کو تازہ کرتے ہیں۔ یہی نیچر کی دلچسپیاں ہیں۔ جو ایک آن واحد میں اپنے اپنے حسن کے جلوے دکھا کر اسی عالم میں محو ہو جاتی ہیں، یعنی چشم زدن میں ان کی ہیئت بدل جاتی ہے۔"

www.taemeernews.com

سکھ مذہب

سکھ مت کے بانی گرونانک، لاہور کے قریب تلونڈی نام ایک موضع میں جو دریائے راوی کے کنارے واقع ہے، ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ان کی تعلیم زیادہ تر ان کے پیش رو مصلحوں کی تعلیمات پر مبنی تھی، خصوصاً کبیر کی جن کا حوالہ وہ برابر دیتے تھے۔ وہ دراصل ایک گرو یا معلّم تھے اور ان کے پیرو سکھ یا شاگرد لیکن وہ ایک مصلح بھی تھے اور ان کا مقصد دوسرے ہندو مصلحوں کی طرح جو ان سے پہلے گزر چکے تھے یہ تھا کہ ہندو مذہب، بالخصوص شمالی ہند کے وشنو فرقے سے ذات پات کی تفریق، توہمات اور بت پرستی کو دور کریں۔ تاہم یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انھوں نے براہ راست ذات پات کی تفریق کو مٹانے کی کوشش کی۔ انھوں نے صرف یہ کیا کہ ہر طبقے کے آدمیوں کو اپنے اتباع کی دعوت دی اور بتایا کہ خدا ذاتوں کا لحاظ نہیں کرتا۔

گرونانک ہندوستان کے اس حصے میں پیدا ہوئے تھے، جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ وہ اگرچہ اصلاً ہندو تھے، تاہم مسلمانوں کا اثر اس حد تک قبول کر لیا تھا کہ بت پرستی کو برا کہتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ توحید سے زیادہ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ وہ کہتے تھے کہ خدا پرمیشور یعنی سب کا مالک ہے۔ اسے برہما یا دوسرے ناموں مثلاً گووند وغیرہ سے پکار سکتے ہیں لیکن اس کا خاص نام ہری (روشنی) ہے۔ یہ حاکم مطلق کائنات کو عدم سے نہیں پیدا کرتا بلکہ خود اپنی ذات سے نکال کر وجود میں لاتا ہے۔ یہ

www.taemeernews.com

اسی کے جوہر کی ایک طرح کی توسیع ہے جو اس کے "کھیل" کے لیے واقع ہوتی ہے۔

گرونانک کی وفات ۱۰ر اکتوبر ۱۵۳۸ء کو ہوئی۔ مرتے وقت انھوں نے اپنا جانشین لڑکے کے بجائے، اپنے ایک شاگرد لہنا کو بنایا۔ جس کا نام اس کی خدمت کے صلے میں انگد رکھ دیا گیا تھا، کیوں کہ اس نے اپنے انگ (جسم) کو آقا کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ گرو انگد بالکل ناخواندہ تھے، گو کہا یہ جاتا ہے کہ انھی نے گورمکھی خط ایجاد کیا جس میں سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ لکھی گئی۔ انگد نے گرو کی گدی پر اپنا جانشین امرداس کو بنایا، اور اسی طرح یکے بعد دیگرے سات گرو اور نامزد کیے گئے۔ یہی دس سکھ مت کے خاص گرو ہیں۔ بقیہ سات کے نام یہ ہیں: ۔ رام داس، ارجن، ہرگوبند، ہررائے، کرشن، تیغ بہادر اور گووند سنگھ۔

سکھوں میں سیاسی اتحاد کا جذبہ سب سے پہلے رام داس نے پیدا کیا جو چوتھے گرو تھے۔ وہ خود ایک سیدھے سادے آدمی تھے لیکن دولت کی قدر اور تنظیم کے فائدے کو سمجھتے تھے۔ ان کی خوش اخلاقی سے اکثر لوگ ان سے وابستہ ہوتے گئے اور ان کو نذریں دینے لگے۔ اس آمدنی سے انھوں نے امرت سر کا تالاب خرید لیا اور اس کا مشہور مندر تعمیر کرایا جو بعد میں تمام سکھ قوم کا مرکزِ اتحاد بن گیا۔ رام داس اپنے پیروؤں کو جو احکام دیتے تھے وہ نظم میں ہوا کرتے تھے۔ ان میں بہت سے احکام کو سابق گروؤں خصوصاً گرونانک کے اقوال کے ساتھ جمع کر کے ان کے لڑکے گرو ارجن نے جو ۱۵۸۱ء میں رام داس کی وفات پر ان کے جانشین ہوئے تھے، ایک کتاب کی شکل میں مرتب کر دیا۔ اسی وقت سے گرو کی گدی باپ سے بیٹے کو ملنے لگی، اور پچھلے پانچ گروؤں کی حیثیت معلم سے زیادہ فرماں روا کی ہو گئی۔

گرو ارجن نے سکھوں کو متحد رکھنے کے لیے ایک کتاب اور کسی قسم کی منظم حکومت کو ضروری سمجھا۔ چناں چہ گرنتھ کی تدوین انھی سے منسوب کی جاتی ہے۔ انھوں نے مختلف مقامات کے سکھوں سے ٹیکس وصول کرنے کا ایک باقاعدہ نظام بھی قائم کیا۔ انھی کی سرکردگی میں امرت سر کا تالاب اور مندر سکھوں کا مقدس مرکز بن گیا۔ وہ پہلے سکھ گرو تھے جنھوں نے دنیوی اقتدار اور مذہبی پیشوائی دونوں کو اپنا نصب العین قرار دیا۔

چھٹے، ساتویں اور آٹھویں گرو کی زندگی کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ نویں گرو تیغ بہادر کی سرگرمیوں نے اورنگ زیب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اس نے تیغ بہادر کو گرفتار کر کے قید

www.taemeernews.com

میں ڈال دیا۔ تیغ بہادر جب قید کی زندگی سے عاجز آگئے اور رہائی کی اُمید باقی نہ رہی تو انھوں نے ایک ساتھی قیدی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ان کا کام تمام کردے۔ چناں چہ اس نے ایسا ہی کیا مگر اس واقعے سے سکھوں کی سیاسی تحریک بجائے دبنے کے اور ترقی کرنے لگی۔ تیغ بہادر کی موت نے سکھوں کی تاریخ کا ایک نیا باب کھول دیا۔ اب سکھ ایک جنگجو قوم بن گئے۔

تیغ بہادر کے لڑکے گووند سنگھ جو دسویں گرو کی حیثیت سے گدی پر بیٹھے اپنے باپ کی موت کا انتقام لینے کے لیے بے چین تھے۔ انھوں نے مغل سلطنت کو مٹا کر اس کی جگہ ایک مستقل سکھ حکومت قائم کرنے کا منصوبہ سوچا۔ ان کی ولادت اور تربیت پٹنہ میں ہوئی تھی اور وہ ہندو مذہب کے توہمات سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ چناں چہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے اپنے پیشروؤں کے اصول سے انحراف کرکے درگا دیوی کو منانے کی بھی کوشش کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ برہمنوں نے اُن سے کہا تھا کہ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوگا جب اپنے بیٹے کی بھینٹ چڑھائی جائے۔ گووند سنگھ اس کے لیے بھی تیار ہو گئے لیکن لڑکے کی ماں کسی طرح راضی نہ ہوئی۔ مجبوراً اس کے بجائے ایک دوسرے سکھ کو درگا دیوی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ گووند سنگھ ہی نے سکھوں کو ایک جنگ جو قوم بنایا۔ اگر پہلے گرو نانک سکھ مت کے بانی تھے تو دسویں گرو، گووند سنگھ، سکھ قومیت کی بنیاد ڈالنے والے تھے۔ ان سے پہلے دوسرے مصلحوں نے بھی مذہبی حیثیت سے ذات پات کی تفریق مٹانے کی کوشش کی تھی لیکن گووند سنگھ نے اس تفریق کی خرابیوں کو خالص سیاسی نقطہ نظر سے دیکھا۔ ان کے خیال میں ہندوؤں پر مسلمانوں اور دوسرے فاتحوں کا غلبہ زیادہ تر اسی تفریق کی پیدا کی ہوئی نااتفاقی کا نتیجہ تھا۔ اسی لیے انھوں نے اس باب میں ہندوؤں کے شدید تعصبات کے باوجود سکھ فرقے کے تمام افراد میں کامل معاشرتی مساوات کا اعلان کیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے اور تدبیریں بھی اپنے پیروؤں کو ایک علیحدہ قوم بنانے کی غرض سے اختیار کیں۔ مثلاً سکھوں کو اپنے نام میں "سنگھ" کے لفظ کا اضافہ کرنے کا حکم دیا جس کے معنی شیر کے ہیں اور سر پر لمبے بال رکھنا، ہمیشہ تلوار باندھے رہنا، تمباکو سے پرہیز کرنا اور بجائے دھوتی کے جانگھیا پہننا ان کے لیے ضروری قرار دیا۔ ان کا نام خالصہ رکھا یعنی گرو کی مخصوص ملکیت اور سکھیت میں داخل ہونے کے لیے بپتسمے کی قسم کی ایک رسم مقرر کی جس کو "پاہل" کہتے ہیں۔ اس رسم کی ادائیگی کے

www.taemeernews.com

وقت سکھ یعنی چیلے کو حلف لینا پڑتا تھا کہ وہ ان لوگوں سے جو مذہبی حقوق سے محروم کر دیے گئے ہیں میل جول نہ رکھے گا، بت پرستی سے پرہیز کرے گا، گرو کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکائے گا اور کبھی دشمن کو پیٹھ نہ دکھائے گا۔

گووند سنگھ نے ایک دوسرا گرنتھ بھی تصنیف کیا جسے دسویں گرو کا گرنتھ کہتے ہیں اور جو پہلے گرنتھ کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل کر دیا گیا۔ گرو نانک اور ان کے جانشینوں کے اقوال و احکام جو گرو ارجن نے مرتب کیے تھے، زیادہ تر حلم وانکسار اور امن و صلح کی تلقینات پر مشتمل تھے۔ گرو گووند نے اپنے ضمیمے میں آدی گرنتھ کی مذہبی تعلیمات کی تو پیروی کی لیکن ان کے علاوہ ایسے اقوال اور احکام بھی شامل کر دیے جن کا مقصد سکھوں میں جنگ جوئی کا جوش پیدا کرنا تھا۔ انھوں نے عمداً صلح کے بجائے جنگ کو ایک مذہبی فریضہ قرار دیا۔

گووند سنگھ مذہبی پیشوا سے بڑھ کر ایک فوجی سردار تھے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ لڑائیوں میں گزرا۔ لیکن اورنگ زیب کے مقابلے میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ مجبور ہو کر وہ مالوہ چلے گئے اور وہاں اپنے لیے ایک عالی شان عمارت تعمیر کرائی، جس کو 'دمدمہ' کہتے ہیں۔ یہ مقام بھی سکھ قوم کا مرجع بن گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب کی وفات پر گووند سنگھ نے اس کے جانشین بہادر شاہ کی عنایت حاصل کر لی تھی اور دکن میں ایک فوجی دستے کی سرداری بھی انھیں بادشاہ کی طرف سے مل گئی تھی مگر وہاں کسی پٹھان نے جس سے ان کی ذاتی نزاع تھی، انھیں قتل کرنے کی کوشش میں بری طرح زخمی کر دیا اور چند روز کے بعد انھی زخموں کے صدمے سے نادیر کے مقام پر ۱۷۰۸ء میں ان کی وفات ہو گئی۔

گرو گووند سنگھ نے اپنا جانشین مقرر کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن وہ خوب جانتے تھے کہ سکھ مت کو ایک مستقل مذہب کی حیثیت سے قائم رکھنے کے لیے اقتدار کی ایک موجود علامت ضروری ہے۔ چناں چہ انھوں نے گرنتھ کو ایک طرح کا مستقل مذہبی گرو قرار دیا اور اسے ایک شخصیت دے کر 'گرنتھ صاحب' کے نام سے موسوم کیا۔ انھوں نے ہدایت کی کہ "میرے بعد تم لوگ ہر جگہ گرنتھ صاحب کو اپنا گرو سمجھو۔ جو کچھ بھی تم پوچھو گے اس کا جواب وہ دیں گے۔"

گرنتھ کے دو حصے ہیں: آدی گرنتھ، یا پہلی کتاب، جس کا احترام عام طور پر کیا جاتا ہے اور دسویں گرو کا گرنتھ، جو سکھوں کے متشدد طبقے میں زیادہ مقبول ہے۔ آدی گرنتھ میں کم از کم پینتیس[۳۵] مختلف

www.taemeernews.com

اشخاص کے منظوم اقوال اور مقولات درج ہیں۔ ان میں پہلے چھ گرو یعنی گرو نانک، گرو انگد، گرو امرداس، گرو رام داس، گرو ارجن، اور گرو تیغ بہادر بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ چودہ بھگت ہیں، مثلاً راما نند، کبیر، پیپا، روی داس، دھنا، نام دیو، سورداس وغیرہ اور پندرہ بھاٹ یا پیشہ ور مدح خواں۔ یہ بھاٹ گروؤں کی مدح میں قصیدے لکھنے پر مامور تھے اور ان کے یہ قصیدے بھی گرنتھ میں شامل کر دیے گئے ہیں۔

گرنتھ کی زبان قدیم پنجابی سے زیادہ قدیم ہندی سے ملتی جلتی ہے۔ سکھ گروؤں نے اس زبان کو غالباً اس وجہ سے اختیار کیا تھا کہ اس کے ذریعے سے وہ تمام ہندو قوم کو اپنا پیام پہنچا سکیں گے۔ گرنتھ کا رسم الخط گرمکھی ہے۔

سکھ مت کی بنیاد ایک زبردست مذہبی اصلاح پر قائم کی گئی تھی۔ لیکن فی الحقیقت یہ اصلاحی تحریک وشنویت یا برہمنیت سے بہت کم مختلف تھی۔ گرنتھ خدا کی وحدانیت کا اعلان کرتی ہے مگر اس کے اندرونی عقائد کی تہہ تک پہنچنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ وحدت ہمہ اوستی خیالات پر مبنی ہے۔ خدا ایک ہی ہے۔ لیکن وہ اپنے کو ہر جگہ اور ہر چیز میں ظاہر کرتا ہے۔ گرنتھ کے مختلف مقامات سے واضح ہوتا ہے کہ سکھوں نے قادرِ مطلق کے لیے وشنو، ہری، کرشن، رام، اور گووند کے نام قبول کر لیے ہیں، اور ان مختلف بزرگ شخصیتوں کو جو ان ناموں کی مسمیٰ ہیں خدائے واحد کے مظاہر ماننے کے لیے تیار ہیں۔ وہ بت پرستی کو ممنوع قرار دینے پر فخر کرتے ہیں مگر انھوں نے خود اپنی مذہبی کتاب (گرنتھ) کو ایک بت کی حیثیت دے رکھی ہے۔ اس کی پرستش حقیقتہً وہ اسی طرح کرتے ہیں، جیسے ہندو اپنے بتوں کی۔ اسے لباس پہناتے ہیں، آراستہ کرتے ہیں، پنکھا جھلتے ہیں، رات کو بستر پر سلاتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت کچھ ویسا ہی برتاؤ کرتے ہیں، جیسا کرشن کے بتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

سکھ مت کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ جنگ مذہب کا ایک ضروری جزو بنادی گئی ہے۔ اس مذہبی اصول سے عقیدت ظاہر کرنے کے لیے سکھ اپنے گروؤں کے اسلحے کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ مذہباً ہندوؤں سے مختلف ہونے کے باوجود وہ ہندو رسم و رواج کے بھی پابند ہیں، بلکہ اوہام پرستی میں وہ عام ہندوؤں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ مثلاً گائے کی تقدیس

www.taemeernews.com

الٰہی کے وجود کے قائل ہیں۔ گائے کو مارڈالنا ان کے نزدیک قبیح ترین جرم ہے اور اس کی سزا موت سے کم نہیں۔ یہ عقیدت گرنتھ کے کسی حکم کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد مسلمانوں کے ذبیحہ گاؤ کی مخالفت ہے۔ علاوہ بریں وہ ہندوؤں کے آواگون کے عقیدے کو بھی پوری طرح تسلیم کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ وجود کی ۸۴ لاکھ شکلیں ہیں جن سے تمام روحوں کو اپنے سرچشمے تک پہنچنے سے پہلے گزرنا پڑتا ہے۔

ایک اور خاص خصوصیت اس مذہب کی یہ ہے کہ اس میں گرو کی شخصیت کو غیر معمولی برگزیدگی حاصل ہے۔ ہر معاملے میں، خواہ اس کا تعلق خدا سے ہو خواہ انسان سے گرو کا قول قانون کا حکم رکھتا ہے۔ سکھ یا چیلا بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ گرو ایک قسم کے شربت سے جسے وہ دو دھار خنجر سے ہلاکر متبرک بناتا ہے اس کو بپتسمہ دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ چیلے کو ہری کے نام کی تلقین ایک مخصوص عبارت میں کرتا ہے اور اس تلقین کا اثر صرف گرو کی زبان سے ادا ہونے پر موقوف سمجھا جاتا ہے۔ وہ چیلے کو حکم دیتا ہے کہ ہری کے نام کا ورد ہمیشہ جاری رکھے، ہری کی صفاتِ حسنہ سے کبھی غافل نہ ہو اور اس وقت تک چین نہ لے جب تک اپنی ہستی کو ہری کی ہستی میں فنا نہ کردے [1]

ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ DR. ERNEST TRUMPP نے اپنے انگریزی ترجمہ گرنتھ میں جو فاضلانہ تمہیدی مقالات لکھے ہیں ان میں تیسرے مقالہ "سکھوں کے مذہب کا خاکہ" کے بعض حصوں کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

گرونانک خود کوئی مستقل مفکر نہ تھے اور نہ انھوں نے علمی اصولوں پر کوئی نظام فلسفہ ترتیب دیا۔ وہ اپنے خیالات غیر مرتب طور پر پیش کرتے تھے، جو گرنتھ میں جابجا بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ تمام بنیادی اُمور میں وہ اس زمانے کے عام ہندو فلسفے کی پیروی کرتے تھے، خصوصاً اپنے پیش رو کبیر کی۔ چناں چہ کبیر کے دوہوں کی ایک بڑی تعداد گرنتھ میں شامل کرلی گئی ہے۔ کبیر کے علاوہ دوسرے مشہور بھگتوں کا کلام بھی گرنتھ میں شامل ہے، جو اصول و عقائد گرونانک

---

[1] سکھ مذہب سے متعلق یہ تمام معلومات پروفیسر مونیر ولیمس کی کتاب "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی"، صفحہ ۱۶۲ لغایتہ صفحہ ۱۷۲ سے ماخوذ ہیں۔

www.taemeernews.com

نے بیان کر دیے تھے ، بعد کے گروؤں نے انہی کو بغیر کسی انحراف یا تجاوز کے قبول کرلیا اور گرو ارجن نے جب گرنتھ کو مرتب کردیا تو ان اصول و عقائد پر کبھی شک و شبہ نہیں کیا گیا اور گرنتھ ایک مقدس الہامی کتاب سمجھی جانے لگی۔ دسویں گرو گووند سنگھ نے بہت سی باتوں میں پھر ہندو دھرم کی طرف رجوع کیا، کیوں کہ وہ درگا کے خاص پرستار تھے لیکن اس کے باوجود وہ قادرِ مطلق کی وحدت کے بھی ہمیشہ قائل رہے اور جو بدعتیں انھوں نے جاری کیں ان کا تعلق عقائد سے اتنا نہ تھا جتنا عملی زندگی سے تھا۔

گرو نانک کے عقیدے کی خاص چیز ہستی اعلیٰ کی وحدت تھی، گو ان سے بہت پہلے ہندوؤں کے اکثر فلسفیانہ نظاموں میں یہ تخیل پیش کیا جا چکا تھا اور اسے بھگتوں خصوصاً کبیر نے مقبولِ عام بنا دیا تھا۔ اس ہستی اعلیٰ کے مختلف نام ہیں۔ (جو سب کے سب وشنو فرقے کے نظامِ تسمیہ کے مطابق ہیں) مثلاً برہم، پرمیشور، ہری، رام، گووند وجود فی الحقیقت اسی ہستی کا ہے۔ یہ غیر مخلوق ہے۔ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ زمانہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہ ابدی ہے۔ اس میں تمام صفات موجود ہیں۔ باوجود اس کے یہ صفات سے مبرا بھی ہے۔ اسی وجہ سے اس تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ یہ ہستی غیر مرئی ہے۔ دیوتاؤں کے لیے بھی ناقابلِ فہم اور ناقابلِ بیان ہے۔ یہ تمام چیزوں کی اصل اور بنیاد ہے۔ یہ وہ سرچشمہ ہے جس سے سب ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ علت العلل ہے۔ اس معنی میں اس کو خالق کہتے ہیں لیکن ہمیں اس نام سے غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کیوں کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ کوئی شے عدم سے وجود میں لائی گئی ہے۔ جب اس ہستی مطلق کو خالق کہا جاتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہی توسیع کے ذریعے کثرتِ اشکال میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لیے گرنتھ میں بعض مقامات پر تخلیق کو صاف لفظوں میں توسیع کہا گیا ہے۔ گرو ارجن کہتے ہیں:۔ "وہ خود ہی ایک ہے اور خود ہی متعدد ہے" پھر کہتے ہیں:۔ "اسی مالک سے تمام چیزیں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ چاہتا ہے تو توسیع کر دیتا ہے اور چاہتا ہے تو ایک ہی شکل میں رہتا ہے" ہر جگہ اور ہر شے میں وہ ایک جاری و ساری ہے۔ یہ تو مایا ہے جسے اس قادرِ مطلق نے تمام کائنات میں پھیلا رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے مخلوقات اپنے آپ کو انفرادی ہستیاں خیال کرتی ہیں۔ دنیا حقیقت میں اس ہستی مطلق کے کھیل سے زیادہ نہیں جو اپنے حسبِ خواہش کشادہ یا تنگ کرتی رہتی ہے۔ ہری قائم کرتا ہے اور منہدم کرتا ہے زندہ کرتا ہے

www.taemeernews.com

اور فنا کرتا ہے۔ اس نے دنیاؤں کی ایک غیر محدود تعداد پیدا کی ہے جو کھلونے کی طرح ظاہر اور غائب ہوتی رہتی ہیں۔

ہستی مطلق کی یہ تعریف تمامتر وحدت الوجودی ہے۔ گرنتھ میں وحدت الوجود کی دو قسمیں ملتی ہیں ایک لطیف اور دوسری غیر لطیف۔ غیر لطیف قسم کی وحدت الوجود کے لحاظ سے ہستی مطلق اور کائنات کی تمام اشیا ایک ہی وجود رکھتی ہیں۔ یہ کائنات اپنی مختلف شکلوں میں اسی ایک کی توسیع ہے۔ برخلاف اس کے لطیف قسم کی وحدت الوجود ہستی مطلق اور غیر مطلق اشیا کے درمیان امتیاز قائم کرتی ہے اور اس کی سرحد خدا پرستی کے عقیدے سے مل جاتی ہے۔ گو خدا اپنی ہی ذات سے تمام اشیا کو پیدا کرتا رہتا ہے۔ تاہم اس کا وجود مخلوقات سے علیٰحدہ اور جداگانہ رہتا ہے اور وہ مایا سے آلودہ نہیں ہوتا، جس طرح کنول کا پھول تالاب میں رہنے کے باوجود پانی سے ممیز رہتا ہے۔

ہر روح کے متعلق سکھوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جسم انسانی میں داخل ہونے سے پہلے وجود کی چوراسی لاکھ قسموں سے وہ گذر چکی ہوتی ہے۔ اسی لیے انسانی وجود اتنا قیمتی خیال کیا جاتا ہے۔ آخری نجات اسی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ تناسخِ ارواح ہندوؤں کی طرح سکھوں کے نزدیک بھی سب سے بڑی برائی ہے، اور اہم ترین مسئلہ یہی ہے کہ اس سے نجات کیوں کر حاصل کی جائے۔ ہندو یا سکھ کا نصب العین جنت نہیں ہے کیوں کہ وہ وہاں ہمیشہ نہیں رہنے پائے گا۔ اس کا نصب العین جیسا کہ بھگتوں اور ان کے پیرو سکھ گروؤں نے سمجھایا ہے، یہ ہے کہ روح سرچشمۂ نور میں تحلیل اور انفرادی وجود مکمل طور پر فنا ہو جائے۔

ہستی اعلیٰ کے متعلق سکھ گروؤں کے ہمہ اوستی عقائد میں اگر کوئی شبہ ممکن ہے تو وہ ان کے عقیدۂ نروان سے زائل ہو جائے گا۔ جب کسی شخصی خدا کا عقیدہ نہیں ہے تو انسان اس سے شخصی رفاقت کا حوصلہ بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا مقصود صرف یہ ہو سکتا ہے کہ اس جوہرِ مطلق میں تحلیل ہو کر غائب ہو جائے۔ اسی لیے ہم گرنتھ میں کسی آئندہ زندگی کی مسرتوں کا ذکر نہیں پاتے۔ کیوں کہ جنت کا وجود گو تسلیم کیا جاتا ہے، تاہم اسے کوئی پسندیدہ شے نہیں سمجھا جاتا۔ روح کے غیر فانی ہونے کی تعلیم صرف اسی حد تک دی جاتی ہے، جس حد تک عقیدۂ تناسخ کے لیے اس کی ضرورت ہے۔ لیکن روح جب اپنے اعلیٰ ترین مقصد کو حاصل کر لیتی ہے تو پھر اس کا ذکر نہیں آتا کیوں کہ اب وہ بہ حیثیت ایک انفرادی

www.taemeernews.com

روح کے باقی نہیں رہتی۔

دنیا اور اس کی لذتوں کو ترک کر دینا، پانی کے مقدس گھاٹوں پر غسل کرنا خیرات دینا، یہ سب باتیں نیک کاموں میں شمار کی جاتی ہیں مگر کامل نجات کے لیے کسی طرح کافی نہیں، کیوں کہ ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ انانیت کو دور کر سکیں یہ مقصد صرف ہری کے نام سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جو معجزانہ طور پر گناہ کی تمام آلائشوں کو دھو دیتا ہے۔ آواگون سے نجات دلاتا ہے اور ہری سے پھر ملا دیتا ہے ہری کا نام نوعِ انسانی کے درد کی ایک عالمگیر دوا ہے جو اس نام کا ورد رکھتا ہے وہ ایک لمحے میں نجات حاصل کر لیتا ہے۔

ہری کے نام کا ورد چوں کہ نجات حاصل کرنے کا بظاہر ایک نہایت آسان ذریعہ ہے اس لیے سکھ گروؤں نے اس خیال سے کہ وہ خود غیر ضروری نہ سمجھ لیے جائیں، یہ قید لگا دی کہ یہ نام صرف گرو کی تلقین سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور جو شخص بغیر گرو کی تلقین کے اس کا ورد شروع کر دے گا وہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔ ہری کا نام صرف سچے گرو سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور گرو اس نام کی تلقین صرف انھی لوگوں کو کرتا ہے جن کی پیشانی پر ابتدا ہی سے یہ سعادت لکھی ہوئی ہے۔ چناں چہ نجات عالم گیر نہیں بلکہ محض منتخب اشخاص تک محدود ہے۔ ان کا انتخاب نیک کاموں کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ ہری کی مرضی پر ہوتا ہے۔ جس کے اہم اصولوں کا اشارہ گرنتھ میں کہیں نہیں کیا گیا ہے نتیجہ یہ ہے کہ منتخب لوگوں کی نجات بھی "کھیل" کی مد میں آجاتی ہے۔ کہیں کہیں یہ چیز بہت صاف لفظوں میں ظاہر کر دی گئی ہے۔ گرو ارجن کہتے ہیں: "اگر مالک کی مرضی ہو تو آدمی نجات حاصل کر سکتا ہے، اگر مالک چاہتا ہے تو پتھر کو صلیب بنا دیتا ہے اگر مالک کی مرضی ہو تو وہ گنہگار کو رہائی دے دیتا ہے۔ وہی خود عمل کرتا ہے۔ وہی خود باعث ہوتا ہے۔ اندرونی حاکم کھیل تماشے کرتا رہتا ہے اور وسعت دیتا رہتا ہے۔ جو کام اس کو پسند ہوتا ہے اسے کرا دیتا ہے۔"

گرنتھ گرو کی تعریف و توصیف سے پُر ہے۔ گرو ہی کامل نجات کے لیے واحد اور بے خطا رہنما ہے۔ وہ ہری اور نوعِ انسانی کے درمیان ایک شفیع کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بغیر خدا کے دربار میں کوئی بھی مقبول نہیں ہو سکتا۔ اس لیے چیلے کو بے چون وچرا گرو کے احکام کی تعمیل کرنی چاہیے اور اپنے جسم و روح کو اس کا مطیع و فرمانبردار بنا دینا چاہیے، کیوں کہ اس کی نجات تمام تر گرو کے رحم و کرم پر موقوف

www.taemeernews.com

ہے۔ جو کچھ بھی گرو کرتا ہے مہری اس کی تصدیق و توثیق کرتا ہے۔ جسے گرو ملا دے وہی ہری سے ملا رہتا ہے۔ گرو نجات دلانے کی اتنی وسیع قدرت رکھتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ بڑے بڑے گنہگاروں کو وہ خود پاک و صاف کر دیتا ہے بلکہ اس کے چیلے بھی اپنے خاندان والوں کی نجات کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ہستیِ اعلیٰ سے دعا و مناجات کا ذکر گرنتھ میں مشکل سے کہیں ملتا ہے لیکن گرو سے دعا اور مناجات کی تاکید اکثر پائی جاتی ہے۔

سکھ گرو جس بلند مرتبے کے مدعی تھے اس کا نتیجہ قدرتاً یہ ہوا کہ انھیں خدائی کا رتبہ دے دیا گیا۔ گرو نانک تو اپنا ذکر بہت انکسار کے ساتھ کرتے تھے اور اپنے تئیں جاہل اور تمام گنہگاروں سے ادنیٰ ہونے کا اقرار کرتے تھے لیکن ان کے جانشینوں نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد اپنے پیروؤں کی ذلیل خوشامد سے گرو کی ہستی اور ہستیِ اعلیٰ کو ایک قرار دینا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کو خدائی کا وہ منصب دے دیا گیا۔ جو شاید ہی کہیں سنا بھی گیا ہو۔ جان و مال اور عزت و آبرو گرو پر اس طرح قربان کر دی گئی کہ اس سے ہمارے اخلاقی احساس کو سخت صدمہ پہونچتا ہے۔ سکھ قوم کی اخلاقی ترقی کے لیے یہ بڑی خوش نصیبی کی بات تھی کہ دسویں گرو گووند سنگھ کے بعد گرو کا عہدہ ختم کر دیا گیا۔[1]

سکھوں کی مذہبی کتابیں

سکھوں نے اپنی مذہبی کتابیں جو اُردو میں ترجمہ یا تالیف کی ہیں ان کی زبان بھی وہی ہے جسے آج صرف مسلمانوں کی زبان کہا جاتا ہے۔ سکھ مذہب کی مقدس کتاب گرنتھ صاحب ہے۔ اس کا پورا ترجمہ تو اُردو میں اب تک نہیں ہوا ہے لیکن اس کے اہم حصوں کے متعدد اُردو ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ کتب خانوں میں جو ترجمے مجھے مل سکے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) سری آدگرنتھ کا ترجمہ اُردو زبان میں، اس ترتیب سے کہ اوّل اصل اشلوک فارسی خط میں اور

---

[1] ترجمہ آدی گرنتھ (انگریزی)، از ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ۔ مطبوعہ لندن، ۱۸۷۷ء تمہیدی مقالہ ص ۹۷ - ۱۱۱

www.taemeernews.com

پھر اس کی شرح اُردو زبان میں" از منشی برج لعل ۔ مطبوعہ گیان پریس گوجرانوالہ ۔ ص ۴۴ ۔ سنہ درج نہیں ۔ نسخہ قدیم ۔

یہ گرنتھ کے ابتدائی حصے کا ترجمہ ہے ۔ ممکن ہے اس سلسلے کی دوسری جلدیں بھی چھپی ہوں مگر وہ دستیاب نہیں ہوئیں ۔ اس میں 'جپ جی' کا جو گرونانک کی تصنیف ہے، ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

ایک اونکار نام کرتار پورکھ   نربھو نربیرا کال مورت اجونی سے بھن

گورپرشاد

واحد مطلق یا مظہرِ صفاتِ ثلاثہ یا محض حق یا فاعلِ کُل وہی ذات پاک ہے جو خوف اور عداوت اور موت اور حدوث سے پاک اور جنم اور مرن یعنی تناسخ اور آواگون سے آزاد اور مظہر رحمت مرشدی ہے ۔

جپ

آد سچ جوگ آد سچ ہے بھی

سچ نانک ہوسی بھی سچ

ورد کرکہ ازل میں بھی حق تھا اور عالم سفلی سے پہلے بھی حق تھا اور اب بھی وہی حق ہے اور اے نانک آئندہ بھی وہی حق ہوگا ۔"

(۲) "عطرِ روحانی" ۔ ترجمہ جپ جی صاحب ۔ از سردار عطر سنگھ ۔ مطبوعہ گیان پریس گوجرانوالہ ۔ ۱۸۷۷ء ۔ ص ۔ ۴ ۔ دیباچے کا ایک اقتباس جس سے کتاب پر روشنی پڑتی ہے حسب ذیل ہے ۔

" جپ لفظ ہندی ہے کہ جس کے معنی یاد کرنا پرمیشر کا ہے ۔ جپ لفظ کے آخیر جی لفظ واسطے تعظیم بزرگ عبارت کے لگایا گیا ہے اور اکثر سکھ لوگ تصنیفات گرو صاحب کے سبب سے جپ جی صاحب کہتے ہیں ۔ یہ جپ جی تصنیف گرونانک صاحب کی ہے جو پہلے وقتوں میں ان کی تصنیف ہوئی ہے ۔ اور پوڑی نام ایک منزل کا ہے، جس کا وزن ایک علیٰحدہ طور پر ہے ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان پوڑیوں کے پڑھنے سے آدمی پرمیشر کی درگاہ میں پہنچ سکتا ہے ۔ یعنی یہ درگاہ باری تعالیٰ کی سیڑھی ہے ۔ اس میں عبارت نظم پوڑی نام سے ہے ۔ زبان پرانی ہندی ہے اور عربی

www.taemeernews.com

وسنسکرت رلی ملی ہے اور بہت سے لفظ مختلف اپنے ڈھنگ پر مصنف نے تحریر کیے ہیں۔ اکثر ایسی عبارتوں کا پڑھنے زاہدوں میں صرف و نحو کے قاعدے پر کچھ خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ بہ سبب اس کے کہ ذات پاک میں ہر وقت محو رہتے تھے۔ جس وقت گرو نانک صاحب چاہتے تھے، تصنیف کر لیتے تھے جیسا کہ مختلف وقتوں میں سوال کرنے سے جواب دیتے تھے اس کو گرو صاحب کے چیلے لکھ چھوڑتے تھے۔ گرو انگد جو جانشین گرو صاحب کا تھا، اس نے گرو صاحب موصوف کی تصنیفوں سے منتخب کرکے اٹھائیس پوڑئیں ایک جگہ لکھیں اور بعدہ چالیسواں ایک شلوک اس میں درج کیا۔ سوال و جواب سدھوں کا زفیقروں میں کراماتی ہیں کہ جن کو آئندہ کا کل حال واضح ہوتا ہے اور جو وہ چاہتے ہیں سو کر سکتے ہیں) سلسلہ وار بنا کر پوڑیوں میں قائم کیا اور ان پوڑیوں کو مردانہ زبانی گاتا تھا اور بجاتا تھا اور ان میں مطلب خدا کو واحد جاننا اور مالک جاننا اور بے انت جاننا ہے اور ان کا مدعا گمراہ دنیا کو عبادت کا سیدھا راستہ بتلانے کا تھا ......" (ص ۳)

ترجمے اور شرح کا نمونہ یہ ہے:-

"پوڑی ۱۔ قیاس سے وہ عقل میں نہیں آسکتا اگرچہ لاکھ بار ہی قیاس کیا جائے اور خاموشی سے اس کی اصلیت کو نہیں پہچانا جاتا۔ اگرچہ آنکھ موند کر چپ ہو کر برابر بیٹھے رہیں۔ جس طرح خواہش مند کی خواہش نہیں مٹتی اگرچہ ساتوں پوڑیوں کی حشمت کی بہار باندھیں، ہزارہا دانائیاں بلکہ لاکھ ہا بھی ہوں مگر پرمیشر کی شناخت میں ایک بھی مدد نہیں کر سکتی۔ پھر خدا کی تحقیق میں ہم کیسے سچے ہو سکتے ہیں اور کس طرح دروغ یعنی اگیان کی دیوار کو توڑ سکتے ہیں۔ اس لیے ہم یہی کہتے ہیں کہ جو اس کے حکم ہیں اور اس کی مرضی ہے اس میں ہم کو چلنا چاہیے۔" (ص ۵)

(۳) "جپ پرمارتھ"۔ مطبوعہ گیان پریس، گوجرانوالہ۔ مترجم کا نام اور سنہ طباعت درج نہیں۔ نسخہ بہت پرانا معلوم ہوتا ہے۔ ص ۴۲ متن کی ہر سطر کے نیچے اردو ترجمہ لکھا گیا ہے۔

(۴) "جپ جی صاحب مشرح"۔ سرورق اور آخری ورق غائب۔ اس لیے مترجم کا نام، مطبع اور

www.taemeernews.com

سنہ طباعت معلوم نہ ہوسکا۔ البتہ" مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات" کے آخری اور "نعت سری گرونانک جی" کے پہلے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ مترجم وشارح کا تخلص مشرقی ہے۔ مناجات کے خاتمے پر کہتا ہے ؎

مرا انجام ہو باخیر و خوبی دعا ہر دم یہی ہے مشرقی کی

مترجم کو نظم ونثر دونوں پر قدرت حاصل ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے:۔

• ور نعت سری گورونانک جی نرنکاری، مقبول بارگاہ باری۔

پس از حمد دارائے لوح و قلم کرے مشرقی نعت نانک رقم
ضلالت پہ جب سب نے باندھی کمر لگے پوجنے لوگ شمس و قمر
زیادہ ہوا کذب، کم راستی لگی پھیلنے گمرہی اور کجی

. . . .

کیا ترک جب دھرم سنسار نے تو نانک کو بھیجا نرنکار نے
مہاراج، حامی شرع متیں شہنشاہ ملت، شہنشاہِ دیں
امام الرسل، قدوۃ الانبیا شفیع الامم، زبدۃ الاصفیا

سر سروراں، سرور مقبلاں
شہ عارفاں، مرشد کاملاں

(ص ۱۰-۱۱)

پوڑی دوازدھم

طالب حق نے سوال کیا کہ جس پاک نام کے سننے میں اس قدر فوائد ہیں تو اس کے ماننے یعنی اس پر یقین کرنے کے فوائد تو بے شمار ہی ہوں گے اس کے جواب میں گورو جی فرماتے ہیں ؎

منے کی گت کہی نہ جائے ــــ جس کو میں نے دل میں مانا ہے اس کی قدرت بیان نہیں ہوسکتی۔

شرح:۔ یعنی خداوند پاک کی قدرت اور ماہیت بیان نہیں ہوسکتی کیوں کہ وہ

www.taemeernews.com

لاانتہا ہے اور بیان کرنے والا محدود۔ ؎

نہ براوجِ ذاتش پرد مرغِ وہم ۔۔۔ نہ در ذیلِ وصفش رسد دستِ فہم

نہ ادراک در کنہہِ ذاتش رسد ۔۔۔ نہ فکرت بغورِ صفاتش رسد

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار ۔۔۔ کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

یا اس طرح معنی ہوسکتے ہیں کہ سروں کی کیفیت تو وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ منن کی کیفیت اس سے بڑھ کر ہے کہ جس کا پورا پورا حال بیان ہونا محال ہے۔ یعنی اس میں سروں سے بڑھ کر فوائد ہیں۔

جے کو کہے پچھے پچھتائے ۔۔۔۔ اگر کوئی اس کو بیان کرے تو آخر پشیمان ہو۔

شرح۔ یعنی جو شخص خداوند کی قدرت کا حال بیان کرے گا، آخر عاجز ہوکر پشیمان ہوگا یا ان کے منن کی کیفیت کے بیان کرنے سے قاصر رہ کر نادم ہوگا۔

؎ کہ خاصاں دریں رہ فرس راندہ اند ۔۔۔ بہ لا احصی از تگ فرو ماندہ اند

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ۔۔۔ کہ جاہا سپر باید انداختن۔

(ص ۹۰-۹۱)

(۵) "جپ جی صاحب سٹیک"۔ از منی سنگھ۔ سرِ ورق غائب شرح کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے۔

"جب سری گورو نانک دیوجی کاگ بھنڈ سے بحث مباحثہ کرکے سمیر پہاڑ پر گورکو ناتھ کے مکان تشریف لائے تو اس جگہ سدھاں نے کہا کہ آپ کون ہیں اور اس جگہ کس طرح آئے ہیں تو گورو نانک دیوجی نے فرمایا۔

ایک اونکار .... نانک ہوسی بھی سچ

ارتھ یعنی ترجمہ

ایک اونکار جس کو برہم کہتے ہیں۔ جب اس نے چاہا کہ میں ایک سے اینک یعنی بہت ہو جاؤں تو اس وقت مایا پیدا ہوئی۔ اس مایا سے تین دیوتے پیدا ہوئے تو پھر سدھوں نے کہا۔

www.taemeernews.com

سوال سدھاں :۔ اس اکال پورکھ کا نام کیا ہے ؟

جواب گورو صاحب :۔ ست نام یعنی اس کا نام سچ ہے۔ کرتار پورکھ اس دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔ نربھو، اس کو کسی کا ڈر نہیں۔ نرویر یعنی کوئی اس کا دشمن نہیں۔ اکال مورت، یعنی ہمیشہ زندہ رہتا ہے، اجونی سے بھنگ، یعنی جنم مرن سے رہت ہے"

(ص ۴-۵)

(۶) "پوتھی پنج گرنتھی"؛۔ ترجمہ وشرح از بھائی دیارام عاکف، مترجم جنم ساکھی اردو۔ پریس کا نام اور سنہ طباعت درج نہیں۔ ص ۴۴ء۴۴۔

اس مجموعے میں گرنتھ صاحب کے مندرجہ ذیل حصے شامل ہیں۔

(۱) جپ جی۔ (۲) رہ راس۔ (۳) اونکار۔ (۴) سدھ گوسٹ (۵) آنند (۶) باون اکھری (۷) سکھمنی (۸) آسادی وار۔

نمونے کے طور پر اونکار اور آسادی وار کا ایک ایک ٹکڑا یہاں نقل کیا جاتا ہے، جس سے ترجمے کی زبان اور کتاب کی شرح کا اندازہ ہو جائے گا۔

اونکار: ارتھ۔ نام حق کہ ایک جوہر بے بہا ہے، اس کا جپ کرنا خلاصۂ کلام ہے اور یہی نفع ہے۔ حرص و ہوا اور غرور بڑا ہے۔ مدح اور مذمت کرنا بے اعتباری ہے۔ نفس امارہ کا گرفتار جو منکھ ہے۔ وہ دل کا اندھا بیوقوف اور گنوار ہے۔ آدمی دنیا میں نفع کمانے کے لیے آیا ہے لیکن افسوس کہ وہ مزدور ہو کر ٹھگوں سے ٹھگ لیا گیا ہی یقین سرمایہ ہے اور نام الہی کا ورد نفع ہے۔ گورو صاحب فرماتے ہیں کہ سچے پات شاہ کے حضور سچی عزت اسی طریقے سے حاصل ہو سکتی ہے" (ص ۹۹-۱۰۰)

آسادی وار: (آسا ایک راگ ہے جو صبح کے وقت گایا جاتا ہے۔ یہ کلام اس راگ میں گایا جاتا ہے)۔

محلہ ۱

"ارتھ۔ برہمن پستک (پوتھیاں) پڑھتے ہیں، سندھیا کرتے ہیں اور بحث مباحثہ میں وقت رائگاں کھوتے ہیں، پتھر پوجتے ہیں، بگلا کی طرح سمادھ لگاتے ہیں، منہ سے ایسا

www.taemeernews.com

جھوٹ بولتے ہیں کہ لوہے کو زیور کی طرح ثابت کر دیتے ہیں۔ گایتری منتر کو تین وقت (صبح، دوپہر شام) بچار کرتے اور پڑھتے ہیں۔ گلے میں موٹے دانوں کی مالا پہنتے ہیں اور ماتھے پر تلک لگاتے ہیں۔ دو دھوتیاں رکھتے ہیں اور پوجا کے وقت پیشانی پر کپڑا اوڑھاتے ہیں لیکن جو فی الاصل برہمن کے فرائض کو جانتا ہے، اس کے نزدیک بالیقین یہ حرکات و افعال سب بے فائدہ محض ہیں۔ گورو صاحب فرماتے ہیں کہ ٹھیک عمل تو یہ ہے کہ دلی یقین سے نامِ الٰہی کا ورد کرے۔ لیکن سوائے ہادیٔ برحق کے راستہ نہیں پاسکتا"۔ (ص ۴۰، ۴۴)

پوتھی جپ جی سٹیک اور پوتھی سکھ منی سٹیک مترجمہ بھائی دیارام عاکف علیحدہ جلدوں میں بھی ہندوستان پریس، لاہور، اور نول کشور پریس، لاہور سے شائع ہوئی ہیں۔

(۷) "شری جپ جی صاحب سٹیک":۔ ٹیکا سوامی متر سین جی رام متر۔ ہندوستان پریس لاہور بار چہارم ۱۹۲ء (کاتب نے سنہ کا ایک ہندسہ سہواً چھوڑ دیا ہے) ص ۱۱۹۔

اس شرح کی زبان میں ہندی الفاظ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً پوڑی ۱۲ کی شرح یوں لکھی ہے:۔

"منن کرنے سے من اور بدھی سرت یا گیان والی ہو جاوے۔ یعنی من اور بدھی میں روشنی اور پرکاش آجاتا ہے۔ منن سے سب جگت اپنی سدھ یا اپنے گیان میں آجاتا ہے۔ مطلب یہ کہ پھر اپنے میں مورکھتا یا بیخبری نہیں رہتی بلکہ ایک طرح پر سربس گیان روپ ہو جاتا ہے۔ ایسا لفظ منہ سے پھر نہیں نکلتا کہ میں نہیں جانتا۔ مانو اس میں بس جاننا ہی ہو جاتا ہے اور منن سے منہ پر چوٹیں نہیں کھاتا اور کسی کی طرف سے شرمندہ نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کسی طرح کی خواہش یا ترشنا باقی نہیں رہتی جو انسان کو نیچا دکھانے والی ہوتی ہے اور اس کو سب طرف سے کمی میں رکھتی ہے ......"

(ص ۲۰، ۲۱)

(۸) "پوتھی سکھ منی صاحب":۔ ترجمہ و شرح از سوامی متر سین جی۔ مطبوعہ پریم بلاس پریس گوجرانوالہ سنہ درج نہیں ص ۲۰۰۔ سرورق پر یہ عبارت درج ہے:۔

"یہ ٹیکا ماہواری رسالہ پریم بلاس میں کئی سال سے مسلسل مضمون کے طور پر شائع

www.taemeernews.com

ہوتا تھا۔"

عبارت کا طرز وہی ہے جو مترجم کی شرح جپ جی کا ہے۔

(۹) "آسادی وار": ترجمہ و شرح از سوامی مترسین جی۔ گردھر اسٹیم پریس لاہور، ۱۹۲۵ء ص ۱۵۸۔

یہ رسالہ پریم بلاس بابت نومبر ۱۹۲۳ء لغایت ستمبر ۱۹۲۵ء کے نمبروں کا مجموعہ ہے، جس میں آسادی وار کی شرح چھپی ہے۔

(۱۰) "پوتھی اونکار": ترجمہ و شرح از سوامی مترسین جی۔ کرشنا اسٹیم پریس، گوجرانوالہ۔ ۱۹۲۶ء ص ۱۱۸۔

(۱۱) "پوتھی رہ راس": ترجمہ و شرح از سوامی مترسین جی۔ گردھرا اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۲۳ء ص ۱۲۸۔

(۱۲) "مضامین خالصہ دھرم پر": مصنفہ بھائی دیا سنگھ۔ ۱۸۸۹ء مطبع کا نام درج نہیں۔ ص ۱۵۸۔
اس کتاب میں سکھ مت کی تعلیمات پر مختصر مضامین ہیں۔ مثلاً

"انسان کی پوجا و سمرن"

"جیسا کہ خالصہ دھرم میں پیغمبروں اور اوتاروں کی پوجا بالکل نہیں ہے بلکہ ایک ہی مالکِ حقیقی کی پرستش جائز ہے۔ ایسا ہی کسی انسان کی پوجا بھی واجب نہیں ہے۔ چناں چہ گورو ارجن جی مہاراج فرماتے ہیں (عبارت گورمکھی) جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے پرماتما کا جس کا کبھی ناش نہیں ہوتا ہے اور جو غیر فانی ہے، دل میں دھارن کرنا چاہیے۔ آدمی کے فانی پاؤں کو نہیں پوجنا چاہیے یا اس کا سمرن نہیں کرنا چاہیے اور سب سے بڑھ کر پریم بھی اسی پُرش کے ساتھ کرنا چاہیے جو ہمیشہ اٹل ہے اور ایک رس ہے۔" (ص ۱۵)

(۱۳) "سکھ مت کی تعلیم کا سلسلہ": از کنور دلجیت سنگھ۔ سرورق غائب۔ ص ۱۶۰
"اخلاق" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"زہر کی مانند چیزوں میں، کیوں لگ رہا ہے۔ ذرا بھی (ان سے) اداس نہیں ہوتا۔ میری گرو صاحب فرماتے ہیں سلے من ہری کو نہج (تاکہ) جم کی پھانسی نہ پڑے۔

www.taemeernews.com

سری گرو صاحب دنیاوی عیش، نفسانی بھوگ اور دنیا کی ترقی وغیرہ کو انسان کے لیے زہر کی مانند خیال کرتے ہیں۔ ان باتوں کا شروع میں کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ قاعدہ ہے کہ جب انسان جوانی کے عیش بھوگ لیتا ہے، دنیاوی ترقی کے لیے جدوجہد کرلیتا ہے، جوشِ جوانی میں ہر قسم کے گناہ و ثواب کرلیتا ہے، کبھی اس کے بعد کسی صدمے کے گزرنے اور بوڑھاپے کے قریب آجانے سے اسے آخرت کی فکر ہوتی ہے۔ اس کی طبیعت جو پہلے عیش کی طرف جاتی تھی، اب عاقبت کے خیال میں محو رہتی ہے۔ جہاں آگے کوئی گناہ کرنا اور اپنے ضمیر کا خون کردینا معمولی بات تھی، اب اسے ڈرانے لگتا ہے۔ جہاں آگے رات دن عیش و عشرت اور بے فکری میں گزرتا تھا، اب موت کا سامنا رہنے لگا ...... گویا زندگی کی رفتار کا رُخ پلٹ جاتا ہے۔

(ص ۳۷، ۳۸)

(۱۴) "دھرم بچار"۔ از جواہر سنگھ کپور۔ مطبع اسلامی، لاہور ۱۸۸۹ء ص ۱۱۸۔

یہ سکھ مذہب کی تعلیمات پر ایک لکچر ہے، جو بھائی جواہر سنگھ کپور نے سری گورو سنگھ سبھا، فیروزپور کے سالانہ اجلاس منعقدہ اپریل ۱۸۸۹ء میں پڑھا تھا۔

(۱۵) "پوتھی شبدناویں محل"۔ از سوامی تیجا سنگھ۔ مطبوعہ ہندوستان پریس لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۴۲۔

عبارت میں ہندی کے الفاظ زیادہ ہیں۔ گو ساتھ ساتھ عربی فارسی کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔

(۱۶) "پھول پٹاری اُردو"۔ مصنفہ بابا برج لعل سنگھ بیدی۔ مفیدِ عام پریس لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۸۰۔

یہ مختصر کتاب عارفانہ مضامین پر مشتمل ہے جو نظم و نثر دونوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ نظم کا حصہ زیادہ ہے۔ "وحدت اور کثرت" کے زیرِ عنوان بیدی صاحب لکھتے ہیں۔

"پروانہ ذات کا عاشق ہے، صفات کا نہیں ہے کیوں کہ نور ذات ہے، صفات نہیں۔ صفت گرمی اور سردی ہے اور نور میں یہ دونوں طاقتیں ہیں۔ مگر نور دونوں میں نور ہے، خواہ سورج میں گرم ہے اور چاند میں ٹھنڈا۔

www.taemeernews.com

میں تری ذات کو دیکھتا ہوں جو نور ہے اور گنہگاروں کو ظلمت کدہ سے نکالنے والا ہے۔ پروانے نے اس لذت کو جل کر پایا۔ مجھے تیرے حسن کی ضیا بتا رہی ہے کہ میری جاں تسکین اگر کوئی ہے تو تو ہے۔

وحدت کا مزہ تب آتا ہے جب دل کثرت کے راز سے آگاہ ہو۔ میری نگاہ وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کا نظارہ دیکھ رہی ہے اور یہ سرور ہے کہ عالموں کو ورثہ میں نہیں آتا۔

میں صرف الفت کے حقیقی معنی جاننے کا طالب ہوں جس کا سرچشمہ تو ہے۔ تو مجھے اپنی الفت عنایت کر۔ اپنی بندگی دے کہ میرا دل ہمیشہ تیرے سجدہ میں پڑا رہے۔

(۱۷) "جنم ساکھی، بھائی بالا والی۔ مترجمہ بھائی دیارام عاکف۔ آزاد ہند پریس، لاہور۔ بار سوئم ۱۹۹۶ بکرمی۔ ص ۶۷۔

یہ گرو نانک کی ضخیم سوانح عمری ہے جسے ان کے جانشین گرو انگد نے گرو نانک کے ایک رفیق بھائی بالا سے معلومات حاصل کر کے قلم بند کرایا تھا۔ سکھوں میں یہ کتاب نہایت مقبول ہے لیکن اس میں جس قسم کی روایتیں درج ہیں، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے۔

"کابل کی مسجد"

"کابل کی مسجد میں جا بیٹھے۔ ملّاں نے کہا تم ہندو نظر آتے ہو اور یہ مسجد قاضی صاحب کی ہے۔

گورو صاحب: تو پھر کیا ہوا۔ ہم تو اسی میں بیٹھیں گے۔

وہ ملّاں ضد اور تعصب سے گورو صاحب کو اٹھانا چاہتا تھا لیکن آپ نہ اٹھتے تھے۔ آخر کار گورو صاحب نے فرمایا۔ ملّاں جی، اس قدر غرور کیوں کرتے ہو۔ کیا مسجد کو قابو میں رکھ سکو گے؟

ملّا صاحب: میری مسجد کون اٹھائے جائے گا!

گورو صاحب واہگورو کا نام لے کر مسجد پر سوار ہو گئے اور اس کو شہر کابل کی چاروں طرف دوڑایا۔ یہ تماشا دیکھ کر سب لوگ حیران ہو گئے۔ اتنے میں قاضی صاحب

www.taemeernews.com

بھی آ گئے۔ دیکھا کہ مسجد دوڑ رہی ہے۔ قاضی صاحب نے اپنے دل میں کہا، یا خدا! یہ تو کوئی بڑا اولیا ہے یا کوئی اہلِ کرامات پیر ہے یا اس زمانہ کا پیغمبر ہے۔ پھر تو سب لوگوں کو ساتھ لے کر قاضی صاحب نے دست بستہ عرض کی۔ اے اللہ کے ولی، اُس خدا کے لیے جس نے آپ کو پیدا کیا ہے، مسجد کو کھڑا کرو۔ گورو صاحب نے مسجد کو چلنے سے ٹھہرایا۔ ہندو اور مسلمان سب آپ کے پاؤں پر گر پڑے۔

گورو صاحب نے مسلمانوں کو بایاں پاؤں اور ہندوؤں کو دایاں پاؤں پوجنے کی ہدایت کی۔ ہندو اور مسلمان دونوں مل کر گورو صاحب کی پوجا کرنے لگے۔۔۔۔"

(ص ۸۵ - ۵۸۴)

تقریباً ساری کتاب اسی طرح کی روایتوں سے پُر ہے۔

۱۸۰ "گورونانک درشن"۔ از پنڈی داس قمر۔ مطبوعہ لکشمی آرٹ اسٹیم پریس، راولپنڈی۔ ۱۹۲۷ء ص ۱۱۲۔

یہ گورونانک کی منظوم سوانح عمری ہے۔ شاعرانہ نکتہ سنجی کے لیے اشعار ذیل ملاحظہ ہوں۔

گورونانک درشن

گاف سے گلزارِ وحدت کا گلِ یکتا ہے تو — واؤ سے وحدت پرستی کے لیے آیا ہے تو

رے سے رہبر گمرہوں کا اے گورو بابا ہے تو — واؤ سے وصلِ خدا کا راستہ سیدھا ہے تو

شکر یہ ہم ایسے محسن کا ادا کیوں کر کریں — جاں کو صدقے، دل کو قرباں، سر کو ہم بے سر کریں

نون سے ہے نور پھیلا اک جہاں میں چار سو — ہے الف سے اس احد کا ذکر جاری کو بہ کو

نون سے بے نامرادوں کی بر آئی آرزو — کاف سے کامل ہے ذات نیک طینت نیک خو

ہے بزرگی کا نشاں نانک کے اک اک حرف میں
دونوں عالم کی بڑائی بھر گئی اس ظرف میں (ص ۱۵)

۱۹۱ "نانک پرکاش"۔ مولفہ گورکھ سنگھ۔ مطبع آفتاب پنجاب، لاہور ۱۸۸۴ء ص ۸۰

اس کتاب میں گورونانک کی تعلیمات شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

www.taemeernews.com

(۲۰) گوروارجن مہاراج کی سوانح عمری" جسے ایک گورو کے سکھ نے بڑی بھگتی سے بنایا۔ مطبوعہ نول کشور پریس، لاہور، ۱۹۰۲ء ص ۸۷۔

(۲۱) سچا بلی دان: "شری گورو تیغ بہادر جی کی دھرم پر قربانی"، مرتبہ گوپال سنگھ، آنند پرکاش پریس، امرت سر، ۱۸۹۵ء ص ۳۶۔

(۲۲) "گورو گووند سنگھ کا جیون چرتر": مرتبہ دولت رائے۔ رفاہ عام پریس، لاہور، سنہ ۱۹۰۱ء ص ۲۹۷۔

(۲۳) "سوانح عمری شری گورو گوبند سنگھ دہم بادشاہ": مرتبہ لکھن سنگھ۔ پنجاب پریس، لاہور ص ۶۵۔

(۲۴) "سکھوں کا روحانی انقلاب": مولف لابھ سنگھ۔ کریمی پریس، لاہور، ۱۹۲۲ء ص ۶۴۔

اس کتاب کا مقصد سکھوں میں مذہبی بیداری پیدا کرنا ہے۔ دیباچے میں لکھتے ہیں:

"دنیا کے مختلف ممالک میں آئے دن سیاسی انقلاب ہوتے رہتے ہیں اور کشت و خون کے دریا بہہ نکلتے ہیں مگر آج ہم تاریخ ہند کے جس جدید روحانی انقلاب کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، وہ خالص مذہبی انقلاب ہے، جس میں سیاسیات کو کوئی دخل نہیں۔ برسوں خواب غفلت میں سونے والے سکھ آج ست گورو کے حکم سے بیدار ہو رہے ہیں اور اپنی دھارمک کمزوریوں کو ایک روحانی انقلاب کی صورت میں بسرعت تمام بدل رہے ہیں۔"

(۲۵) "تاریخ دربار صاحب امرت سر": مرتبہ سردار ادھم سنگھ۔ خادم التعلیم اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۲۰ء ص ۱۱۸۔

"اس کتاب میں دربار صاحب کے مفصل تاریخی حالات، عمارت کی خوبی، مصالحہ کی تفصیل، طلائی اور نقرئی جوڑیاں، مندر کی گلکاری، اور قیمتی پتھروں کے تاریخی حالات بڑی کوشش سے سردار ادھم سنگھ صاحب نے لکھے ہیں۔"

---

www.taemeernews.com

عیسائی مذہب

عیسائی مذہب کے عقائد "صلوٰت الجماعت کی کتاب" (مطبوعہ چرچ مشن پریس، کلکتہ، ۱۸۲۶ء) میں تصریح کے ساتھ ۳۹ دفعات میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ عقائد کلیسائے انگلستان و آئرستان کے مطابق ہیں، جیسا کہ ان کی تمہید میں لکھا ہے:۔

"عقائد جس پر کہ دونوں جگہوں کے اساقفہ اور اسقف الاساقفہ اور سارے علمائے دین اس مجلس میں جو کہ ۱۵۶۲ء میں لندن میں جمع تھی متفق ہوئے کہ آرا کے اختلاف کو دور کریں اور دینِ صادق میں اتفاق پیدا کریں۔"

ان میں سے بعض عقائد حسب ذیل ہیں:۔

(۱)

"ایمان تثلیث مقدس کے بیان"

ایک ہی حی وحق خدا ہے۔ وہ قدیم ہے اور وہ بے جسم اور اجزا اور ہوا و حرص کے، ساتھ اقتدار و حکمت و نکوئی غیر متناہی کے ہے۔ وہ خالق اور حافظ سب مرئی اور غیر مرئی چیزوں کا ہے اور اس وحدت الوہیت میں تین فرد ایک ہی ماہیت و قدرت و قدامت کے ہیں یعنی باپ اور بیٹا اور روح القدس۔

www.taemeernews.com

(۲)

"بیان میں کلمہ یعنی خدا کے بیٹے کے جو کہ الحق انسان بنا"

"بیٹا جو کلمہ باپ کا ہے اور ازل سے باپ سے ظاہر ہوا بعینہٖ قدیم خدا ہے اور ایک ہی ماہیت باپ کی سی ہے۔ اس نے ماہیتِ بشری کو متبرک ماں کے بطن میں اس کی ذات سے اپنے پر لیا۔ سو اب بالکل و مکمل دونوں ماہیت یعنی الوہیت اور انسانیت باہم ایک شخص میں ممزوج ہوئیں (جو کہ ہرگز علیحدہ نہ ہوں گی) کہ جن کا ایک مسیح ہوا عین خدا اور عین انسان۔ فی الحقیقت اس نے رنج اٹھایا اور صلیب پر کھینچا گیا اور مر گیا اور مدفون ہوا تاکہ ہم کو باپ سے پھر ملائے اور نہ فقط گناہ جبلّی کے لیے بلکہ آدمیوں کے اعمال کے گناہ کے لیے بھی قربان ہوا۔"

(۳)

"مسیح کے عالمِ ارواح میں جانے کے بیان میں"

"جیسے کہ مسیح ہمارے لیے موا اور مدفون ہوا۔ ایسے ہی اعتقاد فرض ہے کہ وہ عالمِ ارواح میں گیا۔"

(۴)

"مسیح کے حشر کے بیان میں"

"مسیح مرنے کے بعد صدقاً پھر اٹھا اور پھر اپنے قالب میں گوشت اور استخواں اور دوسری چیزوں کے ساتھ جو انسان کی عین ماہیت سے متعلق ہیں در آیا اور اسی شکل پر اس نے عرش پر صعود کیا اور وہاں جب تک کہ روزِ آخر کو آدمیوں کے محاسبے کے لیے پھر آئے بیٹھا ہے۔"

(۵)

"روح القدس کے بیان میں"

"روح القدس باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے۔ ایک ہی ماہیت اور مرتبہ اور جلال باپ اور بیٹے کے ساتھ رکھتا ہے۔ اور حق اور قدیم خدا ہے۔"

....

www.taemeernews.com

مندرجہ بالا عقائد پروٹسٹنٹ چرچ کے ہیں۔ کیتھولک چرچ کی طرف سے دین مسیحی کے اصول مختصر طور پر یوں بیان کیے گئے ہیں لہ

"مسیحی دین کے مختصر اصول"

دیباچہ

"رب الافواج تم سے کہتا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی اور نوکر اپنے آقا کی تعظیم کرتا ہے... پر اگر میں باپ ہوں تو میری عزت کہاں ؟ اور آقا ہوں تو میرا خوف کہاں ؟"

(ملاکی نبی کا قول)

"بے شک خدا ہمارا مالک ہے۔ مگر کیا ہم اُسے اپنا باپ بھی کہہ سکتے ہیں ؟ کیا وہ ہم کو ایسی ہی شفقت اور محبت اور ہمدردی کی نظر سے دیکھتا ہے جیسے باپ اپنے بیٹوں کو ؟ البتہ۔ اس نے خود ایسا فرمایا ہے بلکہ باپ کے نام سے اپنے لیے دعا مانگنی سکھائی یہ دعا جو خداوند مسیح کی زبانی سکھائی گئی، بائبل شریف (یعنی کتاب مقدس) میں پائی جاتی ہے اور چوں کہ خدا ہمارا مالک بھی ہے۔ اس لیے اسی کتاب میں اس کے دس احکام بھی پائے جاتے ہیں جو موسیٰؑ کے معرفت اُترے ان حکموں کی رو سے جب ہم انھیں پورے طور پر سمجھیں تو تمام بنی آدم خدا کے قصوروار ٹھہرتے ہیں۔ مگر بائبل میں بھی ذکر ہے کہ آدمیوں کو گناہ سے چھڑانے کے لیے ہمارے خدا نے اپنے عزیز بیٹے یسوع مسیح کو بھیجا اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں، ان کو پاک بنانے کے لیے خدا اپنی پاک روح بھی بھیجتا ہے۔ ان باتوں (یعنی انجیل کی تعلیم) کا خلاصہ مسیحی کلیسیا (یا جماعت) کے عقیدے میں مندرج ہے۔ بس یہ عقیدہ اور دس حکم یہاں چھپے گئے ہیں تاکہ محقق لوگ آسانی سے معلوم کر سکیں کہ مسیحی دین کا خلاصہ کیا ہے......"

خدا کے دس حکم

(۱) میرے حضور تیرے لیے دوسرا خدا نہ ہو۔

لہ مسیحی دین کے مختصر اصول، مطبوعہ انوار ہند پریس، لاہور، یہ چار صفحوں کا ایک مختصر رسالہ ہے۔

www.taemeernews.com

(۲) تو اپنے لیے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا تو ان کے آگے اپنے تئیں مت جھکا اور نہ ان کی عبادت کر کیوں کہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں، اور باپ دادوں کی بدکاریاں ان کی اولاد پر جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں تیسری اور چوتھی پشت تک پہنچاتا ہوں اور ان میں سے ہزاروں پر جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں میرے حکموں کو مانتے ہیں رحم کرتا ہوں۔

(۳) تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ مت لے، کیوں کہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے خداوند اُسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا۔

(۴) تو سبت کا دن پاک رکھنے کے لیے یاد رکھ۔ چھے دن تک تو محنت کر کے سارے کام کاج کر لیکن ساتواں دن خدا کا سبت ہے۔ اس میں کچھ کام نہ کر، نہ تو تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی نہ تیرے مواشی اور نہ تیرا مسافر جو تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو۔ کیوں کہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین، دریا اور سب کچھ جو اُن میں ہے بنایا اور ساتویں دم آرام کیا۔ اس لیے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا۔

(۵) تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو۔

(۶) تو خون مت کر۔

(۷) تو زنا مت کر۔

(۸) تو چوری مت کر

(۹) تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے۔

(۱۰) تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر، تو اپنے پڑوسی کی جورو اور اس کے غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے اور کسی چیز کا جو تیرے پڑوسی کی ہے لالچ مت کر۔"

"رسولوں کا عقیدہ"

"میں ایمان رکھتا ہوں خدا قادرِ مطلق باپ پر جو آسمان و زمین کا خالق ہے اور

www.taemeernews.com

یسوع مسیح پر جو اس کا اکلوتا بیٹا اور ہمارا خداوند ہے۔ وہ روح القدس کی قدرت سے پیٹ میں پڑا۔ کنواری مریم سے پیدا ہوا۔ پنطیس پیلاطس کے عہد میں دکھ اٹھایا مصلوب ہوا۔ مرگیا اور دفن ہوا۔ عالم ارواح میں اُتر گیا، تیسرے روز مردوں سے جی اُٹھا۔ آسمان پر چڑھ گیا اور خدا قادر مطلق باپ کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔

میں ایمان رکھتا ہوں روح القدس پر، پاک کیتھلک کلیسیا پر، مقدسوں کی شراکت، گناہوں کی معافی، بدن کی قیامت اور ابدی زندگی پر۔ آمین ؛

توریت اور انجیل کے اُردو ترجمے

غیر اسلامی مذاہب میں سے سب سے زیادہ مسیحی مبلغین نے اپنی کتابیں اُردو میں ترجمہ اور تالیف کرکے شائع کی ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے وسط ہی سے انھوں نے توریت اور انجیل کے ترجمے شائع کرنا شروع کر دیے تھے۔ ان ابتدائی تراجم کی فہرست گریرسن GRIERSON نے اپنی مشہور کتاب "ہندوستان کا لسانی جائزہ" جلد نہم میں دی ہے[1]۔ اس فہرست میں ان تراجم کے علاوہ جو ہندوستانی زبان یعنی اُردو میں کیے گئے ہیں۔ ہندی، ہندوی اور کیتھی زبانوں کے ترجمے بھی شامل ہیں۔ یہاں صرف ان کتابوں کے نام درج کیے جاتے ہیں، جو اُردو میں ترجمہ ہوئی تھیں۔ انگریز اور یوروپین مصنفین ہندوستانی زبان سے عموماً اُردو زبان مراد لیتے تھے۔ ہندی ان کے نزدیک ایک مختلف زبان تھی۔ چناں چہ گریرسن کی اس فہرست سے بھی اس کی صراحت ہوتی ہے۔

(۱) کتاب پیدائش کے پہلے چار بابوں کا ترجمہ ہندوستانی - BENJ. SCHULTZE مطبوعہ، ہال HALLE ۱۷۴۵-۱۷۴۶ء۔

(۲) ترجمہ کتاب دانیال ، از شولٹز مطبوعہ ہال ۱۷۴۸ء۔

(۳) کتاب لوقا کا ترجمہ ہندوستانی زبان میں از شولٹز ۱۷۴۹ء طبع ثانی ۱۷۵۸ء۔

(۴) بنجمن شولٹز نے کتاب مقدس کے مندرجہ ذیل حصوں کے ترجمے بھی ہندوستانی زبان میں

---

[1] LINGUISTIC SURVEY OF INDIA BY G.A. GRIERSON VOL IIX CALCUTTA PP. 40-41

www.taemeernews.com

کیے تھے جو بال سے شائع ہوئے۔

رسولوں کے اعمال ۱۸۴۹ء، یعقوب کا خط ۱۸۵۱ء، مرقس کی انجیل ۱۸۵۱ء،

یوحنا کی انجیل ۱۸۵۵ء، مکاشفہ یوحنا ۱۸۵۱ء، نیا عہدنامہ ۱۸۵۸ء۔

(۵) یسوع مسیح کے نئے عہدنامہ کا ترجمہ ہندوستانی زبان میں مرزا محمد فطرت اور فورٹ ولیم کالج کے دوسرے ہندوستانی فاضلوں کا کیا ہوا۔ نظرثانی از ولیم ہنٹر مطبوعہ کلکتہ ۱۸۰۵ء۔

(۶) سیرام پور کے مشنریوں کا ترجمۂ انجیل ہندوستانی زبان میں مطبوعہ سیرام پور۔

گریرسن لکھتا ہے کہ اس کی زبان زیادہ تر ہندی ہے۔

(۷) انجیل کا ترجمہ یونانی زبان سے ہندوستانی زبان میں REV. H. MARTIN مطبوعہ سیرام پور، ۱۸۱۴ء یہی ترجمہ لندن میں ۱۸۱۹ء میں چھپا۔

کتاب مقدس اور اس کے مختلف حصوں کے ترجمے جن کی فہرست گریرسن کی کتاب سے اخذ کر کے اوپر نقل کی گئی ہے، مجھے دستیاب نہیں ہوئے۔ جو تراجم مل سکے وہ حسب ذیل ہیں۔ ان میں سے اکثر کے اقتباسات بھی درج کیے جاتے ہیں، جن سے مضمون کے علاوہ زبان پر بھی کافی روشنی پڑے گی:

(۱) کتاب مقدس کا آخری حصہ۔ یعنی خداوند یسوع مسیح کی انجیل جو متفی، مارک، لوک اور یوحنا سے لکھی گئی تھی اور رسولوں کے اعمال اور نصیحت و نبوت کے خطوط، یونانی زبان سے اُردو زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ کلکتہ انگریزی اور امریکے کی دینی مجلس کی مدد سے باپٹست مشن چھاپا خانے میں چھاپا گیا۔ ۱۸۳۹ء یسوعی)۔ ٹائپ نسخ۔ ص ۸۲۲۔

"رسولوں کے اعمال" کا ایک اقتباس مندرجہ ذیل ہے:

"اے تھیوفلے، میں پہلی کتاب میں بیان کر چکا ان سب کاموں اور نصیحتوں کو جو یسوع کرتا رہا اس وقت تک کہ وہ روح قدس سے اپنے برگزیدہ رسولوں کو حکم دے کے اوپر اٹھایا گیا، جن کے نزدیک اس نے بعد اپنے مرنے کے اپنے تئیں بہت سی دلیلوں سے زندہ ثابت کیا کہ وہ چالیس دن تک انھیں دکھائی دے کے خدا کی بادشاہت کی باتیں کہتا رہا اور انھیں اکٹھا کر کے یہ حکم کیا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ بلکہ جو وعدہ باپ

www.taemeernews.com

نے کیا جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو اس کا انتظار کرو کہ یحییٰ نے تو پانی میں غوطہ دلایا پر تم کو تھوڑے دنوں کے بعد روح قدس میں غوطہ دلائے جاؤ گے ۔

(ص ۳۷۰)

۱۸۴۴ء میں اسی کتاب کا دوسرا ایڈیشن باپٹسٹ مشن پریس کلکتہ میں چھپا۔

(۲) "ہمارے خداوند یسوع مسیح کا نیا وثیقہ"۔ مطبوعہ بائبل پریس، کلکتہ ۱۸۴۱ء ٹائپ نسخ ص ۵۵۲۔

اس ترجمہ کی زبان بہ نسبت سابق ترجمہ کے جس کا اقتباس اوپر دیا گیا ہے، زیادہ صاف ہے۔

(۳) "کتاب القدس"۔ جلد اوّل۔ پیدائش سے آستر تک مطبوعہ بائبل پریس، کلکتہ۔ ۱۸۴۲ء۔ ٹائپ۔ نسخ۔ ص ۱۰۱۲۔ ترجمہ کا نمونہ یہ ہے:۔

ابتدا میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور زمین ویران اور سنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا اور خدا کی روح پانی پر جنبش کرتی تھی اور خدا نے کہا کہ اجالا ہو اور اجالا ہو گیا اور خدا نے اجالے کو دیکھا کہ اچھا ہے اور خدا نے اجالے کو اندھیرے سے جدا کیا اور خدا نے اجالے کو دن کہا اور اندھیرے کو رات کہا۔ سو شام اور صبح پہلا دن ہوا ...." (ص ۱)

(۴) "کتاب القدس"۔ جلد ثانی۔ ایوب سے ملاکی تک۔ مطبوعہ ایشیاٹک پریس کلکتہ ۱۸۴۳ء ٹائپ۔ نسخ۔ ص ۷۴۴۔

(۵) "کتاب مقدس"۔ دو حصوں میں۔ پہلا حصہ پیدائش کی کتاب سے استثنا تک، ص ۲۰۶، دوسرا نون کے بیٹے یشوع کی کتاب سے سلاطین کی دوسری کتاب تک۔ ص ۲۵۷، ٹائپ نستعلیق۔ سرورق غائب اس لیے مطبع اور سنہ طباعت معلوم نہ ہو سکا۔

(۶) "کتاب مقدس: یعنی خداوند یسوع مسیح کی انجیل جو متی، مارک، لوک اور یوحناہ سے لکھی گئی تھی اور رسولوں کے اعمال اُردو زبان میں"۔ مطبوعہ باپٹسٹ مشن پریس کلکتہ ۱۸۴۹ء ص ۴۱۲۔

یہ ترجمہ باپٹسٹ مشنریوں کا کیا ہوا ہے۔ سرورق کی انگریزی عبارت میں بجائے اُردو کے ہندستانی لکھا ہے:۔ THE FOURGOSPELS AND THE ACTS IN HINDUSTANI

www.taemeernews.com

اسی "ہندوستانی" کو ترجمہ کے ذیلی عنوان میں "اردو زبان" لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنے والے ہندوستانی اور اردو کو ایک ہی زبان سمجھتے تھے۔

۷۱، "مقدس کتاب کا احوال"۔ از ریورنڈ REV. T. HOERNLE مطبوعہ آرفن پریس، مرزا پور، ۱۸۵۹ء ص ۲۸۰۔ یہ ترجمہ ڈاکٹر بارتھ REV. DR. BARTH کی کتاب SCRIPTURE HISTORY کے جرمن نسخے سے کیا گیا ہے۔ ایک اقتباس حسب ذیل ہے:۔

دنیا کی پیدائش

مسیح سے ۴۰۰۴ برس آگے

• خدا نے اپنے کلام سے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اس کے پیدا کرنے سے پہلے خدا کے سوا کچھ نہ تھا۔ خدا ہی قدیم و قادر ہے جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ اس نے نہ چاہا کہ آسمان و زمین اور ان کی سب خلقتیں ایک ہی بار دکھلائی دیں بلکہ رفتہ رفتہ ظاہر و تیار ہوویں۔ کیونکہ اس نے پہلے ہی سب کا بندوبست شمار اور پیمانے اور تول سے کر لیا۔ سو خدا نے آسمان و زمین کو چھ دن میں بنایا۔

دنیا خالی اور ویران تھی اور گہراؤں کے اوپر اندھیرا تھا تب خدا نے کہا کہ اجالا ہووے اور اجالا ہو گیا اور خدا نے اجالے کو اندھیرے سے جدا کر کے اجالے کو دن اور اندھیرے کو رات کہا۔ اسی طرح پہلی رات اور پہلا دن ہوا۔ دوسرے دن خدا نے وہ پھیلاؤ بنایا جو زمین کے چاروں طرف ہے اور اس نے پانیوں میں ایسی جدائی کی کہ کچھ پانی پھیلاؤ کے اوپر اور کچھ نیچے رہ گیا اور اس نے پھیلاؤ کو آسمان کہا۔ تیسرے دن خدا نے زمین کے اوپر پانیوں کو زمین سے جدا کیا اور گھاس اور نباتات اور پھل دار درخت زمین سے اگائے۔ چوتھے دن خدا نے روشنی دینے والی چیزوں کو جن سے زمین پر نشانیاں، دو قسم موسم، دن، مہینے اور برس ظاہر ہوویں بنایا۔ سو اس نے ایک بڑی روشنی دن کے لیے اور ایک چھوٹی روشنی رات کے لیے بنائی اور ستاروں کو بھی (سیارے) بنایا۔ پانچویں

www.taemeernews.com

دن خدا نے مچھلیوں اور طرح طرح کے جانوروں کو جو پانی میں رہتے ہیں اور رنگ برنگ پرندوں کو جو ہوا میں اڑتے ہیں بنایا۔ اور ان کو برکت بخشی۔ چھٹے دن خدا نے ان سب جانوروں کو جو زمین پر چلتے ہیں نوع بنوع پیدا کیا اور اسی دن اس نے آدمی کو بھی یہ کہہ کے بنایا کہ ہم اُسے اپنی صورت پر بناویں کہ وہ دریائی مچھلیوں اور آسمانی پرندوں اور سب جانوروں اور ساری دنیا پر سرداری کرے۔ سو خدا نے آدمی کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور نر و مادہ بنایا اور ان کو برکت دے کر کہا کہ بڑھو اور پھیل جاؤ اور دنیا کو آباد اور اپنا تابعدار کرو اور جب خدا سب کچھ پیدا کر چکا تب اس نے اپنے سارے کاموں پر نظر کر کے دیکھا کہ بہت اچھے ہیں۔

اسی طرح خدا چھ دن میں آسمان و زمین اور ان کی ساری آبادی کامل کر کے ساتویں دن فارغ ہوا اور اس نے اس دن کو مبارک اور مقدس ٹھہرا کے آرام کے واسطے مقرر کیا۔ اس لیے کہ اس نے اپنے سب کاموں سے جو کرنا تھا فراغت پائی۔

(ص ۱-۳)

(۸) "کتاب عہد جدید" یعنی خداوند یسوع مسیح کی انجیل یونانی زبان سے ہندوستانی زبان میں ترجمہ کی گئی اور شہر لندن میں ولیم واٹس کے مطبع میں چھاپی گئی۔ ۱۸۶۰ء عیسوی، ص ۱۱۵۔ ٹائپ نسخ۔ ترجمے کی "ہندوستانی زبان" وہی ہے جس کے نمونے اوپر گزرے۔

(۹) زبور کی کتاب: اس کا ترجمہ عربی زبان سے زبانِ اُردو میں ہوا۔ بریلی۔ امریکن متھودسٹ مشن پریس میں پادری وا صاحب کے اہتمام سے چھپی۔ ۱۸۶۹ء۔ ص ۱۷۵۔

"تیسری زبور"

"ان لوگوں کا امن وچین جن کی حفاظت خدا کرتا ہے۔

"اے خداوند، وے جو مجھے دکھ دیتے ہیں کیا ہی بڑھ گئے ہیں۔ وے بہت ہیں کہ جو میری مخالفت پر اُٹھتے ہیں۔ بہتیرے میری جان کی بابت کہتے ہیں کہ خدا سے اب اس کی نجات نہیں۔ صلاہ۔ پر تو اے خداوند میرے لیے سپر ہے۔ تو میری شوکت اور

www.taemeernews.com

میرا سرفراز کرنے والا ہے۔ میں نے خداوند کی طرف اپنی آواز بلند کی اور اس نے میری دعا اپنے کوہِ مقدس پر سے سن لی۔ صلاہ میں لیٹ گیا اور سو رہا۔ میں جاگ اٹھا۔ کیونکہ خداوند میرا حافظ ہے۔ اگر دس ہزار آدمی مجھے گھیر لیویں میں ان سے نہیں ڈرنے کا۔ اٹھ اے خداوند، اے میرے خدا، مجھے بچا کہ تو نے میرے سارے دشمنوں کے گالوں پر طمانچے مارے۔ تو نے شریروں کے دانت توڑے۔ خداوند ہی نجات دیتا ہے۔ تیری برکت تیرے بندوں پر ہے۔ صلاہ" (ص ۴)

(۱۰) کتاب مقدس :۔ یعنی پرانا اور نیا عہدنامہ۔ پہلی جلد جس میں سب کتابیں پیدائش سے لے کے زبور کی کتاب تک مندرج ہیں۔ نارتھ انڈیا بیبل سوسیٹی کی طرف سے مرزا پور کے آرفن اسکول پریس میں ڈاکٹر میتھر صاحب کے اہتمام سے ۱۸۶۰ء میں چھاپی گئی۔ بڑی تقطیع ص ۷۷۰۔ ٹائپ نسخ۔

(۱۱) انجیل مقدس :۔ یعنی ہمارے خداوند اور نجات دینے والے یسوع مسیح کا نیا عہدنامہ۔ مدراس میں بیبل سوسیٹی کے حکم سے کرسٹن نالج سوسیٹی پریس کے چھاپے خانے میں چھاپی گئی۔ ۱۸۶۷ء ٹائپ نسخ۔

اس جلد میں ہر حصے کے صفحات کے نمبر علیحدہ ہیں۔

(۱۲) کتاب مقدس :۔ یعنی پرانا اور نیا عہدنامہ۔ اس کا ترجمہ عبرانی و یونانی زبانوں سے زبانِ اردو میں ہوا جسے تصحیح کر کے اب چوتھی بار چھپواتے ہیں۔ مرزاپور میں نارتھ انڈیا بیبل سوسیٹی کی طرف سے آرفن اسکول پریس کے وسیلے ڈاکٹر میتھر صاحب کے اہتمام سے ۱۸۷۰ء میں چھاپی گئی۔ ٹائپ نسخ۔ پرانے عہدنامے کے صفحات کی تعداد (۱۱۲۳) ہے۔ نئے عہدنامے کے صرف (۳۴۴) صفحات اس نسخے میں ہیں۔ آخری صفحات غائب ہیں۔

(۱۳) انجیل مقدس :۔ یعنی ہمارے خداوند اور نجات دینے والے یسوع مسیح کا نیا عہدنامہ۔ اس کا ترجمہ یونانی زبان سے زبانِ اردو میں بنارس ٹرانسلیشن کمیٹی سے کیا گیا۔ بمطبع امریکن مشن لودیانہ واسطے امریکن بیبل سوسائٹی کے باہتمام پادری ویری صاحب چھاپی گئی۔ ۱۸۹۳ء ص ۵۴۹۔

مرقس، باب دہم، کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے :۔

"پھر وہاں سے اٹھ کر یردن کے پار یہودیہ کی سرحدوں میں آیا اور لوگ آس پاس پھر جمع

www.taemeernews.com

ہوئے اور وہ اپنے دستور کے موافق پھر انھیں تعلیم کرنے لگا اور فریسیوں نے اُس پاس آکے امتحان کی راہ سے اس سے پوچھا۔ کیا روا ہے کہ مرد جورو کو طلاق دے۔ اُس نے انھیں جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تمہیں کیا حکم دیا ہے۔ وے بولے موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کے طلاق دیں۔ تب یسوع نے جواب دیا اور انھیں کہا۔ اس نے تمھاری سخت دلی کے سبب سے تمہارے لیے یہ حکم لکھا۔ لیکن خلقت کی ابتدا سے تو خدا نے انھیں ایک نر اور ایک مادہ بنایا۔ اس سبب سے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا اور اپنی جورو سے ملا رہے گا اور وے دونوں ایک تن ہوں گے۔ سو وے اب دو تن نہیں بلکہ ایک تن ہیں۔ پس جسے خدا نے جوڑا ہے آدمی جدا نہ کرے۔ اور گھر میں ہو کے اس کے شاگردوں نے اس سے اس بات کی بابت پوچھا۔ اس نے انھیں کہا جو کوئی جورو کو چھوڑے اور دوسری سے بیاہ کرے تو اس کی نسبت زنا کرتا ہے۔ اور اگر جورو اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہی جائے تو وہ بھی زنا کرتی ہے۔" (ص ۹۷)

(۱۴) کتاب مقدس: پرانا عہدنامہ۔ جلد اول یعنی جس میں سب کتابیں پیدائش سے لے کر آستر تک مندرج ہیں۔ بمطبع امریکن مشن، لودیانہ، واسطے نارتھ انڈیا بیبل سوسیٹی کے باہتمام پادری ویری صاحب چھاپی گئی۔ ۱۸۷۳ء

(۱۵) کتاب مقدس: پرانا عہدنامہ۔ جلد دوم یعنی جس میں سب کتابیں ایوب سے ملاکی تک مندرج ہیں۔ بمطبع امریکن مشن لودیانہ، واسطے نارتھ انڈیا بیبل سوسیٹی کے باہتمام پادری ویری صاحب چھاپی گئی۔ ۱۸۷۴ء

(۱۶) توریت مقدس: سرورق غائب۔ طباعت قدیم لیتھو۔ ص ۲۰۶۔

اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ دنیا کی پیدائش کے بیان سے شروع ہوتا ہے۔ دوسرا بنی اسرائیل کے یسوع کے ساتھ کنعان میں داخل ہونے کے بیان سے اور تیسرا یہوداہ کے بادشاہ حزقیاہ کے عمل سے شروع ہو کر یہودیوں کی اسیری کے باقی احوال پر ختم ہوتا ہے۔

(۱۷) متی کی انجیل: شائع کردہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی، لاہور۔ ص ۶۲

www.taemeernews.com

پریس کانام اور سنہ ،طباعت درج نہیں ۔ مندرجہ ذیل اقتباس مضمون اور عبارت دونوں کے لحاظ سے قابلِ توجہ ہے ۔

" یسوع شریعت کو پورا کرنے اور کرانے والا ۔

" یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں ۔منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا ۔جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے ۔پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھلائے گا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا ۔لیکن جو ان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا ، وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا کیوں کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمھاری راست بازی فقیہوں اور فریسیوں کی راست بازی سے زیادہ نہ ہوگی تو تم آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوں گے ۔" (ص ۸)

(۱۸) زبور :۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی ،لاہور ۔بار دوم ۱۹۰۴ء ص ۱۲۹ ۔

(۱۹) پرانا عہد نامہ :۔ یہ نسخہ ناقص ہے ۔زبور کی کتاب سے شروع ہو کر آخر تک چلا جاتا ہے ۔ شروع کے (۶۸۳) صفحے اس جلد میں نہیں ہیں ۔آخری صفحے کا نمبر (۱۱۲۳) ہے ۔ٹائپ ۔مطبع و سنہ طباعت لامعلوم ۔

(۲۰) بیبل کی نقلیں :۔ مترجمہ ریورنڈ جے ۔ایف ۔ اُلمان REV. J.F. ULMANN شائع کردہ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنو ۔طبع اول ۱۸۸۶ء ص ۳۸۶ ۔

" مسیح ایک جنم کے اندھے کو بینائی دیتا ہے ۔"

" پھر اس نے جاتے ہوئے ایک شخص کو جو جنم کا اندھا تھا دیکھا اور اس کے شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ اے ربی گناہ کس نے کیا ،اس شخص نے یا اس کے ماں باپ نے کہ یہ اندھا پیدا ہوا ۔عیسیٰ نے جواب دیا نہ تو اس شخص نے گناہ کیا اور نہ اس کے ماں باپ نے لیکن یوں ہوا تاکہ خدا کے کام اس میں ظاہر ہوں ۔یہ کہہ کے

www.taemeernews.com

اس نے زمین پر تھوکا اور تھوک سے مٹی گوندھی اور وہ مٹی اس اندھے کی آنکھ پر لیپ کی اور اس سے کہا کہ جا اور سلوآم کے حوض میں (جس کا ترجمہ بھیجا ہوا ہے) نہا۔ تب وہ جاکے نہایا اور بینا ہو کے آیا۔" (ص ۱۶۳)

توریت، انجیل اور ان کے بعض حصوں کے یہ بیں ترجمے وہ ہیں جو مجھے مختلف کتب خانوں میں مل سکے۔ ان کے علاوہ ایک ترجمے کا ذکر گارساں دتاسی نے اپنے خطبات میں کیا ہے۔ یہ پادری ماتھر کا ترجمہ انجیل ہے، جو رومن رسم الخط میں ہے۔ اور جس کے حاشیے پر اصل انجیل بھی درج ہے۔ یہ ترجمہ لندن میں چھپا تھا۔ اس کی نسبت دتاسی اپنے گیارہویں خطبہ مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۶۱ء میں لکھتا ہے:۔

برطانیہ اور ممالک غیر کی انجمن انجیل نے انجیل کا جو دل پذیر ترجمہ گزشتہ سال شائع کیا اسے یقیناً اُردو زبان کی چوٹی کی کتابوں میں سمجھنا چاہیے یہ ترجمہ اس لیے اور بھی عمدہ اور معتبر ہے کہ ایک مشہور ہندوستانی فاضل نے اس کام میں ہاتھ بٹایا ہے۔[1]

بائبل اور اس کے مختلف حصوں کی تفسیریں

مسیحی مبلغین نے بائبل اور اس کے مختلف حصوں کے ترجموں کے علاوہ ان کی تفسیریں بھی اُردو زبان میں کثرت سے لکھی ہیں۔ ان میں سے انیس ۱۹ تفسیریں جن کو دیکھنے کا مجھے موقع ملا حسب ذیل ہیں:

(۱) "ترجمہ مزامیر باشرح وتفسیر" تالیف پادری یوسف آون۔ نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی کی مدد سے مرزا پور کے یتیموں کے چھاپہ خانہ میں ۱۸۶۱ء میں چھاپی گئی۔ ص ۴۳۵، رسم الخط رومن۔

(۲) "تفسیر انجیل یوحنا ملقب بہ منتہی الافکار" اس کتاب کو عام فائدے کے لیے پادری رابرٹ کلارک، ایم۔ اے، سکریٹری چرچ مشن سوسائٹی پنجاب وسندھ نے اور پادری مولوی عماد الدین لاہز ڈی ڈی نے امرت سر میں مل کے تصنیف کیا اور کرسچین نالج سوسائٹی کے لیے امریکن مشن پریس، لودیانہ میں پادری سی۔ بی نیوٹن صاحب کے اہتمام سے چھپی۔ ۱۸۸۸ء دفعہ اول" ص ۵۰۴۔

تفسیر کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"(۱) ابتدا میں کلمہ تھا اور کلمہ خدا کے ساتھ تھا اور کلمہ خدا تھا۔

---

[1] خطبات گارساں دتاسی بتسلئع کردہ انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد، دکن ۱۹۳۵ء ص ۳۱۳

www.taemeernews.com

دا سے ۱۸ تک) کلمہ کے مجسم ہونے کا بیان ہے۔ اس آیت کا مضمون بہت ہی گہرا ہے۔ اگسٹین صاحب کہتے ہیں کہ یوحنا جس کا لقب رعد کا فرزند ہے (مرقس ۳ ۔ ۱۸) اپنی انجیل گرج کے ساتھ شروع کرتا ہے۔

اس آیت میں تین جملے ہیں۔ پہلا جملہ (ابتدا میں کلمہ تھا) لفظ "تھا" تینوں جملوں میں ہے اور اس پر زور ہے اور یہ زور آیت ۳ کے لفظ ہوئیں کے مقابلے میں ہے یعنی کلمہ موجود تھا۔ ازل سے اور سب چیزیں معدوم تھیں لیکن کلمہ نے ان کو معدوم سے موجود کردیا (۸ ۔ ۵۸) کلمہ کہتا ہے کہ پیشتر اس کے کہ ابراہیم ہوں میں ہوں (ابتدا)۔ یہ موجودات کی ابتدا کا ذکر ہے کیونکہ وجود ازلی کے لیے ابتدا اور انتہا نہیں ہے۔ رسول کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا خلقت کے پرلی طرف یعنی موجودگی زمانہ سے پرے کلمہ تھا جو خالقِ کل کائنات کا ہے۔

(ف ۱) خدا کے لیے نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ اور ہر چیز کے لیے جو اللہ کے سوا ہے ابتدا ہے۔ جن لوگوں نے وہ زندگی پائی ہے جو اللہ میں ہے وہ ابد تک اس کے ساتھ زندہ رہیں گے اور یہی حیاتِ ابدی ہے جو یسوع آدمیوں کو بخشتا ہے ...... " (ص ۵)

(۳) تفسیر انجیل: ۔ سرورق غائب۔ ص ۲ ۹۴۔ اس کتاب کے پہلے چار صفحوں میں "عدم تحریف کلام الہیٰ" کی متعدد دلیلیں دی ہیں اس کے بعد متی کی انجیل سے تفسیر شروع کی ہے۔

(۴) "تفسیر کتاب یوحنا عارف کا مکاشفہ" مولفہ پادری، ای۔ ایچ۔ ایم۔ والر صاحب شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی، انارکلی لاہور، ۱۹۱۷ء ص ۴۱۲۔

(۵) "تفسیر کتاب رسولوں کے اعمال" مولفہ پادری ٹی۔ واکر صاحب، ایم۔ اے۔ شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی، انارکلی، لاہور۔ مطبوعہ رفاہِ عام اسٹیم پریس، لاہور۔ ۱۹۲۲ء ص ۶۲۰۔

تیسرا باب

"۱ سے ۱۰۔ لنگڑے آدمی کا شفا پانا"

"۱۔ پطرس اور یوحنا دعا کے وقت یعنی تیسرے پہر ہیکل کو جارہے تھے۔ پطرس اور یوحنا رسولوں میں یہ سرکردہ اشخاص تھے۔ اپنی سرگرمی اور محبت کے باعث مشہور تھے۔ وہ گہرے دوست اور ہم خدمت رہے تھے۔

www.taemeernews.com

لوقاہ :- ۱۰ + ۲۲ : ۸ + یوحنا ۲۰ : ۳ وہم ۔ اس کے علاوہ ان کا اکٹھا ذکر ۴ : ۳ ، ۱۴ : ۸۱ ۱۴ میں آتا ہے ۔

دعا کے وقت :۔ یہودیوں میں تین اوقات کی نماز کا دستور تھا جس کی بنیاد غالباً زبور ۵۵ : ۱۷ ، اور دانیال ۶ : ۱۰ پر تھی ۔ یہ اوقات تھے ،

تیسرا گھنٹہ (۲ : ۱۵) چھٹا گھنٹہ (۱۰ : ۹) اور نواں گھنٹہ ۔ یہ ہمارے لیے کیسا اچھا نمونہ ہے کہ فضل کے مقررہ وسائل کو بڑی سرگرمی اور پابندی سے استعمال کریں ۔ اہلِ مشرق ان مقررہ اوقاتِ نماز سے بخوبی واقف ہیں ۔ اہلِ زردشت کی طرح اہلِ اسلام ہر روز پانچ مقررہ اوقات پر نماز ادا کرتے ہیں اور اہلِ ہنود طلوع اور غروبِ آفتاب کے وقت اپنی پوجا پاٹ کرتے ہیں ۔

تیسرے پہر : یا نواں گھنٹہ آج کل کے تین بجے دن کے قریب تھا ۔ (۲ : ۱۵ کی تشریح دیکھو) دوپہر اور غروبِ آفتاب کے مابین ۔ کبھی شاید دن کی روشنی کے گھٹنے بڑھنے کے مطابق آگے پیچھے ہوگا ۔ یہ تیسرا پہر ہیکل میں شام کی قربانی چڑھانے کا وقت تھا ۔ نئے عہد نامہ میں اس نویں گھنٹے یا تیسرے پہر کی طرف کئی اشارے پائے جاتے ہیں ۔ ۔ ۔ " (ص ۱۴۴)

(۶) " اعمال کی تفسیر " سرِ ورق غائب نسخہ قدیم ۔ بڑی تقطیع ۔ ص ۶۲۳ ۔

(۷) " اجبار کی کتاب کی تفسیر " بطور سوال و جواب ۔ مصنف پادری جے ۔ جے ۔ لوکس مطبوعہ مفیدِ عام پریس ، لاہور ۱۹۲۶ء ص ۱۸۷ ۔

دیباچے میں لکھتے ہیں :۔

" بہتیرے مسیحی اجبار کی کتاب پڑھنے سے کم فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ اس لیے کہ جن قربانیوں کا بیان اس میں پایا جاتا ہے ان کے معنی وہ نہیں سمجھتے اگر وہ ۔ ایک ایک قربانی سے مسیح کی تصویر کھینچ سکتے تو پڑھنے سے بہت زیادہ فائدہ ہوتا ۔ یہ ساری قربانیاں مسیح کی طرف اشارہ کرتی ہیں وہ اس کی پیش نشانیاں ہیں ۔ وہ آئندہ کی اچھی چیزوں کی پرچھائیاں ہیں ۔ وہ آسمانی چیزوں کی نقلیں ہیں ۔ ۔ ۔ "

www.taemeernews.com

تفسیر کا ایک ٹکڑا حسب ذیل ہے۔

"سوال ۸۔ لفظ قربانی کے معنی بتاؤ۔

جواب۔ یہ عبرانی لفظ ہے۔ قربان، جو کچھ خدا کے قریب لایا جاتا ہے، اور اس قریب لائے جانے کے فعل کو قربانی کہتے ہیں۔ چناں چہ یہ حکم تھا کہ کوئی خدا کے حضور خالی ہاتھ نہ آئے (خروج ۲۳: ۱۵) اور نیز جس چیز کے ذریعے سے گنہگار انسان خدا کے قریب سلامتی سے پہنچے وہ بھی قربانی کہلاتی ہے اور اس کتاب میں ان چیزوں کا بیان پایا جاتا ہے جن کے وسیلے سے بنی اسرائیل خدا کے خیمے کے اندر جانے پاتے تھے اور جن چیزوں کے ذریعے سے خدا کے قریب پہنچتے تھے۔

سوال ۹۔ مسیح کیوں حقیقی قربانی گنا جاتا ہے؟

جواب ا۔ اس لیے کہ وہ مجسم ہو کے ہم سبھوں کے قریب آیا۔

ب۔ اس لیے کہ وہ ہم کو خدا کے قریب پہنچاتا ہے۔ اُس کی قربانی سے ہم کو خدا کی نزدیکی اور قربت حاصل ہوتی ہے۔

ج۔ اس لیے کہ وہ ازل سے خدا کے قریب تھا۔

د۔ اس لیے کہ وہ کل بنی آدم کے لیے قربان ہوا" (ص ۳)

(۸) "پیدائش کی کتاب کی تفسیر"، از پادری کینن سیل۔ مترجمہ مسٹر ای۔ جوزف شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی، پنجاب۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ مطبوعہ وکٹوریہ پریس، بٹالہ۔ ص ۱۹۴۔

(۹) "تفسیر مرقس"، مصنفہ پادری جے۔ علی بخش۔ مطبوعہ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی پریس، لاہور، سنہ ۱۹۲۶ء ص ۲۵۶۔

(۱۰) "تفسیر متی"، مصنفہ پادری ڈاکٹر یو اسٹینٹن صاحب، پی ایچ۔ ڈی۔ مترجمہ پادری طالب الدین صاحب۔ شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی، انار کلی، لاہور۔ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی پریس لاہور سنہ ۱۹۲۸ء ص ۸۰۰۔

(۱۱) "تفسیر زبور"، از پادری جے علی بخش صاحب۔ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۵۵۲۔

www.taemeernews.com

اقتباس از دیباچہ:۔

"زبور کی کتاب نظم میں لکھی گئی۔ یہ نظم اس قسم کی ہے جو باجے پر گائی اور بجائی جاتی تھی، جس میں دل کے گہرے جذبات کا اظہار ہوتا تھا، جیسے واسوخت ریختہ و غزل وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اور اس قسم کی نظم قدیم زمانے سے مروج ہے اور عبرانی نظم عموماً اسی قسم کی ہے۔ قدیم اسرائیل میں شاہنامہ یا ناٹک کی طرز کی نظم کا رواج نہ تھا۔ چوں کہ عہد عتیق بنی اسرائیل کی دینی تاریخ ہے۔ اسی طرح زبور کی کتاب دینی نظم کی کتاب ہے اس میں ایسی نظموں کا ایک مجموعہ پایا جاتا ہے۔ عہدِ عتیق کی باقی کتابوں میں خدا انسان سے متکلم ہے۔ لیکن زبور کی کتاب میں انسان خدا سے متکلم ہے اور اپنے دلی خیالات وجذبات کو خدا کے سامنے ظاہر کرتا ہے۔ زبور کی کتاب میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ اخلاقی شرع انسانی رفتار و گفتار کی رہنما ہے اس لیے عبادت کی ریت و رسوم کو اس نے خیر مقدم کیا اور ہیکل میں خدا کے حضور میں حاضر ہونے پر خوشی کا اظہار کیا ...." (ص ۱۲)

(۱۲) "عبرانیوں کے نام کے خطوط کی تفسیر بطور سوال و جواب"۔ مصنفہ پادری جے جے لوکس صاحب۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور ۱۹۲۱ء ص ۶۸۰۔

(۱۳) "کرنتھیوں کے نام مقدس پولوس کے دوسرے خط کی تفسیر" مصنفہ پادری آرتھر کرائیسٹھ ویٹ صاحب۔ مترجمہ مسٹر بہاری لال ریلارام۔ شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی لاہور۔ مطبوعہ مسیحی پریس۔ لاہور۔ ۱۹۲۶ء ص ۲۰۱۔

(۱۴) "تفسیر نامہ رسول پولوس بنام فلپیان"۔ از پادری ٹی۔ واکر صاحب۔ کرسچین نالج سوسائٹی لاہور۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ ۱۹۲۴ء ص ۲۷۲۔

(۱۵) "تھسلنیکیوں کو پولوس رسول کے پہلے خط کی تفسیر"۔ از پادری جے۔ جے لوکس صاحب مطبوعہ مشن پریس، الٰہ آباد۔ ۱۹۲۸ء ص ۲۰۷۔

(۱۶) "تھسلنیکیوں کے دوسرے خط کی تفسیر" از پادری جے۔ جے لوکس صاحب۔ مطبوعہ مشن پریس، الٰہ آباد۔ ۱۹۲۷ء ص ۱۰۸۔

(۱۷) "یعقوب رسول کے خط عام کی تفسیر"۔ از پادری جے۔ ایچ۔ آربن صاحب ایم۔ اے۔ ایم

www.taemeernews.com

ڈی۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس لاہور ۱۹۲۳ء ص ۱۲۰۔

(۱۸) "پولوس رسول کے خط بنام افسیون کی تفسیر"۔ مصنفہ ڈاکٹر ایچ۔ اربن صاحب ایم۔اے ایم۔ڈی مطبوعہ شری بال مکند اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۶ء ص ۱۴۴۔

(۱۹) "خروج کی کتاب کے مضامین کا مجموعہ بطور سوال وجواب"۔ مصنفہ پادری جے۔ جے لوکس صاحب مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور ۱۹۲۸ء ص ۱۵۰۔

پادری لوکس صاحب نے اپنے عام طرزِ تفسیر کے مطابق اس کتاب کے دیباچے میں بھی سوال وجواب کا التزام رکھا ہے۔

متفرق کتابیں

(۱) مسیحی مطبوعات میں سب سے قدیم کتاب جو میری نظر سے گزری وہ "صلوٰۃ الجماعت کی کتاب" ہے۔ یہ ۱۸۲۹ء میں چرچ مشن پریس کلکتہ میں ۴، + ۲۹۵ صفحات پر چھپی تھی۔ اس کے چند اقتباسات "عقائدِ دین" کے ذیل میں اس باب کے شروع میں دیے جا چکے ہیں، جن سے زبان کا انداز معلوم ہوتا ہے۔ سرورق کے ذیلی عنوان میں انگریزی فقرہ TRANSLATED INTO HINDUSTANI کا ترجمہ "زبانِ اُردو میں مترجم ہوئی" کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مترجم کے نزدیک ہندوستانی اور اُردو ایک ہی زبان کے دو نام ہیں۔ اس کتاب میں عقائد کے علاوہ کلیسا کے رسوم و دستور، صبح وشام کی نماز کے احکام اور مختلف اوقات کی دعائیں درج ہیں۔

(۲) "کتاب طریق الحیات"۔ مطبوعہ امریکن پریسبٹرین مشن پریس، لودیانہ ۱۸۴۷ء ص ۲۱۴۔ ٹائپ نستعلیق۔ اس میں حضرت مسیحؑ کی تعلیمات اور ان کی زندگی کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ضمناً دوسرے مذاہب سے مقابلہ کرکے عیسائی مذہب کی برتری ثابت کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے مولف کا نام درج نہیں۔ نمونہ عبارت حسب ذیل ہے:

"عیسیٰ مسیح کی نجات ایک دوا ہے کہ رحیم وکریم خدا نے اپنی بے انتہا رحمت کے دواخانہ سے عنایت فرمائی ہے تاکہ وے لوگ جو باطنی بیماری میں پھنسے ہیں، اپنے دلی دکھ درد سے صحت وشفا پاویں اور آبِ حیات کا چشمہ اور ہمیشہ کی زندگی کا ایک ایسا درخت ہے کہ

www.taemeernews.com

مشن پریس، لودیانہ۔ بار اوّل، ۱۸۸۲ء ص ۲۷۱۔

(۶) "مسیحی کی خوش وقت زندگی کا بھید"۔ مصنفہ ہینا اسمتھ۔ ترجمہ بابو یونس سنگھ مشن پریس، الہ آباد، ۱۸۸۹ء ص ۲۲۷۔ رومن رسم الخط۔

"مسیح کے ساتھ یکتائی حاصل کرنے کا بیان"

"ایمانداروں کی روح کے ساتھ خدا کے جتنے سلوک ہیں اُن کا یہی مطلب ہے کہ اس کو اپنے ساتھ ایک کرے تاکہ ہمارے خداوند کی وہ دعا پوری ہو کہ وہ سب ایک ہوں جیسا کہ تو اے باپ مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں، کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ایک ہوں"...... "میں ان میں اور تو مجھ میں تاکہ وہ ایک میں کامل ہوں اور تاکہ دنیا جانے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور انھیں پیار کیا ہے جیسا کہ تو نے مجھے پیار کیا ہے۔

خدا نے دنیا کے پہلے ہی یہ جلالی ارادہ کیا کہ ایمانداروں کی روحوں کو اپنے ساتھ ایک کرے۔ یہ وہ بھید ہے جو زمانہ در زمانہ اور پشت در پشت بنی آدم کی نظر سے چھپا ہوا تھا اور مسیح کے مجسم ہونے کے باعث سے پورا ہو گیا۔ یہ کلام میں کھول دیا گیا ہے اور اس کی سچائی کا یقین بہتیرے ایمانداروں نے اپنے تجربہ سے حاصل کیا ہے........

(ص ۱۷۲)

(۷) "آئینہ دل"۔ شائع کردہ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی۔ مطبوعہ مشن پریس، لودیانہ ۱۸۹۹ء ص ۶۰۔ یہ ایک مصوّر کتاب ہے، جس میں انسان کی تصویر بنا کر اس کے اندر مختلف جانوروں کی شکلیں دکھائی ہیں اور انسان کے مختلف جذبات کو ایک ایک جانور سے تشبیہہ دے کر ان کی تشریح کی ہے مثلاً:۔

"دل کے داہنے بازو کے اوپر کی طرف پہلا جانور خوش رنگ مور ہے جو اپنے چمکتے ہوئے پر و بال کو اٹھائے ہوئے غرور سے اکڑتا اور اتراتا ہوا دوسرے جانوروں کو خود پسندی اور گھمنڈ سے دیکھ رہا اور نفرت کرتا ہے۔ یہ پرندہ انسانی غرور کا ایک نشان ہے....

مور کے نیچے لومڑی ہے۔ جب کہ اس کا کام اپنے زور سے نہیں ہو سکتا تو طرح بطرح مکر و فریب کے پھندے لگاتی اور حیلہ سازی کے دام بچھاتی ہے، کس واسطے کہ یہ دوسرے

www.taemeernews.com

جانوروں کی نسبت دغا بازی میں بڑی استاد اور فریبیوں کی پیشوا ہے ......"

(ص ۱۶)

(۸) "مسیح کا نمونہ": مولفہ ڈاکٹر اسٹاکر صاحب بمفید عام پریس، لاہور، ۱۹۰۵ء ص ۲۸۸۔

اس کتاب میں حضرت مسیحؑ کی تعلیمات سے قطع نظر کرکے صرف آپ کی عملی زندگی کا بیان ہے اور اسی کو نمونے کے طور پر تقلید کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ مترجم کا نام درج نہیں۔

(۹) "مسیح کی پیروی": شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۴۴۴۔

یہ تامس اے کمپس کی مشہور کتاب AMITATION OF CHRIST کا ترجمہ ہے۔ مترجم کا نام نہیں لکھا۔

(۱۰) "حلِ مشکلات": یعنی خدا اور دنیا کی نسبت مسیحی مذہب کی رائے۔ حصہ اول۔

از ریورنڈ جیمس آر JAMES ORR ... مترجمہ پادری طالب الدین۔ نول کشور پریس، لاہور ۱۹۱۱ء۔ ص ۲۰۰۔

(۱۱) "یسوع مسیح کا احوال": مولفہ ہنری کارنیکر صاحب شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور ۱۸۹۵ء ص ۱۹۸۔

"اس کتاب کا ہر ایک لفظ پاک نوشتوں سے لیا گیا ہے۔ یہ مسیح کی زندگی اور موت کا احوال بھی بلا تغیر اور تبدل چاروں انجیلوں سے اقتباس کیا ہے۔ مختلف حوادث و تمثیلات وغیرہ جیسا کہ ہر ایک رسول نے بیان کی ہے تاریخ وار جمع کی گئی ہے۔"

(پیش لفظ)

(۱۲) "یسوع مسیح کی گرفتاری اور موت": مولفہ ڈاکٹر جیمس اسٹاکر صاحب۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۹۰۵ء ص ۲۰۸۔

(۱۳) "زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ": مصنفہ ڈاکٹر آر۔ ڈبلیو۔ ڈیل صاحب۔ مترجمہ پادری طالب الدین صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ لاہور ۱۹۱۰ء ص ۲۲۲۔

اقتباس از دیباچہ مترجم:

"اس علم اور ایجاد کے زمانہ میں وہ لوگ جو مسیح کو نہیں جانتے، تعجب کرتے ہیں کہ عیسائی

www.taemeernews.com

باوجود سائنس کی روشنی کے اس بیسویں صدی میں بھی ان باتوں کو مانتے چلے آتے ہیں جو ان لوگوں کے زعم میں بازیچۂ طفلاں سے بڑھ کر نہیں۔ آر۔ ڈبلیو۔ ڈیل صاحب، ال، ال، ڈی نے اپنی کتاب زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ کے دیباچہ میں مختصر طور پر ان حملات کی کیفیت رقم کی ہے، جو موجودہ زمانہ میں مذہب عیسوی پر کیے گئے ہیں۔ ان کے ملاحظے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مسیحیت کے مخالف کس نظر سے اس کو دیکھ رہے ہیں۔ صاحب موصوف نے ان کی مخالفت کا خاکہ کھینچنے کے بعد مدلل اور عام فہم طور پر دکھایا ہے کہ مسیح کے پیرو کیوں اب بھی اس کے لیے جان دینے کو تیار ہیں!

(ص ۵۰)

(۱۴) "مسیح کے خاص دوست"۔ مصنفہ پادری جے، آر، ملر صاحب۔ مترجمہ پادری رلیارام صاحب پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور، مطبوعہ مفید عام پریس، لاہور۔ ۱۹۰۷ء ص ۱۴۴۔

(۱۵) "حیات و خطوط پولوس"۔ مولفہ پادری جے پیٹرسن اسمائتھ صاحب۔ مترجمہ پادری طالب الدین صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور ۱۹۲۹ء ص ۲۰۸۔

(۱۶) "صلیب دلانے والے"۔ مولفہ پادری ڈبلیو۔ ایم۔ رابرٹسن صاحب ایم۔ اے۔ مترجمہ عبدالمجید خاں بی۔ اے مشعل پریس، کھرڑ ضلع انبالہ۔ ۱۹۴۵ء ص ۸۲۔

(۱۷) "بارہ ضروری سوالات مسیح کے بارے میں"۔ مصنفہ پادری سی۔ ای۔ میکارٹنی صاحب مترجمہ ڈاکٹر آئی۔ یو۔ ناصر صاحب۔ مرکنٹائل پریس، لاہور ۱۹۲۷ء ص ۲۰۴۔

یہ سوالات حسب ذیل ہیں۔ اُن کے جوابات تفصیل کے ساتھ ایک ایک باب میں دیے گئے ہیں:

(۱) کیا مسیح کنواری مریم سے پیدا ہوا۔ (۲) کیا مسیح نے نبوت کو پورا کیا (۳) کیا مسیح کی تعلیم اصلی تھی (۴) کیا مسیح نے معجزے دکھائے (۵) کیا مسیح ابن اللہ تھا (۶) کیا مسیح ہمارے گناہوں کے لیے مرگیا۔ (۷) کیا مسیح مردوں سے جی اٹھا (۸) کیا مسیح آسمان پر صعود کرگیا (۹) کیا مسیح پھر آئے گا (۱۰) کیا یسوع مسیح اور پولوس کی تعلیم میں اختلاف ہے۔ (۱۱) کیا کوئی دوسرا یسوع ہوسکتا ہے (۱۲) کیا مسیح کے نئے مخالف پیدا ہوگئے ہیں۔

www.taemeernews.com

(۱۸) "دنیا کا سب سے بڑا ناٹک" :۔ مصنفہ پادری۔ ای۔ سی۔ ڈیوک صاحب۔ مترجمہ تھانیل نور ماہی و عبدالمجید خاں مشن پریس کھرڑ، ضلع انبالہ۔ ۱۹۴۱ء ص ۲۷۔

اس کتاب میں انجیل کے واقعات ڈرامے کے طرز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی ترتیب انجیل مرقس کے مطابق ہے۔ ڈرامے میں مکالمہ نہیں ہے صرف نظارے دکھائے گئے ہیں مثلاً

"پہلا ایکٹ

"پُرامید آغاز

"کوئی بڑی بات واقع ہونے والی ہے

"مقدس مرقس مسیح کی پیدائش کا ذکر نہیں کرتا جو کہ مقدس لوقا اور متی کی انجیلوں میں درج ہے مگر ابتدا میں اس کی انجیل کو پڑھنے والوں کی امیدوں میں بھی اس وجہ سے طوفان پیدا ہو جاتا ہے کہ کچھ واقع ہونے کو ہے جو اپنی نوع میں معمول کے واقعات سے بالکل نمایاں ہے۔

پہلا نظارہ برلب یردن

نقیب اور کردار اعلیٰ

مقدس مرقس کی انجیل کی ابتدائی آیات میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ ایک شاہی جلوس گزر رہا ہے۔ اس جلوس کا مقدم شخص یوحنا بپتسمہ دینے والا پہلے گزر چکا ہے۔ پس اس سے یقین ہوتا ہے کہ ناٹک کا کردار اعلیٰ بہت دور پیچھے نہیں ہے۔ جلدی ہی وہ سامنے آتا ہے اور یسوع کے نام سے اس کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ وہ از حد سادہ لباس میں ملبوس ہے اور اپنے ہی نقیب کا مطیع نظر آتا ہے۔ وہ اسے بپتسمہ دیتا ہے مگر اس نظارہ کا اختتام یوں ہوتا ہے کہ آسمان سے غیر معمولی قوت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ایک الٰہی آواز سنائی دیتی ہے، جو یسوع کے بارے میں اعلان کرتی ہے "یہ خدا کا بیٹا ہے"

(ص ۸-۹)

(۱۹) "ابن حور" :۔ "یا مسیح موعود کی داستان" تصنیف لیو ولیس صاحب۔ مترجمہ، ای۔ ایل جبری صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ مطبوعہ اتحاد پریس، لاہور ۱۹۴۳ء ص ۲۵۶۔

www.taemeernews.com

یہ افسانہ انجیل کی ایک کہانی پر مبنی ہے۔

(۲۰) قیامت مسیح :"توکلکھا ارعا" مولفہ پادری ٹھاکرداس ایم۔ اے۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ ۱۹۴۰ء ص ۱۱۸۔

اس کتاب کا اصل موضوع یہ ہے کہ "خداوند مسیح کا مردوں سے جی اٹھنا اس کی الوہیت اور خدا کا بیٹا ہونے کا ثبوت ہے۔"

(۲۱) "حقوق و فرائض نسواں" :۔ مصنفہ پادری جے۔ ایچ۔ آربن صاحب پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ ۱۹۲۸ء ص ۶۴۔

(۲۲) دعائیں اور مناجاتیں :۔ خلوتی اور خانگی عبادت کے لیے، مترجمہ پادری ولیم میچن صاحب، شائع کردہ نارتھ انڈیا کرسچین ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی، الہ آباد مشن پریس الہ آباد۔ ۱۹۲۸ء ص ۱۰۴۔

اس کتاب میں سال کے ہر ہفتے کے لیے علیحدہ علیحدہ دعائیں اور مناجاتیں درج ہیں۔

(۲۳) "بہترین مسیحی گھر" :۔ مصنفہ مسز ایف۔ ڈی۔ وارث۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، ۱۹۴۳ء ص ۹۶۔

(۲۴) "مشنری پیشوا" :۔ مترجمہ جے۔ آر۔ چیتمبر صاحب۔ شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی، الہ آباد۔ ۱۹۳۴ء ص ۲۴۸۔

اس میں قرونِ اولیٰ کے مسیحی مبلغین کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

(۲۵) "مسیحی دین اور اخلاق" :۔ مصنفہ پادری ہنری ویس صاحب۔ مترجمہ پادری جے علی بخش صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ مطبوعہ مفید عام پریس لاہور۔ ۱۹۰۵ء ص ۲۱۲۔

اقتباس از تمہید حصہ اول :۔

"مضامین کے اس سلسلے کا مقصد یہ ہے کہ مسیحی عقیدے کے بارے میں جو شہادت انسان کی اخلاقی ذات یا طبیعت سے ملتی ہے اس کو ظاہر کرے اور اس میں ایسے لوگوں کے اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے جو اخلاق کے اعلیٰ فرض کو مانتے ہیں لیکن اس امر کا انکار کرتے ہیں کہ مسیحی دین سے کوئی خاص مدد اخلاقی امور میں مل سکتی ہے۔ اس لیے مصنف نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ ہم کو حق اور ناحق کی پہچان حاصل ہے

www.taemeernews.com

اور پھر یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ پہچان یا حق و ناحق کی تمیز جو ہمیں حاصل ہے اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ روحانی جہان اور مشخص خدا کے ساتھ ہمارا رشتہ ہے اور ہم میں روحانی تقاضے پائے جاتے ہیں۔ مسیحیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ روحانی تقاضے سوائے مسیحی دین کے پورے نہیں ہوسکتے۔ ساتھ ہی مصنف ان غلطیوں کو دور کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے جو مسیحی تعلیم کے بارے میں پائی جاتی ہیں اور وہ ظاہر کرتا ہے کہ مسیحی تعلیم انسانی تمیز اور تجربے کے مطابق ہے۔

(۲۶) "برمیاہ کی سوانح عمری اور تعلیم": ۔ از پادری ڈبلیو۔ ایم۔ رابرٹسن۔ ایم۔ اے مترجمہ عبدالمجید خاں بی اے۔ مطبوعہ مشعل پریس، کھرڑ۔ ۱۹۴۳ء ص ۱۲۲۔

(۲۷) "بائبل کو کس طرح پڑھنا چاہیے": مصنفہ پادری آر۔ اے ٹوری صاحب۔ مترجمہ پادری طالب الدین صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور مطبوعہ فیض بخش اسٹیم پریس، فیروزپور شہر ۱۹۰۸ء ص ۱۲۸۔

(۲۸) "عہدِ جدید کی کتابیں": مصنفہ پادری۔ ایچ۔ جی۔ گرے صاحب و پادری۔ جے علی بخش صاحب۔ نول کشور پریس، لاہور۔ ۱۹۰۹ء ص ۱۶۰

"عہد جدید کا بیان"

"نئے عہدنامہ کا بیان کرنے میں ہم دو باتوں کو یاد رکھیں۔

(الف) اس جلد میں ایک ہی مصنف کی ایک ہی تصنیف نہیں بلکہ مختلف مصنفوں کی مختلف تصنیفات ہیں اور اس میں ایک ہی گواہ کی شہادت نہیں بلکہ بہت گواہوں کی، اور وہ الگ الگ ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں مثلاً چاروں اناجیل مسیح کی زندگی کے علیحدہ علیحدہ بیان ہیں۔ ان کا باہمی مقابلہ کرنے سے واقعات کی صحت ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح اگر اعمال کی کتاب کے بیانات کو پولوس رسول کے خطوں سے مقابلہ کریں تو ان کی پوری موافقت ظاہر ہوگی۔ یہ جلد نو مصنفوں کی تصنیفات کا مجموعہ ہے، لیکن تعلیمات کی بڑی بڑی باتوں میں وہ سب یکساں ہیں۔

(ب) الہام کا مسئلہ یہاں خاص طور پر زیر بحث نہیں کیوں کہ اگر بالفرض یہ کتابیں الہامی ثابت نہ ہوں لیکن جن واقعات کا بیان ان میں قلم بند ہوا ہے وہ تواریخی طور پر

www.taemeernews.com

ثابت ہو جائیں تو بھی مسیحی دین قابلِ اعتبار ٹھہرے گا۔ چناں چہ اگر مسیح کی زندگی ایسی ہی پاک گزری جیسا کہ چاروں انجیلوں میں مندرج ہے اور وہ فی الواقعہ مردوں سے جی اٹھا تو اس کے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کافی طور پر ثابت ہے۔ اس امر کا ذکر اس لیے کیا جاتا ہے کہ مسیحی ہونے کے لیے ان واقعات پر ایمان لانا ضروری ہے نہ کہ کتابوں کے الہام پر، کیوں کہ انسان کی نجات مسیح کی موت اور اس کے جی اٹھنے پر موقوف ہے نہ کسی کتاب پر۔

اس رسالہ کا خاص مقصد یہ ہے کہ اس امر کو جانچیں اور تحقیقات کریں کہ جو بیان ان کتابوں میں مندرج ہے وہ تواریخی طور پر قابلِ اعتبار ہے ..... " (ص ۲۰۱)

(۲۹) "تعلیم المسیح" :- یعنی اناجیل اربعہ کے مطابق خداوند کی تعلیم کے خاص اصول' مولفہ رائٹ ریورنڈ ڈاکٹر ڈارسی صاحب، لارڈ بشپ آف کلوہر۔ مترجمہ ڈاکٹر آئی یو۔ ناصر صاحب۔ رفاہِ عام اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۰۸ء۔ ص۔ ۱۴۸۔

"کفارہ کی نسبت ہمارے خداوند کی تعلیم کا خلاصہ"

" ہمارے خداوند کی تعلیم میں کفارہ سے مراد اس نجات سے ہے جو انسان مسیح کی موت کے ذریعہ گناہ سے حاصل کرتا ہے۔ یہ گناہوں کی معافی جو مسیح کی موت اور خون بہانے سے ملتی ہے۔ یہ محبت کا اظہار ہے کیونکہ محبت اپنے آپ کو اس قربانی سے بڑھ کر ظاہر نہیں کر سکتی جس سے انسان اپنی جان اپنے دوستوں کے لیے قربان کر دیتا ہے۔ یہ بے جان کو کھونا تاکہ اس کو دوبارہ حاصل کیا جائے۔ یہ بے گیہوں کا دانہ جو مرنے کے بعد زمین میں گر جاتا ہے اور موت کے ذریعے بہت سا پھل لاتا ہے۔ (یوحنا ۱۲ : ۲۴) یہ مسیح کی زندگی کے بھاری مدعا کی پوری تکمیل کے لیے ایک ضروری قدم ہے۔ وہ اس لیے ظاہر ہوا کہ ابلیس کے کاموں کو مٹائے (یوحنا ۳ : ۸) اور راستبازی اور محبت کی بادشاہت ہمیشہ کے لیے قائم کرے اور یہ مدعا فقط کفارہ ہی کے ذریعے سے پورا ہو سکتا تھا۔" (ص ۱۲۴)

(۳۰) "تحقیق بائبل" :- یعنی بائبل کس طرح پیدا ہوئی اور اس کی خاصیت کیا ہے، جو اسکاٹ لینڈ

www.taemeernews.com

کے نامور پروفیسر ڈاڈز صاحب ڈی ۔ ڈی کے اُن مشہور لکچروں سے تیار کی گئی ہے جو صاحب موصوف نے امریکہ کے طلبہ کو دیے تھے "۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ نول کشور پریس، لاہور ۱۹۱۱ء۔ ص ۱۵۵۔

(۳۱) "حیات المسیح"۔ مولفہ پادری طالب الدین صاحب۔ مسیحی پریس، لاہور۔ ۱۹۲۴ء ص ۲۴

(۳۲) "مذہب کی نسبت ایک بحث"۔ از ڈبلیو۔ الیف۔ جانسن صاحب، ڈی، ڈی شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ لاہور ۱۹۲۳ء ص ۲۱۔

اس مختصر رسالے میں مصنف نے عیسائی مذہب قبول کرنے کے فائدے بیان کیے ہیں۔ بحث ایک مسیحی واعظ اور ہندوستانی دیہاتی کے درمیان مکالمے کی صورت میں ہے۔

(۳۳) "حقیقی دوست"۔ مولف کا نام درج نہیں۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس۔ لاہور۔ بارسوم ۱۹۲۷ء ص ۹۶۔

"اس چھوٹی سی کتاب میں یسوع ناصری کی زندگی کے خاص واقعات سیدھے سادے الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اختصار کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ کتاب اناجیل میں سے بعض منتخب کردہ حصوں کا مجموعہ ہے۔" (از دیباچہ)

(۳۴) "مسرف بیٹا (ڈرامہ) از پادری بالا سنگھ چندر۔ مطبوعہ کوآپریٹیو کیپٹل پرنٹنگ پریس، لاہور۔ باردوم ۱۹۲۹ء ص ۴۸۔

(۳۵) "انجیل مقدس کے چیدہ چیدہ مضامین مع حوالجات"۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ بارِ دوم ۱۹۲۸ء ص ۲۱۔

"اس رسالہ میں انجیل کے بارہ ضروری مضامین کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) خدا (۲) یسوع مسیح (۳) پاک روح (۴) گناہ (۵) نجات کی شرائط (۶) نجات (۷) تقدیس (۸) خدا کی یا آسمان کی بادشاہت (۹) دعا (۱۰) دینا (۱۱) محبت (۱۲) آئندہ زندگی:

(۳۶) "انجیلی اخلاق کا معاشرتی اطلاق"۔ مصنفہ پادری فریڈرک اسپنسر ایم۔ اے مطبوعہ پنجاب

www.taemeernews.com

ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور ۱۹۳۲ء ص ۱۹۔

اس مختصر رسالے میں دکھایا ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی انجیل کی تعلیم معاشرت کی صحیح رہنمائی کرسکتی ہے۔

(۳۷) "چھوٹا منہ بڑی بات": ہاتھ، کان، آنکھ اور زبان کا دلچسپ مناظرہ" شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ بار پنجم، ۱۹۳۲ء ص ۱۳۔

اس مناظرے میں ہر فریق اپنی برتری کے ثبوت میں انجیل کا کوئی قول پیش کرتا ہے۔

(۳۸) "اصلاحِ اخلاق"۔ مصنفہ ڈاکٹر جان مرڈک صاحب۔ شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا۔ مشن اسٹیم پریس، لودیانہ۔ ۱۸۹۱ء۔ ص ۶۰۔

اس کتاب میں ہندوستانیوں کی اصلاح کے لیے اخلاق کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے مثلاً:

"اخلاقی دلیری کیوں کر حاصل ہوتی ہے

"اپنی عادت ایسی بناؤ کہ دوسروں کے دست نگر نہ بنو بلکہ اپنے لیے خود فیصلہ کرو۔ ہر ایک عملی سوال کو خوب سوچ سمجھ کر طے کرو۔ اگر ممکن ہو تو عملی نتیجہ پر پہنچ کر عزم بالجزم کرلو۔ جب کوئی آزمائش سامنے آئے تو پختہ ارادہ سے نہیں کہو اور جب جاں نثاری کا فرض تمہارے سامنے آئے تو مستقل مزاجی سے ہاں کہو۔ جس کام کے جواز کی پروانگی تمہارا ضمیر اور رائے صائب دیدے اس کو فی الفور جاں فشانی اور مستعدی سے انجام دو۔ پہلوتہی کرنے کی رغبت کو دل کے اندر داخل ہونے سے روکو۔"

تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی عام اخلاقی کمزوری کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں، رشتہ داروں، اپنے آرام و آسائش اور لوگوں کی واہ واہ کا زیادہ خیال کرتے ہیں مگر وہ خدا کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔" (ص ۴۹۔۵۰)

(۳۹) "بائبل کے مجازی الفاظ"۔ مرتبہ ریورنڈ قاضی خیر اللہ صاحب۔ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور ۱۹۲۶ء ص ۲۲۔

www.taemeernews.com

اس رسالے میں توریت اور انجیل کے مجازی الفاظ حروفِ تہجی کی ترتیب سے درج کرکے ان کے مفہوم لکھے ہیں، مثلاً:۔

اژدہا:۔ (۱) خطرہ (مزمور ۹۱/۱۳) (۲) ابلیس (مکا ۱۲/۹)

اژدہا دریائی:۔ مصر۔ مصر کا بادشاہ (یسعیا ۲۷/۱)

چہرہ:۔ (۱) رضامندی (مزمور ۴/۶) (۲) بیدنیوں کی سخت دلی (یرمیاہ ۵/۳)

چھڑی:۔ حفاظت وہدایت (مزمور ۲۳/۴)

شہر:۔ قوم۔ اُمت۔ کلیسیا (متی ۵/۱۴)

صنوبر:۔ ممتاز شخص (یسعیا ۱۴/۸ وزکریا ۱۱/۲)

(۵۴) "مذہب اور اخلاق"۔ از پروفیسر لطفی لیوونیاں۔ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی پریس، لاہور ۱۹۳۶ء، ص ۲۱۔

پروفیسر لطفی لیوونیان بیروت کے ایک مشہور مسیحی عالم ہیں۔ ان کے سولہ چھوٹے چھوٹے رسالے پنجاب رلیجس بک سوسائٹی، لاہور، نے اُردو میں ترجمہ کرکے شائع کیے ہیں۔ ان میں سے گیارہ مجھے مل سکے جن کی فہرست ذیل میں درج ہے۔ اقتباسات طوالت کے خوف سے پیش نہیں کیے جاتے۔ صرف ایک رسالہ "مذہب اور اخلاق" کا آخری ٹکڑا یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

"خداوند یسوع مسیح نے ایمان اور اخلاق کے باہمی تعلق کو بڑی خوبی اور وضاحت کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔ چناں چہ وہ فرماتا ہے کہ "جو کوئی میری یہ باتیں سنتا اور ان پر عمل کرتا ہے وہ اس عقلمند آدمی کی طرح ٹھہرے گا جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر پر ٹکریں لگیں لیکن وہ نہ گرا کیوں کہ اس کی بنیاد چٹان پر ڈالی گئی تھی اور جو کوئی میری باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا وہ اس بیوقوف آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا اور مینہ برسا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر کو صدمہ پہونچا اور وہ گر گیا اور بالکل برباد ہو گیا۔"

مسیح کے نزدیک ایمان بغیر عمل یا اخلاق کے بے معنی ہے، اور اعمال یا اخلاق

www.taemeernews.com

بغیر ایمان کے ناممکن۔ لیکن سچ پوچھیے تو انسان کی سیرت گناہ کی وجہ سے جو اس کے اندر بسا ہوا ہے" ایسی بگڑ چکی ہے کہ اس کے لیے نیک اخلاق ناممکن ہیں۔ خداوند یسوع مسیح کے فرمان کے مطابق "برا درخت اچھا پھل نہیں لاسکتا" لیکن جب ہم اس حقیقی انگور کے درخت میں جو مسیح خود ہے پیوند ہوجاتے ہیں اور اس کی زندگی اور طبیعت ہم میں آجاتی ہے تو ہم اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ پسندیدہ کے اہل بن جاتے ہیں اور انجیل کی اصطلاح کے مطابق ایک نئی زندگی حاصل کرتے ہیں لیکن یہ نئی زندگی صرف مسیح پر ایمان لانے سے مل سکتی ہے۔" (ص ۲۱)

پروفیسر موصوف کے دوسرے رسائل حسب ذیل ہیں۔

(۴۱) مذہب میں اختیار واقتدار کا درجہ	ضخامت ص ۱۹
(۴۲) مذہب اور امن وصلح	" " ۱۶
(۴۳) مذہب اور دعا	" " ۱۱
(۴۴) مذہب میں عقل کا درجہ	" " ۱۷
(۴۵) مذہب اور معاشرتی مسائل	" " ۱۶
(۴۶) مذہب میں منبعِ قدرت	" " ۱۷
(۴۷) مذہب وسائنس	" " ۱۵
(۴۸) مذہب کا معیار	" " ۲۲
(۴۹) خودداری	" " ۱۸
(۵۰) حریت	" " ۱۶

جو رسائل مجھے دستیاب نہیں ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔

"خدا کون ہے" "مذہب کیا ہے" "ابتدائے مذہب" "گناہ کیا ہے" "خدا پر ایمان رکھنا کیا ہے"

منظومات

(۱) نظم المزامیر۔ زبور کا منظوم ترجمہ۔ مترجم کا نام درج نہیں۔ مطبوعہ مشن اشیم پریس لودیانہ ۱۹۱۵ء ص ۳۰۴۔

زبور جیسی بلند پایہ کتاب کا یہ منظوم ترجمہ نہایت غیر شاعرانہ ہے۔ مترجم کا عجزِ بیان ایک ایک

www.taemeernews.com

شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) زمزمہ تبلیغ :۔ از منشی کیدار ناتھ منت۔ ۱۹۲۹ء۔ ص ۱۲۔

• یہ نظم اخوت اندراسیہ پنجاب کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں پڑھی گئی۔

(۳) ذکرِ مصلوب :۔ از منشی کیدار ناتھ منت۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور، ۱۹۲۶ء ص ۵۰

اس مسدس کے دو بند یہاں نقل کیے جاتے ہیں :۔

جب کہ مصلوب اسے کرتے تھے جلادِ شقی   مرد شاگرد تو موجود نہ تھے نام کو بھی
عورتیں آئی تھیں کچھ ہمت مردانہ جو تھی   نالہ کرتی تھیں اور اشکوں کی بہاتی تھیں ندی
قبروں کے سونے ہوئے چونک پڑے جاگ اٹھے
شورِ محشر تھا بپا شہر کے رخ بھاگ اُٹھے

کر لیا کام جزائی کا جو حدادوں نے   باقی شدت نہ کوئی رہنے دی شدادوں نے
کر لی بیداد جو کر سکتے تھے بیدادوں نے   پھر صلیب اس کی کھڑی گاڑ دی جلادوں نے
آؤ اب دیکھ لو تصویر مجسم غم کی
سانپ نے کاٹ لی ایڑی پسرِ آدم کی   (ص ۴۴)

(۴) جج کا فرض :۔ ایک اخلاقی قصہ منظومہ منشی کیدار ناتھ منت۔ واشنگٹن پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۲۹ء ص ۱۲۔

(۵) ستم ہامان :۔ "یعنی فریبِ شیطان" از منشی کیدار ناتھ منت۔ واشنگٹن پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۲۹ء ص ۲۰۔

(۶) فریادِ منتظر :۔ "یعنی خداوند مسیح کی آمدِ ثانی پر ایک دل گداز نظم" از مولوی صفدر علی صاحب صفدر۔ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور، ۱۹۲۷ء ص ۱۵۔

"آں خداوند کی آمدِ اول کی یادگار اور آمدِ ثانی کا انتظار"

جلد آ، ماہِ کرامت جلد آ   جلد آ، مہرِ صداقت جلد آ
کاٹے کٹتی ہی نہیں فرقت کی رات   جلد آ، اے صبحِ وصلت جلد آ
موت کے سایہ میں ہم بیٹھے ہیں سب
جلد آ، نورِ قیامت جلد آ

www.taemeernews.com

سیدِ دوراں، امام المتقیں   مقتدائے اولین و آخریں
رہنمائے گمرہانِ راہِ دین   پیشوائے صالحین و صادقیں
بادشاہِ انبیا و مرسلیں
جلدآ، دُرجِ رسالت جلدآ

(۷) نیک سامری :۔ از پادری رحمت مسیح صاحب واعظ۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور ۱۹۲۸ء۔ ص ۱۵۔

(۸) قتل یوحنا :۔ از پادری رحمت مسیح صاحب واعظ۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ ۱۹۲۸ء ص ۱۱۔

(۹) غریب الوطن شاہزادہ :۔ منظوم، پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور۔ ۱۹۲۸ء، جیبی تقطیع ص ۲۲۔

جناب شاکر ایک مشہور اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ اس مسدس میں انھوں نے دکھایا ہے کہ دنیا پر جب گناہوں کا اندھیرا چھا جاتا ہے اور نورِ ایماں کافور ہو جاتا ہے تو عالمِ بالا کا شاہزادہ (یسوع مسیح) اپنے وطن کے عیش و عشرت کو چھوڑ کر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور اس ظلمت کدے کو پھر اپنے انوارِ تجلیات سے منور کر دیتا ہے۔ نمونۂ کلام کے لیے چند بند ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

کہوں کیا آہ تجھ سے ایک دن کا واقعہ ہمدم   کہ شیرازہ زمیں کا یک بیک ہونے لگا برہم
دلوں پر لوثِ عصیاں کا یکایک چھا گیا عالم   اُجڑ کر بزمِ شادی بن گئی دم میں صفِ ماتم
زمیں پر چھا گئی ظلمت کچھ ایسا انقلاب آیا
فروغِ نورِ ایماں کا گہن میں آفتاب آیا

گناہوں کا ہوا کچھ ایسا ہنگامہ بپا آخر   سراسیمہ نظر آنے لگی خلقِ خدا آخر
سحابِ معصیت میں مہرِ ایقاں چھپ گیا آخر   زمیں کے دل سے ہیبتناک نکلی اک صدا آخر
یکایک عالمِ بالا پہ آہِ غم نشیں پہونچی
حضورِ شاہزادہ عرضِ حاجت کو زمیں پہونچی

یہ عالم دیکھ کر آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری   نہ پوچھو کچھ تو رقت قلبِ نازک پر ہوئی طاری

www.taemeernews.com

فرشتوں سے کہا مخلوق کی ہے شرط غم خواری ‌‌ ‌‌ ‌‌ گناہوں کی نجاست سے ملوث ہے زمیں ساری
تباہی مجھ سے اب دیکھی نہیں جاتی ہے دنیا کی
ہوئی حالت دگرگوں غم سے قلبِ ناشکیبا کی ‌‌ ‌‌ (ص ۱۲۔۱۴)

. . . .

اُتر کر پھر فضائے عرش سے وہ آنے والا ہے ‌‌ ‌‌ ہمیں خلدِ بریں کو ساتھ پھر لے جانے والا ہے
جمالِ پاک اپنا ہم کو پھر دکھلانے والا ہے ‌‌ ‌‌ دلوں میں شعلۂ نورِ ازل چمکانے والا ہے
حجابِ شوق حائل گو ابھی شاکر ہے دوری سے
شرف پھر بخشنے والا ہے وہ ہم کو حضوری سے ‌‌ ‌‌ (ص ۲۴)

(۱۰) سبد اور غزلیں :۔ مولفہ پادری ای۔ پی۔ نیوٹن صاحب۔ شائع کردہ امریکن ٹریکٹ سوسائٹی مشن پریس، لودیانہ۔ بارِ سوم ۱۹۳۰ء ص ۷۰۔

یہ اُردو غزلوں اور پنجابی نظموں کا مجموعہ ہے، جن میں مسیحی تعلیمات پیش کی گئی ہیں۔

(۱۱) مجموعہ غزلیات :۔ شائع کردہ نارتھ انڈیا کرسچین ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی الہ آباد۔ مطبوعہ مشن پریس۔ الہ آباد۔ اٹھارہواں ایڈیشن۔ ۱۹۴۶ء ص ۲۳۔

غزلوں کے اس مجموعے میں بھی مسیحیت کی تبلیغ کی گئی ہے۔

(۱۲) بھجن سنگرہ :۔ ہندی بھجنوں (بخط فارسی) اور اُردو غزلوں کا مجموعہ۔ مطبوعہ انڈین پریس، الہ آباد۔ پندرہواں ایڈیشن۔ ۱۹۳۰ء ص ۲۲۔

غزل ۴۵

مجھے اے مسیحا تری جستجو ہے ‌‌ ‌‌ ترا ذکر ہے اور تری گفتگو ہے
گناہوں کے داغوں کو دھوتا ہی ہر دم ‌‌ ‌‌ ترا کیا مبارک مقدس لہو ہے
ازل سے رہا اور ابد تک رہے گا ‌‌ ‌‌ میانِ دو عالم فقط تو ہی تو ہے
ہر اک شے میں ہر رنگ اعجاز پیدا ‌‌ ‌‌ ہر اک جا ترے نخلِ قدرت کی بو ہے
گناہوں سے گو جامۂ دل ہے میلا ‌‌ ‌‌ لہو تیرا کافی پے شستشو ہے
کرم بندۂ زار پر کر مسیحا ‌‌ ‌‌ مرا حال تجھ پر عیاں مو بمو ہے

www.taemeernews.com

(۱۳) سیالکوٹ کنونشن گیت کی کتاب :۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور ۔ بار سوم، ۱۹۴۵ء۔ ص ۱۷۶۔

اس میں اُردو اور پنجابی دونوں زبانوں کی نظمیں شامل ہیں :۔

(۱۴) راحت دل :۔ از پادری رحمت مسیح واعظ ۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس لاہور۔ تیرہواں ایڈیشن ۱۹۲۹ء ۔ ص ۲۱۴ ۔

اس کتاب کے دو حصے ہیں ۔ پہلے حصے میں پنجابی گیت اور غزلیں، دوسرے میں ہندوستانی گیت اور غزلیں ۔

بچوں کی کتابیں

(۱) بابل کے لڑکے :۔ شائع کردہ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس۔ لکھنؤ۔ ۱۹۳۰ء ص ۳۱۔

یہ چھوٹی تقطیع کی چھوٹی سی کتاب بچوں کے لیے لکھی گئی ہے ۔ مختلف نبیوں کے مختصر حالات ایک ایک صفحے میں لکھ کر سامنے کے صفحے پر اس نبی کی تصویر بھی دے دی گئی ہے بچوں کی رعایت سے عبارت جلی خط میں ہے ۔ چند ٹکڑے بطور نمونہ یہاں درج کیے جاتے ہیں ۔

"میرے ماں باپ کے پاس اولاد نہ تھی ۔ بہت عرصہ کے بعد جب میں پیدا ہوا میرے ماں باپ کو بہت خوشی ہوئی ۔ وہ مجھے بہت پیار کرتے تھے ۔ ایک دن خدا نے میرے باپ سے کہا کہ وہ مجھے قربان کرے ۔ جب میرے باپ نے یہ بات سنی تو وہ مجھے چپ چاپ سے قربانی چڑھانے کے لیے لے گیا ۔ تو خدا کا فرشتہ آیا اور میں بچ گیا ۔ بتاؤ میں کون ہوں ؟" (ص ۲)

"میرا باپ مشہور تھا ۔ وہ مجھے بہت پیار کرتا تھا ۔ میں اپنے اوپر فخر کرتا تھا کیونکہ میں بہت خوب صورت تھا ۔ میں چاہتا تھا کہ میں اپنے باپ کی جگہ بادشاہ ہو جاؤں ۔ جب لوگ میرے باپ کے پاس انصاف کے لیے آتے تھے تو میں ان کو اپنی طرف کر لیتا تھا ۔ جس چیز پر میں فخر کرتا تھا اسی سے میری موت ہوئی ۔ بتاؤ میرا نام کیا تھا ؟" (ص ۱۶)

"میری پیدائش بیت اللحم میں ہوئی ۔ گڈریے اور مجوسی مجھے دیکھنے آئے بعد میں ناصرۃ

www.taemeernews.com

میں رہتا تھا۔ وہاں کے پہاڑوں کے پھولوں کو بہت پسند کرتا تھا۔ میں گنہگاروں اور لڑکوں کا دوست تھا۔ میرا دنیا میں پیدا ہونا بہت مبارک ہوا۔ بچو! بتاؤ میں کون ہوں؟"

(ص ۳۰)

(۲) مُلکُ المحبت :۔ مولفہ مِس سی۔ ای۔ پیڈوک۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس لاہور ۱۹۲۶ء ص ۱۵۴۔

یہ کتاب ایک انگریز خاتون نے لکھی ہے جس کا ترجمہ ہندوستانی بچوں کے لیے اُردو زبان میں کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ کی زندگی کے واقعات کہانیوں کے پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔ خط جلی ہے اور زبان سلیس، مگر بچوں کے لیے پھر بھی کسی قدر مشکل ہے۔

(۳) واقعات بزرگانِ بائبل :۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ لاہور مسیحی پریس لاہور ۱۹۲۲ء۔ ص ۲۲۔

(۴) یسوع مسیح کی زندگی :۔ مولفہ پادری جلال الدین صاحب مشعل پریس، کھڑ، ضلع انبالہ۔ ص ۱۱۲۔

"خداوند نے کیا کہا

"مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیوں کہ آسمان کی بادشاہت انہی کی ہے"

"مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں کیوں کہ وہ تسلی پائیں گے"

"مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیوں کہ وہ زمین کے وارث ہوں گے"

"مبارک ہیں وہ جو راستی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیوں کہ وہ آسودہ ہوں گے"

"مبارک ہیں وہ رحم دل ہیں کیوں کہ ان پر رحم کیا جائے گا۔

"مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں کیوں کہ وہ خدا کو دیکھیں گے"

"مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں، کیوں کہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے" (ص ۹)

(۵) پولس کی زندگی :۔ مولفہ پادری جلال الدین صاحب۔ مشعل پریس، کھڑ، ضلع انبالہ ۱۹۴۲ء ص ۱۰۰۔

(۶) مرقس کی انجیل پر سوالات :۔ شائع کردہ امریکن ٹریکٹ سوسائٹی، مطبوعہ مشن اسٹیم

www.taemeernews.com

پریس، لودیانہ ۔ ۱۹۱۵ء ص ۴۶ ۔

یہ کتاب سوالات کے پیرائے میں لکھی گئی ہے ۔ ان سوالوں کے جواب نہیں دیے گئے ہیں بلکہ ہر سوال کے بعد انجیل کی اس آیت کا نمبر دے دیا گیا ہے جس میں اس کا جواب مل سکتا ہے ۔ مثلاً پہلے باب کے شروع کا ایک ٹکڑا حسب ذیل ہے :۔

"۱۔ جب مسیح دنیا میں ظاہر ہوا تو اس سے کچھ دن پہلے کون پیغمبر آیا ؟ (۴)
۲۔ پچھلے پیغمبروں کی معرفت خدا نے یوحنا کے آنے کی کیا خبر دی تھی ؟ (۲ و ۳)
۳۔ یوحنا کہاں ظاہر ہوا ؟ (۴)
۴۔ بیابان میں وہ کیا کرتا تھا ؟ (۴)
(۵) کہاں کہاں کے لوگ اس کے پاس جمع ہوتے تھے ؟ (۵)

. . . . " (ص ۱۰)

(۷) بائبل کے تدریجی سبقوں کی دوسری کتاب ۔ مصنفہ پادری اے ۔ سی کلیٹن صاحب شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی، الہ آباد، انڈین پریس، الہ آباد ۔ ۱۹۲۶ء ص ۲۷۲ ۔

"اس کتاب کے پانچ مقاصد

۱ ۔ بچے کی یاد داشت کو کہانیوں کے ذریعے سے تازہ کرنا ۔
۲ ۔ کہانیوں کے ذریعہ سے بچے کو محسوس کرانا کہ خدا ہمارا آسمانی باپ ایک حقیقی اور شخصی خدا ہے جو ہم میں سے ہر ایک کی حفاظت کرتا ہے اور ہر ایک کو پیار کرتا ہے ۔
۳ ۔ بچوں کو اس امر کے معلوم کرنے میں معاونت کرنا کہ یسوع کس طرح نیکی کرتا تھا ۔
۴ ۔ بچوں میں خواہش پیدا کرنا کہ چونکہ یسوع مسیح رحم دل اور مہربان ہے اس لیے ان پر فرض ہے کہ وہ اس کی تلاش اس کی شناسائی حاصل کرنے کی غرض سے کریں اور اس کی مبارک مرضی پر چلیں ۔
۵ ۔ بچوں کو اس امر کے معلوم کرنے میں مدد دینا کہ خدا ہمارا آسمانی باپ یسوع مسیح کے وسیلہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم وہ راستہ جانیں جس پر وہ ہمیں چلانا چاہتا ہے اور اس لیے ہم اس کے نقشِ پا پر چلیں ۔" (اقتباس از دیباچہ)

www.taemeernews.com

(۸) بائبل کے تدریجی سبقوں کی تیسری کتاب :۔ مصنف پادری اے۔ سی کلیٹن صاحب۔ کرسچین لٹریچر سوسائٹی الہ آباد۔ مطبوعہ انڈین پریس، الہ آباد۔ ۱۹۲۶ء ص ۲۱۸۔

(۹) بائبل کے تدریجی سبقوں کی چوتھی کتاب :۔ مصنف پادری اے۔ سی کلیٹن صاحب کرسچین لٹریچر سوسائٹی، الہ آباد۔ مطبوعہ مشن پریس، الہ آباد۔ ۱۹۲۶ء ص ۲۴۰۔

عیسائیوں نے درسی کتابوں کے ذریعے سے بھی جو اسکولوں میں پڑھائی جاتی تھیں بچوں کو مذہب واخلاق کی تعلیم دی ہے۔ مثلاً اُردو ریڈروں کا مندرجہ ذیل سلسلہ :۔

(۱۰) اُردو کی پہلی کتاب :۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور، مطبوعہ مفید عام پریس لاہور۔ ص ۴۵۔

اس میں پہلے حروفِ تہجی دیے گئے ہیں۔ پھر حرفوں کے ملانے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اس کے بعد چھوٹے چھوٹے جملے ہیں انہی میں موقع موقع سے مسیحی تعلیمات درج ہیں جیسے :۔

"سب کے ساتھ نرمی سے کلام کرو۔ ماں باپ کی خدمت کرو اور ان کے تابع رہو۔ غریب کا دل ہاتھ میں لانا لازم ہے ...... بدی سے باز آؤ اور نیکی کا پیچھا کرو۔ بدی کے عوض کسی سے بدی نہ کرو .... جو تھوڑا بوتا ہے وہ تھوڑا کاٹے گا۔ جو بہت بوتا ہے وہ بہت کاٹے گا:" (ص ۴۴)

(۱۱) اُردو کی دوسری کتاب :۔ مطبوعہ انڈین کرسچین پریس، الہ آباد ۱۹۰۵ء ص ۹۶۔

اس کتاب میں بہتر سبق ہیں جو اخلاقی نصائح، عام معلومات اور مسیحی تعلیمات پر مشتمل ہیں۔

(۱۲) اُردو کی تیسری کتاب :۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور، امریکن مشن پریس، لودیانہ۔ بارِ سوم، ۱۸۹۰ء۔ جیبی تقطیع ص ۲۴۰۔

اس میں بھی عام معلومات کے مضامین کے علاوہ مذہبی اور اخلاقی تعلیمات شامل ہیں۔ مثلاً ستائیسویں سبق میں "بت پرستی کا بیان" ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر کسی لڑکے کو بھوک لگے تو وہ روٹی مانگنے کو کس کے پاس جائے گا۔ اگر وہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے پاس نہ جائے تو کیا اس کو روٹی ملے گی یا اگر ان کے پاس جانے کے بدلے وہ کسی پتھر سے روٹی مانگے تو کیا روٹی پائے

www.taemeernews.com

گا۔ کیا پتھر اس کو کچھ دے سکے گا۔ کیا وہ اس کی بات سن سکے گا۔ یا اس سے یہ کہہ سکے گا کہ فلاں جگہ روٹی رکھی ہے وہاں سے جا کے نکال لو۔ یا کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ آ میں تجھ کو روٹی دوں ہرگز نہیں۔ آج تک کسی نے نہ کبھی یہ دیکھا نہ کبھی یہ سنا ہے کہ پتھر کسی سے بولا ہو یا کسی کو کچھ دیا ہو۔

بت پرستی بڑی بے جا بات ہے۔ عبادت اور پرستش صرف خدا کا حق ہے۔ وہ ہر وقت ہماری دعا کو سنتا ہے اور ہماری ہر حال میں مدد کرتا ہے۔" (ص ۶۲۔ ۶۵)

(۱۳) خطوط بنامِ طفلانِ خُرد: یعنی خطوط چھوٹے لڑکوں کے لیے ان کے باپ کی طرف سے جن کو جیمس بارنے بس نے واسطے فائدہ طلبا سنڈے اسکول کے زبانِ انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا۔" مطبوعہ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس۔ لکھنؤ۔ ۱۸۸۷ء ص ۶۷۔

(۱۴) ہدایتِ اطفال: شائع کردہ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنو۔ دسواں ایڈیشن ۱۹۰۱ء ص ۵۲۔

یہ نظم و نثر میں اخلاقی اور مذہبی مضامین کا ایک مختصر مجموعہ ہے۔

(۱۵) شکر کہانیاں: حصہ اوّل۔ از پادری رحمت مسیح صاحب واعظ۔ مطبوعہ امرت الیکٹرک پریس۔ لاہور۔ ۱۹۲۳ء ص ۴۰۔ چھوٹی تقطیع۔

اس کتاب میں اخلاقی سبق کہانیوں کے پیرائے میں دیے گئے ہیں۔ یہ کہانیاں انجیل کی روایتوں پر مبنی ہیں۔

(۱۶) ہمارا خدا ہمارے ساتھ: مطبوعہ مشعل پریس۔ کھرڑ۔ ضلع انبالہ بار دوم ۱۹۴۲ء ص ۴۸

یہ کتاب مس آر۔ ای۔ رابنن صاحبہ کی انگریزی کتاب دی چلڈرنز لائف آف کرائسٹ سے چند ایک تبدیلیوں کے ساتھ اُردو میں ترجمہ کی گئی ہے۔"

ایک اقتباس حسب ذیل ہے۔

خداوند یسوع مسیح کی کچھ تمثیلیں۔

بیج بونے والے کی مثال

www.taemeernews.com

• یسوع اکثر مثالیں سنایا کرتا تھا۔ مثالیں وہ کہانیاں ہوتی ہیں جن کا مطلب چھپا ہوتا ہے۔ اس نے بیج بونے کی ایک مثال دی اور کہا کہ ایک بیج بونے والا بیج بونے نکلا اور بوتے وقت کچھ راہ کے کنارے گرا اور پاؤں کے نیچے رگڑا گیا اور ہوا کے پرندوں نے آکر اُسے چگ لیا اور کچھ پتھر والی زمین پر گرا اور اُگا مگر گیلا نہ ہونے کی وجہ سے سوکھ گیا اور کچھ جھاڑیوں میں گرا اور جھاڑیوں نے ساتھ ساتھ بڑھ کر اُسے دبا لیا اور کچھ اچھی زمین پر گرا اور اس نے اُگ کر سو گنا پھل دیا۔

اس مثال کا مطلب یہ ہے کہ بیج خدا کا کلام ہے جو راہ کے کنارے گرا وہ کلام ہے جس کو لوگ سنتے تو ہیں پر کام میں نہیں لاتے اور جو پتھر والی زمین پر گرا وہ کلام ہے جس کو لوگ تھوڑی دیر تک تو مان لیتے ہیں لیکن پھر جلدی بھول جاتے ہیں اور جو جھاڑیوں میں گرا وہ کلام ہے جس کو لوگ مان لیتے ہیں مگر دنیا کے فکر یا دولت کے سبب سے اس پر قائم نہیں رہتے اور جو اچھی زمین میں گرا وہ کلام ہے جس کو لوگ مان لیتے ہیں اور نیک دل میں سنبھالے رہتے اور صبر سے پھل لاتے ہیں[1]۔"

---

[1] بالکل یہی مثال کتاب "بوذاسف و بلوہر" میں ملتی ہے۔ یہ سنسکرت کی ان قدیم کتابوں میں سے ہے جن کا ترجمہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں عربی میں ہوا تھا۔ اس میں گوتم بدھ کے حالاتِ زندگی تمثیلی حکایات کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ بوذاسف، بدھ کی عربی شکل ہے اور بلوہر اس جوگی کا نام ہے جس کی عارفانہ تلقین سے بدھ نے شہزادگی کے عیش و آرام کو چھوڑ کر غربت اور مسکنت کی زندگی اختیار کی تھی۔ "بوذاسف و بلوہر" کی عبارت جس میں بیج بونے والے کی مثال بیان ہوئی ہے، مندرجہ ذیل ہے:۔

"بیج بونے اور اُگنے کی مثال"

"بلوہر نے کہا کہ سب سے اچھا علم وہ ہے جو خدائے پاک کو پہچاننے اور اچھے کام کرنے کی راہ بتلائے۔ اس لیے میں جو کچھ تجھ سے بیان کرتا ہوں اس کو سمجھ۔ کسان عمدہ بیج لے کر بونے کے لیے نکلتا ہے اور مٹھی بھر بھر کر کھیت میں بکھیرتا ہے ان میں سے کچھ تو کھیت کی بندولوں پر گرتے ہیں جو بہت جلد چڑیوں کا رزق ہوتے ہیں اور کچھ ایسے پتھر پر گرتے ہیں جس پر تھوڑی

www.taemeernews.com

سی مٹی اور کسی قدر نمی ہوتی ہے۔ یہ دانے اُگتے تو ہیں مگر جب ان کی جڑیں پتھر تک پہنچتی ہیں تو سوکھ جاتے ہیں اور کچھ پرخار زمین پر گرتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں بالیں نکلتی ہیں اور پھلنے کو آتی ہیں تو کانٹے ان کی گردنیں دبا کر سکھا ڈالتے اور ضائع کر دیتے ہیں۔ اور ان میں سے تھوڑے اچھی پاک و صاف زمین پر گرتے ہیں جو محفوظ رہ کر نشو ونما پاتے اور بخوبی پروان چڑھتے ہیں؟ اس کی تشریح یہ ہے کہ کسان تو حکمت جاننے والے ہیں اور عمدہ دانے ان کے پندونصائح ہیں اور وہ دانے جو مینڈوں پر گرتے اور جن کو چڑیاں چگ جاتی ہیں وہ نصیحتیں ہیں جو کانوں ہی تک پہنچ کر رہ جاتی اور دل تک نہیں پہنچتی ہیں اور جو دانے پتھر کی نمناک مٹی پر گر کر اُگتے ہیں اور بعد میں ان کی جڑیں پتھر پر پہنچ کر سوکھ جاتی ہیں۔ وہ، وہ باتیں ہیں جن کو کسی شخص نے جی لگا کر سنا اور اچھا جانا اور اپنی سمجھ سے ان کو پہچانا ہو مگر ان پر عمل کرنے کے ارادہ سے ان کو گرہ میں نہ باندھا اور نہ اس کی عقل نے ان کو اپنا بنا لیا ہو۔ اور جو بیج اُگے اور پھیلنے کو ہوئے مگر کانٹوں نے ان کو سر اٹھانے نہ دیا۔ وہ ایسی نصیحتیں ہیں جن کو سننے والے نے گرہ میں باندھ رکھا اور عقل نے ان کو سمجھا بھی، مگر جب ان پر عمل کرنے کا وقت آیا جو ان کا پھل ہے اس وقت نفسانی خواہشوں نے ان کو دبا کر ضائع کر دیا اور جو دانے پاک و صاف زمین میں پہنچے اور محفوظ رہ کر پھولے پھلے اور پروان چڑھے وہ ایسی نصیحتیں ہیں جن کو عقل و بینائی نے پسند اور کانوں نے قبول کیا اور دل نے محفوظ رکھا اور ارادے نے ان کو تکمیل کو پہنچایا۔ یعنی نفسانی خواہشوں کو اکھاڑ پھینکنے اور نجس خیالات سے قلب کو پاک کرنے کا کام ان سے لیا "

(۱) "بوزاسف و بلوہر" اردو مترجمہ مولوی سید عبدالغنی صاحب۔ مطبع شمسی حیدرآباد۔ دکن۔ (ص ۴۳-۴۵)

---

www.taemeernews.com

بہائی مذہب

بہائی مذہب نے ایک مختصر رسالہ "نئے دن کا طلوع"[1] میں خلاصہ امرِ بہائی، یوں بیان کیا گیا ہے:

"سو برس سے زیادہ عرصہ گزرا جب کہ مشرق و مغرب مادیت کی تاریکی اور بے دینی سے نکلنے کے لیے یکساں جدوجہد کر رہے تھے، امرِ بہائی یومِ جدید کے اٹل دعوے کے ساتھ اٹھا۔ ۲۳ مئی سنہ ۱۸۴۴ء کو سید علی محمد باب نامی (جو اہلِ اسلام میں قائم آلِ محمدؐ و مہدی کہلاتے ہیں) ایک نورانی ایرانی نوجوان اپنے پیغام کی اشاعت کے لیے کھڑا ہوا اور اس زبردست معلمِ الٰہی کے آنے کی بشارت دی جو دلوں کو زندہ، دماغوں کو روشن، خیالات کو متحد اور دنیاوی رسوم کو متحد کرے گا۔ مصائب کی بارش میں چھ سال تک بہادرانہ استقلال سے تبلیغ و تعلیم میں مصروف رہنے کے بعد حضرت باب، مسلمانوں کے تعصب و استبداد کا شکار ہوئے۔ یعنی ۹ جولائی سنہ ۱۸۵۰ء کو تبریز میں عوام کے سامنے شہید کر دیے گئے۔ اس اساس پر امرِ مبارک کی بنیاد حضرت بہاء اللہ نے رکھی جنھوں نے تمام دنیا کے لیے انفرادی اور اجتماعی حیاتِ جدیدہ کے اصول و قوانین ایسے ظلم و ستم کے حالات میں نازل فرمائے جو کسی دین کی تاریخ میں نہیں پائے جاتے۔

---

[1] نئے دن کا طلوع۔ شائع کردہ بہائی پبلشنگ کمیٹی، دہلی مطبوعہ لکشمی پرنٹنگ ورکس کراچی

www.taemeernews.com

حضرت بہاء اللہ نے مشرق و مغرب کو خوش خبری دی کہ روح القدس شجرِ انسانیت کو دوبارہ سخت ضرورت کے وقت تازگی بخشنے کے لیے پھر ظاہر ہوا ہے۔ بہائی یندی الحوت، امنِ عامہ اور معرفتِ آلہی کا دورِ عظیم شروع ہوگیا ہے۔ انھوں نے ہر شخص کو ان خدائی تعلیمات میں حصہ لینے کے لیے دعوت دی جو ان پر نازل ہو رہی تھیں۔ تمام مخالف طاقتوں نے امر اللہ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ چنانچہ حضرت بہاء اللہ اور ان کے چند وفادار پیروؤں کو طہران میں قید کر لیا گیا، ان کی جائداد اور حقوق ضبط کر لیے گئے۔ اس کے بعد بغداد، قسطنطینہ، اڈریا نوپل جلاوطن کر کے بھیجا گیا اور آخر ۱۸۶۸ء میں عکّہ کے مقام پر ایک اجڑے ہوئے جیل خانے میں جو ترکی کے خونی اور سنگین قیدی رکھنے کی جگہ تھا اور کوہ کرمل کی وادی میں واقع ہے، حبسِ دوام کی سزا دی گئی۔ حضرت بہاء اللہ کے سب سے بڑے فرزند ارجمند حضرت عبد البہا بچپن ہی سے اپنے والد کے مصائب میں بہ رضا و رغبت شریک رہے اور قید خانہ عکّہ میں چالیس سال قید رہے اور بالآخر ۱۹۰۸ء میں ترکی انقلاب کے بعد نوجوان ترکوں نے جو اتحادِ انسانی کے حامی تھے، ان کو رہائی دلائی۔

حضرت بہاء اللہ نے ۱۸۹۲ء میں صعود فرمایا اور حضرت عبد البہا امر بہائی کے مقررہ رہنما اور مفسر ہوئے اور رہائی پانے کے بعد ۱۹۲۱ء یعنی اپنے زمانہ صعود تک مفسر اور رہنما کی حیثیت سے خدمت ادا کرتے رہے۔ چناں چہ آپ کی مسلسل مصروفیت، انتھک محنت و کوشش اور اعلیٰ حکمت کے ذریعہ سے ندائے الٰہی رفتہ رفتہ مگر مضبوط طور سے دنیا کے ہر حصہ میں پہنچ گئی۔ موجودہ زمانہ میں ولی امر اللہ حضرت عبد البہا کے نواسے حضرت شوقی افندی کے ذریعے سے اب اہلِ بہا کا اتحاد اور حضرت بہا اللہ کی تعلیمات پرورش پا رہی ہیں۔ حضرت بہا اللہ کی تعلیم وہ پاک روح ہے جو انسان کو حیاتِ جدید بخشتی ہے": (ص ۶-۱۰)

اس کے بعد رسالہ مذکور میں" امر بہائی کی بارہ اصولی تعلیمات" درج ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

- یہ تعلیمات اب سے اسی (۸۰) سال قبل حضرت بہاء اللہ نے پیش کیں اور آپ کی اس زمانہ کی شائع

www.taemeernews.com

شدہ کتبِ مقدسہ میں موجود ہیں۔

(۱) وحدتِ عالمِ انسانی :- حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ اے اہلِ عالم تم ایک درخت کے پتے اور ایک ہی باغ کے پھل ہو یعنی دنیا ایک درخت کی مانند ہے۔ مختلف قومیں اور جماعتیں اس کی متعدد اور بہت سی شاخیں ہیں۔ پہلے ادیان میں دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ ایک اہلِ کتاب یا "شجرۂ طیبہ" دوسرے "شجرۂ خبیثہ"۔ یعنی دنیا کے نصف لوگ بے دین اور کافر سمجھے جاتے تھے۔ آدھے لوگ تو خدا کی رحمت کے حقدار سمجھے جاتے تھے اور آدھے خدا کے غضب کا شکار خیال کیے جاتے تھے لیکن آج کوئی فرق نہیں ہے۔ کسی کو ایک دوسرے کو کافر سمجھنے کا حق حاصل نہیں ......

(۲) تحری حقیقت بآزادی :- یعنی ہر شخص کو نہایت آزادی کے ساتھ مذہب کی تحقیقات کرنی چاہیے، اپنے آباؤ اجداد کی اندھا دھند تقلید نہ کرنی چاہیے بلکہ اپنے کانوں سے سننا، آنکھوں سے دیکھنا اور اپنے دماغ سے کام لے کر تلاشِ حق کرنا چاہیے کیوں کہ آباؤ اجداد کے اعتقادات کی بنیاد تقلید ہی پر مبنی ہے۔

(۳) وحدتِ ادیان :- تمام مذاہب و ادیان کے بنیادی اصول ایک ہیں۔ حقیقت ایک ہے دین کی بنیاد سچائی پر ہے اور سچائی ایک ہی ہوتی ہے۔ اس لیے تمام مذاہب کی بنیاد بھی ایک ہی ہے....

(۴) دین باعثِ اتحاد ہونا چاہیے :- ہر ایک دین ایک عظیم الشان اور مقدس تجلّیٔ الٰہی کی مانند اہلِ عالم کے لیے حیات بخش ہوتا ہے۔ انسان کو حقیقی عزت دے کر بنی نوعِ انسان میں ہمیشہ کی زندگی پیدا کرتا ہے۔ مذہب دشمنی، منافرت، بے انصافی اور ظلم کے واسطے نہیں ہے اگر مذہب دشمنی اور کینہ کا سبب ہو تو اس سے یقیناً بے دینی بدرجہا بہتر ہے...

(۵) مذہب سائنس کے مطابق ہونا چاہیے :- دین کو ہمیشہ معقول ہونا چاہیے اور سائنس سے بالکل متفق، تاکہ سائنس دین سے اور دین سائنس سے اتفاق کرے اور دونوں حقیقت میں ناقابلِ تفریق ہوں......

(۶) مساواتِ مرد و زن :- دین بہائی میں یہ ایک خاص چیز ہے، کیوں کہ پہلے مذاہب میں ہمیشہ مرد کا پلّہ عورت سے بھاری رہتا تھا۔ لیکن اب مکمل مساوات کا دور ہے لڑکا اور لڑکی ایک ہی قسم کی تعلیم پائیں۔ کیوں کہ ایک ہی قسم کی تعلیم بنی آدم میں اتحاد پیدا کر سکتی ہے۔

(۷) ترکِ تعصبات :- یہ بات مسلم ہے کہ مظاہرِ الٰہی ہمیشہ انسانوں میں اتحاد پیدا کرنے آتے ہیں نہ کہ

www.taemeernews.com

انھیں منتشر کرنے کے لیے .... لہذا ہم کو چاہیے کہ ہر طرح کے تعصبات خواہ وہ قومی ہوں یا وطنی، مذہبی ہوں یا سیاسی، دور کر کے بنی نوع انسان میں اتحاد کا ذریعہ بن جائیں۔

(۸) صلح عمومی :۔ تمام انسانوں اور قوموں کو امن سے رہنا چاہیے۔ حکومتوں، قوموں، مذہبوں اور ہر ایک دین کے ماننے والوں میں صلح عمومی کا ہونا لازمی ہے۔ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس وقت اس چیز کی سخت ضرورت ہے۔

(۹) تعلیم عمومی :۔ ہر ایک شخص کو تعلیم و تربیت میں حصہ لینا چاہیے اور یہ شرکت تعلیم مذہب کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ بچوں کو جبریہ تعلیم دی جائے۔ اگر ان کے والدین نہیں ہیں تو اہل جماعت ان کی خبر گیری کریں۔

(۱۰) حل اقتصادیات :۔ پہلے پیغمبروں کی کسی کتاب میں اقتصادی مسئلے کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا لیکن حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات میں اس کا حل موجود ہے۔ کچھ احکام نازل کیے گئے ہیں جو تمام انسانوں کی بہتری اور بہبودی کے کفیل ہیں۔ جس طرح دولت مند فارغ البالی کے ساتھ راحت و آرام سے رہتا ہے، غریب آدمی کو بھی رہنے کو گھر اور کھانے کو غذا ملنی چاہیے وہ کبھی بھوک اور حاجت کا شکار نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

(۱۱) عالم گیر زبان :۔ ایک بین الاقوامی معاون زبان اختیار کی جائے گی جو دنیا کے ہر حصے میں رائج ہوگی۔ تمام اقوام کی ایک کمیٹی ہونی چاہیے جو کہ ایسی مناسب زبان تجویز کرے جو بین الاقوامی خیالات کے اظہار کا باعث ہو اور دنیا کے ہر اسکول میں پڑھائی جائے تاکہ ہر شخص کو صرف دو زبانوں کی ضرورت رہے ایک مادری زبان، دوسری عالم گیر زبان۔

(۱۲) بیت العدل عمومی :۔ قدرتِ الٰہی کے زیر سایہ اور عام انسانوں کی نگرانی میں ایک بیت العدل عمومی قائم ہوگا۔ اس بیت العدل کے فیصلوں کو ہر شخص کو ماننا پڑے گا۔ اس طرح قوم کی مشکلات حل ہو جائیں گی .... ،، (ص ۱۰ - ۱۹)

"محفل ملی بہائیاں ہندو برھما" نے اپنے مذہب و اخلاق کی متعدد کتابیں اُردو میں شائع کی ہیں۔ ان میں سے جو مجھے دستیاب ہو سکیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) بہاء اللہ و عصر جدید :۔ مولفہ جے۔ ای۔ ایسلمنٹ۔ مترجمہ عباس علی بٹ کمال پرنٹنگ ورکس دہلی بار دوم ۱۹۴۵ء۔ ص ۲۰۲۔

www.taemeernews.com

دین بہائی کا آغاز تو ایران میں ہوا لیکن اس کے اصول انگلستان اور امریکہ کے بعض حلقوں میں بھی قبول کر لیے گیے چناں چہ اس کتاب کا مولف بھی ایک انگریز ہے جو اس دین کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بہائی ہو گیا تھا، جیسا کہ کتاب کے دیباچۂ طبع اول سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کتاب میں باب، بہاء اللہ اور عبدالبہا کے تاریخی حالات اور دین بہائی کی تعلیمات تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ بعض مقامات جن سے بہائی مذہب کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:۔

بشارت جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے یہی ہوتا آیا ہے کہ جب کبھی لوگوں میں روحانی کمزوری کے آثار نمایاں ہوئے اور ان کے اخلاق بگڑ گئے تو وہ محیر العقول اور پراسرار ہستی یعنی پیغمبر ظاہر ہوتا ہے ...... ان بانیان ادیان کی نسبتی بزرگی کے بارے میں ہمارے خیالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ ذرائع تربیت انسانی میں ایک نہایت طاقتور عنصر ہوتے ہیں۔ یہ سب انبیا یک آواز فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ ہمارے واسطے خدائی وحی اور آسمانی پیغام ہے ہم صرف اس کے لانے والے ہیں۔ ان انبیا کا جس قدر کلام اس وقت موجود ہے اس میں ایک معلم و مربی عالم کے ظاہر ہونے کے بے شمار وعدے اور اشارے پائے جاتے ہیں کہ وقت کے پورا ہونے پر یہ تمام دنیا کا مربی ظاہر ہوگا اور ان کے کام کو پورا کرے گا اور اسے تکمیل تک پہنچائے گا۔ وہ دنیا میں امن وعدل کی سلطنت قائم کرے گا اور دنیا کے تمام مذہبوں اور قوموں اور نسلوں کو ایک خاندان بنادے گا تاکہ صرف ایک گلہ اور ایک ہی اس کا گلہ بان ہو اور سب ادنیٰ و اعلیٰ خدا کی معرفت حاصل کریں۔

آخری ایام میں اس مربی عالم انسانی کی آمد یقیناً تاریخ کا ایک نہایت ہی اہم ترین واقعہ ہونا چاہیے۔ تحریک بہائی دنیا میں اس بڑی خوش خبری کا اعلان کر رہی ہے کہ یہ مربی اعظم فی الواقع ظاہر ہو گیا ہے اور اس پر وحی آسمانی کا نزول ہوا جو کتاب کی صورت میں موجود ہے۔ جسے ہر طالب صادق پڑھ سکتا ہے ...... (ص ۱۲-۱۴)

"حضرت بہاء اللہ نے بار بار صاف طور سے فرمایا ہے کہ آپ تمام دنیا کے لوگوں کے وہ معلم ہیں جس کی آمد کی دنیا ایک مدت سے منتظر تھی۔ اس فضل ایزدی کا ذریعہ ہیں جو پہلے

www.taemeernews.com

کے سب فیوض سے بالا و برتر ہے، جس میں پہلے سب ادیان اسی طرح مل جائیں گے جس طرح دریا سمندر میں مل جاتے ہیں۔ آپ نے ایک ایسی بنیاد ڈالی ہے جو تمام دنیا میں اتحاد قائم کرے گی اور زمین میں ایک شاندار امن اور لوگوں کے درمیان آشتی پیدا کرنے والی ہوگی، جس کے بارے میں انبیا نے پیشین گوئیاں کیں اور جسے شاعروں نے اپنے اشعار میں نظم کیا ہے۔" (ص ۱۸)

حضرت باب مُبشّر سیّد علی محمد جو بعد میں باب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء مطابق یکم محرم ۱۲۳۵ھ ہجری کو جنوبی ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ خاندانِ سادات میں سے تھے ..... جب پچیس سال کے ہوئے تو آپ نے خدا کے حکم کے مطابق اعلان کیا کہ بزرگ و برتر خدا نے اپنے کو باب کے مقام کے لیے برگزیدہ کیا ہے ....

ان ایام میں یہ عقیدہ کہ خدائی پیغمبر کا اچانک ہونے والا ظہور نزدیک ہے۔ اگرچہ عام طور پر پھیلا ہوا تھا مگر فرقہ شیخیہ میں خاص طور پر اس کا چرچا تھا۔ اسی فرقہ کے ایک نہایت مشہور عالم ملا حسین بشروئی کے سامنے سب سے پہلے حضرت باب نے اپنے مشن کا اعلان کیا.....

علمائے شیعہ نے نہایت شدومد سے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور فارس (جنوبی ایران) کے متعصب اور ظالم حاکم حسین خاں کو اس نئی چیز کے دبانے پر آمادہ کیا۔ اس وقت سے حضرت باب کے لیے قید اور جلا وطنی، عدالتوں میں ذلیل جرح و قدح کا مقابلہ، تازیانوں کی سزائیں اور ایسے ہی دکھ اور مصائب کا سلسلہ شروع ہوا جو آخر کار ۱۸۵۰ء میں آپ کی شہادت پر ختم ہوا۔" (ص ۲۸ - ۳۱)

"حضرت باب کو یوحنا بپتسمہ دینے والے سے تشبیہ دی گئی ہے مگر ان کا مقام صرف مبشر ہی کا نہیں وہ بذاتِ خود ایک مظہر الٰہی بھی تھے اور انھوں نے ایک مستقل شریعت عطا کی اگرچہ اس کا دور چند سال ہی رہا۔ اہل بہا کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ دونوں مل کر بہائی امر کے بانی تھے . . .

www.taemeernews.com

حضرت باب کی تعالیم کا ایک اہم حصہ قیامت اور بہشت و دوزخ کی اصلیت و اصطلاحات کی تشریح ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قیامت سے مراد آفتاب حقیقت کا تازہ ظہور ہے۔ مردوں کے زندہ کرنے کا مطلب بطور جہالت و غفلت و نفسانیت میں دبے ہوؤں کو روحانی زندگی عطا کرنا ہے۔ قیامت کا دن نئے ظہور کا دن ہے جس کے دین کے رد و قبول سے بھیڑیں، بکریوں سے علیحدہ کی جاتی ہیں، کیوں کہ بھیڑیں اپنے اپنے گڈریے کی آواز کو پہچانتی ہیں اور اس کی پیروی کرتی ہیں۔ بہشت سے مراد خدا کو جیسا کہ وہ اپنے ظہور کے ذریعے ظاہر ہو پہچاننے اور اس سے محبت کرنے کی خوشی ہے، جس کے سبب ہر شخص حسب استعداد کمالات حاصل کرتا ہے اور مرنے کے بعد خدا کی بادشاہت اور ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ دوزخ سے مراد خدا کے عرفان سے محروم رہنا اور اس طرح خدائی کمالات کو حاصل نہ کرسکنا اور فضل ابدی کو کھو بیٹھنا ہے۔ آپ نے واضح طور سے فرمایا کہ ان اصطلاحات کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں۔ لوگوں کے درمیان مادی جسم سے اٹھنے اور مادی بہشت و دوزخ کے بارے میں جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں وہ صرف وہم کے شوشے ہیں۔ آپ نے تعلیم دی کہ انسان کے لیے موت کے بعد ایک زندگی ہے اور اس زندگی میں مدارج کمالات لامحدود و لاانتہا ہیں۔

حضرت باب اپنے کلام میں اپنے پیروؤں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ برادرانہ محبت والفت میں دوسروں سے ممتاز ہوں، مفید صنعت و حرفت سیکھی جائے، ابتدائی تعلیم عام کردی جائے۔ اس نئے اور عجیب دور میں عورتوں کو کامل آزادی دی جائے گی۔ غربا و مساکین کو ایک خزانۂ عامرہ سے گزارہ مہیا کیا جائے گا۔ بھیک مانگنا نہایت سختی سے حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح مسکرات کے استعمال کو بھی ایسی ہی سختی سے حرام قرار دیا جائے۔"

(ص ۲۷۔۲۸)

حضرت بہاء اللہ

میرزا حسین علی جو بعد میں بہاء اللہ کے لقب سے معروف ہوئے میرزا عباس نوری کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ میرزا عباس حکومت ایران کے ایک وزیر تھے۔ حضرت بہاء اللہ ۱۲ نومبر ۱۸۱۷ء مطابق ۲ محرم ۱۲۳۳ ہجری کو

www.taemeernews.com

صبح صادق کے وقت ایران کے دارالسلطنت طہران میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان بہت دولت مند اور آپ کے متعدد رشتہ دار حکومت کے مختلف صیغہائے سول اور ملٹری میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے ...... ۱۸۴۴ء میں جب حضرت باب نے اعلان فرمایا تو اس وقت حضرت بہاء اللہ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ اعلانِ حضرت باب کی آواز سنتے ہی حضرت بہاء اللہ نے اس نئے امر کو لبیک کہا اور فوراً ہی آپ اس نئے دین کے بے خوف اور طاقتور مبلغین میں گنے جانے لگے۔

آپ اس امر کی خاطر دو دفعہ قید اور کوڑے کی ضرب اٹھا چکے تھے کہ اگست ۱۸۵۲ء میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے بابیوں پر بلاؤں کا ایک ایسا طوفان برپا کیا کہ ہر ایک بابی کی جان خطرے میں پڑ گئی۔

صادق نام ایک نوجوان جو خود بھی بابی تھا اور جس کا آقا بھی بابی تھا۔ اپنے آقا کے عذابِ شہادت کو دیکھ کر ایسا متاثر ہوا کہ بدلے کے جوش میں بھر کر اس نے شاہِ ایران پر حملہ کر دیا .... مگر شاہ کے مصاحبین نے فوراً اسے پکڑ لیا اور وہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بے انصاف بادشاہ نے تمام بابیوں کی جماعت کو اس کا ملزم ٹھہرایا اور نہایت بے رحمانہ قتلِ عام کا حکم دیا۔ اسی بابی تو اسی وقت طہران میں انواع واقسام کی اذیتیں دے دے کر شہید کر دیے گئے۔ بہتوں کو پکڑ کر قید خانوں میں ڈالا۔ ان قیدیوں میں حضرت بہاء اللہ بھی تھے۔" (ص ۴۱، ۴۲)

اس کے بعد حضرت بہاء اللہ کے بغداد بھیجے جانے کا بیان ہے۔ بغداد ہی میں انھوں نے اپنی بعثت کا اعلان کیا۔

من یظہرہ اللہ

" بغداد کے قریب ایک باغ میں خیمہ لگانا پڑا۔ یہ باغ نجیب پاشا کا باغ کہلاتا تھا اور آپ بارہ دن تک یہاں فروکش رہے۔ ان بارہ ایام (۲۱ اپریل سے ۲ مئی ۱۸۶۳ء تک یعنی حضرت باب کے اعلان سے ۱۹ سال بعد کے پہلے دن آپ نے اپنے چند چیدہ احباب کو یہ خوشخبری سنائی کہ آپ ہی وہ "من یظہرہ اللہ" ہیں جس کی آمد کی خوشخبری حضرت باب نے دی تھی

www.taemeernews.com

اور جو تمام انبیا کا موعود ہے۔ جس باغ میں یہ اعلان کیا گیا وہ بہائیوں میں باغِ رضواں کے نام سے مشہور ہوا اور ان بارہ دنوں میں وہ ایک عید مناتے ہیں جس کا نام عیدِ رضواں ہے۔" (ص ۴۹)

بہاء اللہ کا مقام "بہاء اللہ کے مقام کو صحیح طور پر سمجھنا ایک اہم مسئلہ ہے آپ کے کلمات دوسرے مظاہرِ الٰہی کے کلمات کی طرح دو قسموں میں منقسم کیے جا سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جن میں آپ ایک انسان کی طرح کلام فرماتے ہیں جو خدا کی طرف سے اپنے بنی نوع کو پیغام دینے کے لیے آیا ہے۔ دوسرے وہ کلمات جن سے مترشح ہوتا ہے کہ خود خدا بول رہا ہے۔" (ص ۶۳)

"حضرت بہاء اللہ کی کتابوں میں یہ کلام دفعۃً ایک مقام سے دوسرے مقام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ابھی تو ایک انسان کلام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور ابھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود کلام کر رہا ہے۔

مقام بشریت سے کلام فرماتے ہوئے بھی بہاء اللہ اس طرح کلام فرماتے ہیں جس طرح خدا کا فرستادہ کلام کرتا ہے اور لوگوں کو رضائے الٰہی کے سامنے کامل تسلیم کا زندہ نمونہ بن کر دکھائے آپ کی تمام زندگی روح القدس سے معمور تھی۔ اس لیے آپ کی زندگی اور تعلیمات میں بشری و الٰہی عنصر کے درمیان کوئی صاف خط نہیں کھینچا جا سکتا۔" (ص ۶۹)

(۲) باب الحیات :۔ یعنی ترجمہ مقالہ سیاح۔ جس کو ایک ایرانی سیاح نے حضرت بہاء اللہ اور حضرت باب عز اسمہما کے حالاتِ زندگی اور فرقہ بہائیہ کے مختصر واقعات اور تعلیمات کے متعلق فارسی زبان میں لکھا ہے اور جس کا ترجمہ جناب سید مصطفٰے صاحب رومی نے اردو میں کیا۔ شائع کردہ انجمن بہائیہ رنگون مطبوعہ نول کشور پریس، لاہور۔ ۱۹۰۸ء۔ ص ۲۱۸۔

"بابیت" کا مفہوم واضح کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے :۔

"جب انھوں نے (باب نے) مذہبی دعوت شروع کی تو سب سے پہلے بابیت کا اظہار کیا۔ لفظ بابیت سے ان کی مراد یہ تھی کہ میں ایک ایسے جلیل القدر شخص کے فیض پہنچانے کا ذریعہ ہوں جو دنیا میں موجود ہیں لیکن ان کے وجود سے لوگ ابھی ناواقف ہیں

www.taemeernews.com

اور ان کے کمالات غیر متناہی ہیں۔ میری حرکات وسکنات ان کے ارادے کے تابع ہیں اور میں ان کی محبت میں جکڑا ہوا ہوں۔ باب نے اپنی پہلی کتاب میں جو سورۂ یوسف کی تفسیر لکھی ہے ہر جگہ انہی غائب شخص کو جن سے وہ فیض یاب تھے مخاطب کیا ہے اور اپنے کام کے آغاز اور درستی کے لیے انہی سے مدد طلب کی ہے اور انہی کی راہ میں اپنی جان فدا کرنے کی آرزو اور تمنا کا اظہار کیا ہے .... اسی طرح انھوں نے آیاتِ قرآن کی شرح وتفسیر اور عربی زبان کے خطبے اور مناجاتیں بہت سی تالیف کی ہیں اور ان تمام تالیفات میں لوگوں کو اسی شخصِ غائب کے ظہور کے انتظار کا شوق دلایا ہے۔ انھوں نے ان تالیفات کو الہامی صحیفوں اور کلامِ فطری کے نام سے موسوم کیا ہے اور تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ فرشتے کے ذریعے سے اپنے اوپر وحی اترنے کا انھوں نے دعویٰ بالکل نہیں کیا۔" (ص ۴۰۳)

(۳) لوح ابن ذئب: "ازکتبِ مقدسہ حضرت بہاء اللہ۔ اردو ترجمہ" طابع وناشر ادارہ کوکبِ ہند، دہلی۔ مطبوعہ جید برقی پریس، دہلی۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۲۰۔

حضرت بہاء اللہ نے الواح کے نام سے متعدد رسالے لکھے ہیں، جو بہائیوں کے نزدیک الہامی صحیفے ہیں۔ یہ لوح ایک ایرانی عالم کے جواب میں لکھی تھی۔ اس کے دو اقتباسات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

"بعض بیانات جو الواح میں خاص طور پر اس جماعت کے لیے نازل ہوئے ہیں ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ سب لوگ نمایاں یقین کے ساتھ جان لیں کہ اس مظلوم نے وہ کام کیا ہے جو سب عقل مندوں اور مظاہرِ عقل وانصاف کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہیں۔

اے خدا کے دوستو جو خدا کے شہروں میں رہتے ہو اور اے خدا کے پیار و جو خدا کی بستیوں میں بستے ہو، یہ مظلوم تمھیں امانت اور دیانت کی نصیحت کرتا ہے۔ مبارک وہ بستی جو امانت ودیانت کی روشنیوں سے فائز ہے۔ انہی دونوں کے ذریعے سے انسان کا درجہ بلند ہوتا ہے اور تمام عالمِ امکان کے باشندوں پر اطمینان کا دروازہ کھلتا ہے۔ مبارک وہ انسان جو دونوں کو مضبوط تھامتا ہے اور ان کی شان کو پہچانتا ہے اور اس پر افسوس جو ان دونوں کے مقام سے منکر ہے اور دوسرے مقام پر یہ کلمات نازل ہوئے ہیں۔ ہم

www.taemeernews.com

خدا کے بندوں کو اور اس کی کنیزوں کو عصمت اور تقوی کا حکم دیتے ہیں تاکہ وہ خواہشِ نفسانی کے خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور خداوند خالقِ ارض و سما کی جانب متوجہ ہوں اسی طرح ہم نے بندوں کو اس وقت حکم دیا تھا جب کہ نیر آفاق، افقِ عراق سے جلوہ گر ہوا تھا۔"

(ص ۱۷)

"ہم نے اشراقات میں سے چوتھے اشراق کے اندر ذکر کیا ہے کہ ہر امر کے لیے مددگار کی ضرورت ہوتی ہے اور اس ظہور میں فتح مندشکر پسندیدہ اعمال اور اخلاق ہیں اور خوفِ خدا ان لشکروں کا سپہ سالار اور سردار ہے۔ وہی سب کا قائم رکھنے والا اور سب کا حاکم ہے۔

کتاب تجلیات کی تیسری جلد میں ہم نے ذکر کیا ہے (کہ انسانی) وجود کی بلندی و برتری کا باعث علوم و فنون اور صنعتیں ہیں۔ علم وجود کے لیے بمنزلہ بازو اور ترقی کا زینہ ہے۔ اس کا حاصل کرنا سب پر فرض ہے۔ لیکن علوم سے مراد وہ علوم ہیں جن سے دنیا کو نفع پہنچے، نہ وہ علوم جو صرف حرف سے شروع اور حرف ہی پر ختم ہو جاتے ہیں۔ دنیا پر علم و ہنر والوں کا بڑا حق ہے۔ اس روشن مقام میں اُم البیان اس بات پر گواہ ہے۔ بیشک انسان کے لیے اس کا علم حقیقی خزانہ ہے ......" (ص ۲۰)

(۴) کتاب ایقان :- مصنفہ حضرت بہاء اللہ۔ شائع کردہ بہائی پبلشنگ کمیٹی، دہلی جید برقی پریس دہلی سنہ درج نہیں۔ ص ۱۶۸۔

اس کتاب میں مصنف نے اپنے نقطۂ نظر سے توریت، انجیل اور قرآن کی بعض آیات کی تفسیر لکھی ہے اور اصولِ ادیان کی وحدت اور نزولِ کتب کی علت بیان کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ کم و بیش ایک ہزار سال کے بعد نئی شریعت کا نزول ہوتا رہتا ہے چناں چہ اپنے صاحبِ شریعت اور اپنی کتاب بیان کے آسمانی کتاب ہونے کا اعلان مندرجہ ذیل عبارت میں کرتے ہیں :-

"یہ شہر ہر ایک ہزار سال یا کم و بیش کے بعد از سرِ نو سجایا جاتا ہے۔ پس اے میرے دوست ہم کو اس شہر تک پہنچنے اور خدا کی محبت و عنایات سے بڑے بڑے حجابات کو چاک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ کامل استقلال سے اس افسردہ روح کو نئے محبوب

www.taemeernews.com

(پیغمبرِ جدید) کی راہ میں قربان کریں اور لاکھوں عاجزیوں کے ساتھ التجا کرنی چاہیے تاکہ فیضانِ الٰہی ہمیں حاصل ہو۔ یہ شہر کیا ہے؟ یہ ہر زمانہ میں خدا کی کتاب ہے۔ مثلاً موسیٰ کے زمانہ میں توراۃ، عیسیٰ کے انجیل، محمد رسول اللہ کے عہد میں قرآن اور اس زمانے میں کتاب "بیان" اور اس کے عہد میں جس کو خدا ظاہر کرے گا؛ اس کی کتاب ہے، جس کی طرف پہلی تمام کتابیں لوٹتی ہیں اور وہ تمام کتابوں پر حاوی ہے۔ ان شہروں میں رزقِ روحانی مقرر اور جاودانی نعمتیں مقدر ہوتی ہیں۔ یہ شہر روحانی غنا اور قدیم نعمت عطا کرتے ہیں، اہلِ انقطاع و تجرید کو نعمتِ توحید عطا کرتے ہیں اور بے نصیبوں کو مستغنی بناتے ہیں اور آوارگانِ دشتِ جہالت کو ساغرِ معرفت بخشتے ہیں" (ص ۱۲۷)

(۵) نئے دن کا طلوع:- شائع کردہ بہائی پبلشنگ کمیٹی۔ لکشمی پرنٹنگ ورکس، کراچی سنہ درج نہیں۔ ص ۴۰۔

یہ وہی رسالہ ہے جس سے "خلاصۂ امرِ بہائی" شروع میں نقل کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس کے چند مزید اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں جو حضرت بہاء اللہ اور عبدالبہا کے اقوال پر مشتمل ہیں۔ ان میں نصیحت اور حکمت کی باتیں بھی ہیں اور بہاء اللہ کے مظہرِ الوہیت اور حاملِ نبوت ہونے کا اعلان بھی۔

"کلماتِ مکنونہ از حضرت بہاء اللہ"

"اے دوستو۔ فنا ہونے والی خوب صورتی کے لیے حسنِ باقی کو نہ چھوڑو اور اس فنا ہونے والی خاک کی دنیا سے محبت نہ کرو۔

اے فرزندِ وجود، اپنے آپ کو دنیا میں نہ پھنسا، کیوں کہ جیسے ہم آگ سے سونے کو پرکھتے ہیں، ویسے ہی سونے سے ہم اپنے بندوں کی آزمائش کرتے ہیں اے فرزندِ انسان، جب خوشی میں آئے تو آپ سے باہر نہ ہو اور مصیبت میں بے دل نہ ہو کیوں کہ یہ دونوں چیزیں گزرنے والی ہیں، دیرپا نہیں۔

اے مسافرو، زبان میری ثنا کے لیے مخصوص ہے۔ اس کو تہمت اور بہتان سے آلودہ نہ کرو۔ جب غصہ آئے تو اپنی غلطیوں کو دیکھو اور میری مخلوق کی عیب جوئی نہ کرو۔ کیوں کہ ہر شخص دوسرے کی بہ نسبت اپنے حالات بہتر جانتا ہے (ص ۲۲-۲۳)

www.taemeernews.com

اے بندۂ من، بہترین شخص وہ ہے جو قوت بازو سے معاش حاصل کر کے اپنے خدا کی راہ میں اپنے پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔

اے فرزند آدم، کسی دوسرے کے گناہ پر لب نہ کھول جب تک کہ تو خود گنہگار ہے اگر تو اس حکم کی نافرمانی کرے گا تو مردود ہوگا اور میں اس پر گواہ ہوں" (ص ۲۴)

"نصائح حضرت عبدالبہا"

خدائی آواز سنو جو دنیا کے ہر حصے سے آرہی ہے کہ اے فرزندان آدم آؤ میرے پاس آؤ۔ وہ جو پیاسے ہوں میرے پاس آئیں اور وہ شیریں پانی نوش کریں جو دنیا کے ہر حصہ پر برس رہا ہے۔ یہی وعدہ کا وقت ہے...... کیا اب تمہیں مناسب ہے کہ تم سب سستی وغفلت کے بستروں پر پڑے سوتے رہو جب کہ وہ باپ جس کا مسیح نے وعدہ کیا تھا ہمارے درمیان آگیا اور انتہائی لطف وفیض کے دروازے کھول دیے۔ ہم کو ان پچھلے لوگوں کی طرح نہ رہنا چاہیے جو خدائی آواز سننے کے لیے بہرے اور اس کا جمال دیکھنے کے لیے اندھے تھے بلکہ ہم کو چاہیے کہ ہم اپنی آنکھیں کھولیں تاکہ اسے دیکھیں اور اپنے کان کھولیں تاکہ اس کی آواز سن سکیں اور اپنے دلوں کو صاف کریں تاکہ وہ محبوب ہمارے دلوں میں بسے۔ یہ دن ایمان اور عمل کے دن ہیں نہ کہ زبانی جمع خرچ کے۔ ہم کو خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہیے اور اس زبردست دعوت سے مستفید ہونا چاہیے جو تیار کی گئی ہے......" (ص ۲۳-۲۵)

(۶) مفاوضات عبدالبہا :- گفتگو بر سر ناہار : مرتبہ کلیفورڈ بارنی امریکانیہ۔ جس کا ترجمہ اصل فارسی سے حسب امر مبارک محفل مقدس روحانی مرکزی ہندو برما عباس علی بٹ بی۔اے۔ای۔ڈی۔ایچ پی نے کیا۔ محفل مقدس روحانی مرکزی ہندو برما نے طبع کرا کے شائع کیا، ۱۹۲۷ء مطبع کا نام درج نہیں بڑی تقطیع ص ۱۹۵

یہ کتاب ایک امریکن بہائی خاتون کی تالیف ہے اور اصلاً ان سوالوں کے جوابات کا ایک مرتب مجموعہ ہے جو خاتون مذکورہ نے دین بہائی اور مختلف روحانی مسائل پر کئی ملاقاتوں میں عبدالبہا سے کیے تھے۔ ایک اقتباس جس میں انبیا کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں اور حضرت بہاء اللہ کو ایک مستقل نبی بتایا گیا ہے حسب ذیل ہے۔

www.taemeernews.com

"سوال :۔ انبیا کی کتنی قسمیں ہیں ؟

جواب :۔ انبیا دو قسم کے ہیں۔ ایک بالاستقلال و متبوع ۔ دوسرے غیر مستقل و تابع۔ انبیائے مستقلہ صاحبِ شریعت اور دورِ جدید کے موسس ہوتے ہیں۔ ان کے ظہور سے دنیا ایک نیا چولہ بدلتی ہے اور ایک نئے دین کی بنیاد پڑتی ہے اور ایک نئی کتاب نازل ہوتی ہے۔ یہ انبیا حقیقتِ الوہیت سے بلاواسطہ فیض حاصل کرتے ہیں۔ ان کی نورانیت نورانیتِ ذاتی ہوتی ہے۔ بعینہٖ آفتاب کی مانند جو خود اپنی ذات سے روشن ہے۔ اس کی روشنی اس کی ایک لزوم ذاتی ہے کسی دوسرے سیارے یا ستارے سے حاصل کی ہوئی نہیں یہ مطالعِ صبح احدیت فیض کے سرچشمے اور ذاتِ حقیقت کے آئینے ہیں۔ دوسری قسم کے نبی تابع و مروّج ہیں کیوں کہ فرع ہیں، مستقل نہیں۔ یہ نبی انبیائے مستقلہ سے فیض پاتے ہیں اور نبوتِ کلیہ سے نورِ ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ چاند کی مانند جو بذاتِ خود روشن وساطع نہیں بلکہ آفتاب سے روشنی پاتا ہے۔ مظاہرِ نبوتِ کلیہ جو بالاستقلال اس دنیا میں ظاہر ہوئے۔ ان میں سے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت مسیحؑ، حضرت محمدؐ، حضرت اعلیٰ اور حضرت جمال مبارک[1] ہیں۔ دوسری قسم کے جو تابع و مروّج ہیں، ان میں سے حضرت سلیمانؑ، داودؑ، اشعیاؑ، ارمیاؑ، حزقیاؑ ہیں۔

انبیائے مستقلہ موسس تھے۔ یعنی انھوں نے ایک نئی شریعت کی بنیاد ڈالی اور لوگوں کو ایک نئی خلق بنایا۔ اخلاقِ عموم کو بدل دیا اور ایک نئے طریقے اور نئی روش کو جاری کیا۔ ایک نیا زمانہ شروع ہوا اور ایک نئے دین نے شکل پکڑی۔ ان کا ظہور موسمِ بہار کی طرح ہے کہ سب کائناتِ زمین ایک نئی خلعت پہنتی اور ایک نئی زندگی پاتی ہے۔

دوسری قسم کے نبی جو تابع ہیں شریعت اللہ کو جاری کرتے ہیں۔ دین اللہ کو پھیلاتے اور کلمۃ اللہ کو بلند کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ انبیائے مستقلہ سے ہی حاصل کرتے اور مہتاب کی مانند دوسروں پر نورانی پرتو ڈالتے ہیں۔" (ص ۱۰۸)

اخلاقیات کے سلسلے میں ایک بحث "مجرم کے صحیح طریقۂ علاج" کی ہے۔ سائلہ پوچھتی ہے: "کیا مجرم سزا کا مستحق ہے یا معافی اور درگزر کا؟" اس کا جواب حضرت عبدالبہا یوں دیتے ہیں:۔

---

[1] حضرت اعلیٰ سے مراد "باب" اور حضرت جمال مبارک سے میرزا بہاءاللہ ہیں۔

www.taemeernews.com

اگر ہلاکی کے جنگل کے پیاسے اسے پیویں تو باطنی پیاس اور دلی بھوک کو دفع کر کے ابدی حیات اور حقیقی نیک بختی کے مالک ہو جاویں مگر وہ شخص جو اپنی دلی بیماری سے غافل اور باطنی بھوک پیاس سے بے خبر ہو کر بیہودگی میں اوقات صرف اور خواب غفلت میں عمر ضائع کرتا ہے، سو ہرگز نجات وحیات کی دوا کا متلاشی اور روحانی غذا کا طالب نہیں ہے اور ایسے آدمی سے وہ آب حیات پوشیدہ اور آسمان کے دروازوں کی کنجیاں ناپید ہیں ....." (ص ۲۴۲-۲۴۳)

(۴) "سحر گاہ در انگلستان"۔ مطبوعہ مشن پریس، لودیانہ ۱۸۶۱ء مصنف کا نام درج نہیں جیبی تقطیع۔ ص ۸۸۔ رومن رسم الخط۔

اس مختصر کتاب میں بیان کیا گیا ہے کہ انگلستان میں مسیحیت کا آغاز کیوں کر ہوا۔ اس کی عبارت بہت سلیس اور مقفیٰ ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

"جس جگہ اب انگلستان کے عالی شان شہر نظر آتے ہیں اور وہاں قسم قسم کے غلے اور میوے پائے جاتے ہیں۔ سترہ سو برس ہوا ہے کہ وہاں بجز جنگل اور کانٹوں کے کچھ نشان نہ تھا اور سوا گھاس کی جھونپڑیوں کے کوئی مکان نہ تھا اور جہاں اب صوبہ کنٹ ہے وہاں بھی ایک ویرانہ تھا۔ اس میں بڑے بڑے پتھروں کا بنا ہوا ایک بت خانہ تھا اور ایک بڑا بت جو لکڑی کا گھڑا ہوا تھا وہ اس بت خانہ میں کھڑا ہوا تھا۔ قریب اس کے ایک قبرستان تھا۔ اس میں ایک تازی قبر کا نشان تھا۔ وہاں امو جن نام ایک لڑکی، بھیڑ کے چمڑے کا لباس، بال کندھے پر بکھرے ہوئے، اداس، ایک سنہری بازو بند بازو سے بندھا ہوا اور ڈھال کو سر کے نیچے دھرا ہوا، دور سے دریافت ہوتا تھا کہ وہ سوتی ہے، پر نزدیک سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ روتی ہے ....." (ص ۲۰۱)

(۴) "تذکرۃ المومنین"۔ حصہ اول۔ مصنف ڈاکٹر نینڈر صاحب۔ مترجمہ پادری تارا چند صاحب۔ مشن پریس لودیانہ۔ بار اول۔ ۱۸۶۸ء ص ۱۴۲۔

اس کتاب میں پہلے تین صدیوں کے مسیحیوں کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

(۵) "تذکرۃ المومنین"۔ حصہ دوم۔ مصنف ڈاکٹر نینڈر صاحب مترجمہ پادری تارا چند صاحب۔

www.taemeernews.com

"سزائیں دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم انتقام ہے اور دوسری قسم قصاص ہے۔ کوئی انسان انتقام لینے کا حق نہیں رکھتا، مگر ہیئت اجتماعیہ مجرم سے قصاص لینے کی حقدار ہے اور یہ قصاص آئندہ کی روک ٹوک کے لیے ہے تاکہ کوئی دوسرا شخص اس جرم کی جسارت نہ کرے۔

قصاص حقوق بشر کو محفوظ رکھنے کے لیے ہے، انتقام لینے کے لیے نہیں کیوں کہ انتقام دل کی تسلی ہے جو بالمثل مقابلہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں کیوں کہ انسان انتقام کا حق نہیں رکھتا۔ باوجود اس کے اگر مجرموں سے بالکل بازپرس نہ ہو تو دنیا کا انتظام درہم برہم ہو جائے۔ اس لیے قصاص ہیئت اجتماعیہ کے لوازم ضروریہ میں سے ہے۔ مگر شخص مظلوم جس پر دست درازی کی گئی ہے بدلہ لینے کا حق نہیں رکھتا بلکہ اس کے لیے معاف کرنا اور مہربانی کرنا لازم ہے اور یہی انسان کی شان کے شایاں ہے مگر ہیئت اجتماعیہ کے لیے فرض ہے کہ وہ ظالم اور قاتل اور مارنے والے سے قصاص لے تاکہ آگے کے لیے روک ٹوک ہو اور دوسرے ان جرائم کی جسارت نہ کریں۔

مگر اصل بات تو یہ ہے کہ لوگوں کی ایسی تربیت کی جائے کہ جرم واقع ہی نہ ہو کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ ایک گروہ کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ ارتکاب جرم سے ایسا پرہیز کریں اور اس قدر نفرت کریں کہ ان کے نزدیک خود جرم ایک بڑا دکھ اور سخت عذاب قصاص ہو۔ اس لیے جرم واقع نہ ہوگا تو قصاص کے جاری کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔" (ص ۱۰۳)

www.taemeernews.com

مذہبی اخبارات و رسائل

غیر اسلامی مذہبی اور اخلاقی کتابوں کے علاوہ جو اُردو میں تالیف یا ترجمہ کی گئی ہیں، مذہبی اخبارات و رسائل کی بھی اچھی خاصی تعداد اس زبان میں شائع ہوئی ہے لیکن ان میں سے صرف چند مجھے مل سکے۔ فہرستِ مندرجہ ذیل ان رسالوں اور اخباروں کی ہے جو مجھے دستیاب ہوئے یا جن کا حوالہ صفحات گذشتہ کی مذہبی کتابوں میں ملتا ہے یا جن کا ذکر گارساں دتاسی نے اپنے خطبات اور بعض دوسرے مضمون نگاروں نے اُردو اخبارات کے سلسلے میں کیا ہے۔ یہ فہرست کچھ بہت بڑی نہیں ہے۔ ممکن ہے اس قسم کے اور اخبارات و رسائل بھی اُردو میں شائع ہوئے ہوں لیکن اتنی تعداد سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب اور ان کے اخلاق کے مقبولِ عام بنانے میں اُردو نے کتنا حصہ لیا ہے۔

ہندو مذہب

(۱) گیان پرکاش۔ آگرہ۔ یہ ہندوؤں کا پہلا مذہبی اخبار تھا جو ۱۸۶۲ء میں جاری ہوا۔ اس کا ذکر قاضی عبدالغفار صاحب نے اپنے مضمون "اُردو صحافت" میں کیا ہے جو رسالہ "نگار" بابت نومبر ۱۹۴۰ء میں چھپا تھا۔

(۲) گیاوتی تیرکا:۔ یہ ۱۸۶۵ء میں غالباً بنیا برج سے جاری ہوا (بحوالہ قاضی عبدالغفار صاحب)

www.taemeernews.com

(۳) آبِ حیات ہند :۔ ۱۸۶۴ء سے شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کے متعلق دتاسی نے لکھا ہے :۔

"یہ آگرہ سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے مدیر کا نام بنسی دھر ہے جو آگرہ کے نارمل اسکول میں مدرس ہیں .... اس اخبار کے ہر صفحہ پر ایک خانہ میں اُردو کے مضامین ہوتے ہیں اور اس کے برابر دوسرے خانہ میں وہی مضامین ہندی رسم خط میں ہوتے ہیں۔ ہندی کے حصے کا نام بھارت کھنڈ امرت ہے ... یہ اخبار ماہوار ہے اور حجم سولہ صفحے کا ہے۔ مطبع نور العلم میں طبع ہوتا ہے" (خطباتِ گارساں دتاسی ص ۵۱۲)

(۴) دھرم پرکاش ۔ آگرہ :۔ مرتبہ جوالا پرشاد۔ (خطباتِ گارساں دتاسی ص ۸۰۷)

(۵) رسالہ وگیانی ۔ لاہور ۔ ماہانہ ۔ مرتبہ شیو برت لال۔ اس کے جون تا دسمبر ۱۹۱۱ء کے پرچے لائل لائبریری علی گڑھ میں ملے ۔ اس رسالے میں ہندو مذہب کی تعلیمات خصوصاً ویدانت، آپ نشد اور یوگ پر ایڈیٹر کے مضامین عام فہم زبان میں ہوتے تھے جو بعد میں کتابی شکل میں شائع کر دیے جاتے تھے ۔ چناں چہ وگیان کے سلسلے میں بیس کتابیں بابو شیو برت لال کے قلم سے اُردو میں شائع ہو چکی ہیں جن کی فہرست اس رسالے کے بعض نمبروں میں درج ہے ۔

(۶) رسالہ سنت سندیش :۔ لاہور۔ ماہانہ ۔ مرتبہ شیو برت لال۔ یہ رسالہ بھی عارفانہ اور صوفیانہ مضامین پر مشتمل تھا، جو شروع سے آخر تک ایڈیٹر کے لکھے ہوئے ہوتے تھے ۔ یہی مضامین بعد میں کتابی صورت میں شائع کر دیے جاتے تھے ۔ چناں چہ سنت سندیش کے سلسلے کی بھی بیس کتابیں اُردو میں شائع ہو چکی ہیں، جن کے نام فہرست میں درج ہیں۔ اس کی آٹھویں جلد کا پہلا نمبر (رسالے پر تاریخ اور سنہ درج نہیں) جو یک سندیش کے نام سے موسوم ہے اس کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے ۔

"بزمِ عرفاں کے اجلاس کا دلکش نظارہ ۔ زارِ وحدت کی تلقین کا دل پسند اشارہ ۔ اہلِ تصوف کے ساتھ دلچسپ مکالمہ ۔ مجذوب کی بڑ کے سلسلہ میں توحید کے مضامین کا دلاویز سلسلہ ۔ عام فہم لفظوں میں روحانی دقیقوں کی تشریح ۔ سادہ بیانی میں مشکل معموں کی تشریح یہ سنت سندیش کا "سلسلہ ثانی" ہے ۔

(لائل لائبریری، علی گڑھ)

(۷) رسالہ ست امرت بانی :۔ لاہور۔ ماہانہ۔ مرتبہ شیو برت لال ۔ اس رسالے میں بھی

www.taemeernews.com

تمام مضامین ایڈیٹر ہی کے ہوتے تھے، جو بعد میں کتابی صورت میں شائع کردیے جاتے تھے۔ اس سلسلے کی نو (۹) کتابوں کے نام رسالے کے آخر کی فہرست میں ملتے ہیں۔ سالِ طباعت اس رسالے پر بھی درج نہیں ہے۔ (لائل لائبریری، علی گڑھ)

(۸) رسالہ سنت سماگم۔ لاہور۔ ماہانہ۔ مرتبہ شیو برت لال۔ اس میں بھی ایڈیٹر ہی کی مذہبی کتابیں باقساط شائع ہوتی تھیں چناں چہ اس کی جلد دوم شمارہ ۲۱ تا ۲۴ "نیا بھگت مال" جلد اول پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا ذکر اور ایک اقتباس ہندو مذہب کی کتابوں کے ذیل میں آچکا ہے (لائل لائبریری، علی گڑھ)

(۹) رسالہ سادھو۔ دہلی۔ ماہانہ۔ مرتبہ شیو برت لال۔ اس میں بھی ہندوؤں کی مذہبی کتابیں قسط وار شائع ہوئی تھیں۔ لیکن سادھو کے سلسلے کی زیادہ تر کتابیں منشی سورج نراین مہر دہلوی کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے متعدد کتابوں کے اقتباسات مقالے میں دیے جاچکے ہیں۔ اس میں ایڈیٹر کے وہ مضامین بھی مسلسل شائع ہوتے رہتے تھے جو تکمیل کے بعد کتاب کی شکل میں طبع کردیے جاتے تھے۔ مثلاً "گیان کلپدرم" کے دیباچے میں بابو شیو برت لال لکھتے ہیں کہ "یہ صرف سادھو کے عزیز پڑھنے والوں کے لیے لکھی گئی ہے"۔

(گیان کلپدرم۔ آریہ اسٹیم پریس، لاہور)

(۱۰) پریت لڑی:- لاہور۔ یہ غالباً اخلاقی رسالہ تھا۔ اس کا ذکر ایک اخلاقی کتاب "پریت مارگ" کے سرورق پر ملتا ہے، جس کے مصنف گروبخش سنگھ کے نام کے ساتھ "ایڈیٹر پریت لڑی، لاہور" لکھا ہوا ہے۔

برھمو سماج

(۱) رسالہ برادر ہند۔ لاہور:- "مرأۃ الدین" جس کا ذکر برھمو سماج کی کتابوں کے سلسلے میں آچکا ہے۔ پہلے اسی رسالے میں باقساط شائع ہوئی تھی، جیسا کہ کتاب کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے۔

(۲) رسالہ دھرم جیون۔ لاہور۔ یہ پہلے شاید ماہانہ تھا، جنوری ۱۸۸۸ء سے ہفتہ وار ہوگیا۔ اس میں روحانی اور سوشل زندگی سے متعلق مضامین شائع ہوتے تھے۔

(بحوالہ فہرست کتب برھمو سماج)

www.taemeernews.com

آریا سماج

(۱) "آریا درپن" :- یہ آریا سماج کا پہلا تبلیغی رسالہ تھا۔

(۲) "آریا بھوشن" :- شاہ جہاں پور۔

(۳) "آریا سماچار" :- میرٹھ۔

(۴) "دھرم پرکاش" :- کپورتھلہ۔

(۵) "بلدیو پرکاش" :- آگرہ۔

قاضی عبدالغفار صاحب لکھتے ہیں کہ یہ سب پرچے ۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۰ء تک جاری ہوگئے تھے۔ (نگار۔ نومبر ۱۹۴۰ء) غالباً سب ماہوار رسالے تھے۔ آریا سماچار کی جلدیں بابت ۱۸۸۵ء، ۱۸۸۶ء، ۱۸۹۱ء، ۱۸۹۲ء، ۱۸۹۳ء، ۱۸۹۵ء، ۱۸۹۷ء، ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۰ء کتب خانہ آریہ مندر، علی گڑھ میں موجود ہیں۔

(۶) آریا گزٹ۔ فیروز پور۔ اس کی جلد بابت ۱۸۸۶ء آریا مندر علی گڑھ میں ہے۔

(۷) "آریا بندھو" میرٹھ۔ ماہانہ رسالہ۔ ۱۸۹۸ء، ۱۸۹۹ء، ۱۹۰۱ء، ۱۹۰۲ء، ۱۹۰۴ء، ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کی جلدیں۔ کتب خانہ آریا مندر، علی گڑھ۔

(۸) "اندر"۔ ماہوار۔ مرتبہ دھرم پال۔ جنوری تا دسمبر ۱۹۰۸ء کے متفرق پرچے اور ۱۹۰۹ء کی مکمل جلد۔ کتب خانہ آریا مندر، علی گڑھ۔

(۹) آریا مسافر میگزین۔ ماہوار۔ مرتبہ منشی رام۔ جلد سوم، اکتوبر ۱۹۰۰ء تا ستمبر ۱۹۰۱ء کتب خانہ آریا مندر علی گڑھ۔

(۱۰) "آریا مسافر" :- ماہوار :- مرتبہ منشی رام ۱۹۰۳ء، ۱۹۰۴ء، ۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۷ء کی جلدیں، کتب خانہ آریا مندر، علی گڑھ۔

(۱۱) "ریفارمر"۔ لاہور۔ ہفتہ وار مصور اخبار۔ مرتبہ ودیارتھی۔ بی۔ اے۔ اس کا ۳۸، ۳۹ جلد ۷ بابت ۲۰، ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء "رشی نمبر" کے نام سے شائع ہوا تھا جس کے تمام مضامین سوامی دیانند سرسوتی سے متعلق تھے۔

www.taemeernews.com

(۱۲) "جاگرت"۔ ہفتہ وار۔ لائل پور مرتبہ گیان چند۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء کا پرچہ جلد ۱۵۔ نمبر ۹ تھا۔

(۱۳) "پرکاش"۔ ہفتہ وار دہلی۔ ایڈیٹر تیشی علاراپوری جلد ۴۲ کا ۲۵ تا ۴۶ ویوالی نمبر کے نام سے ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو شائع ہوا تھا۔

(۱۴) "دیش بھگت"۔ ہفتہ وار۔ لاہور۔ مرتبہ گیان چند۔ اس کی گیارھویں جلد کے ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء کے پرچے میں اکثر مضامین آریا سماج پر تھے۔

یہ چاروں ہفتہ وار اخبار مجھے گورودت بھون آریا سماج لائبریری میں ملے۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی

(۱) "امرت کا گھونٹ"۔ میرٹھ۔ ماہوار رسالہ۔ جنوری ۱۹۱۸ء کا پرچہ۔ لائل لائبریری علی گڑھ میں ملا۔

دیو سماج

(۱) "ستیہ دیو سمواد"۔ لاہور۔ ہفتہ وار۔ اس کا ذکر دیو سماج بک ڈپو، لاہور کی فہرست میں ہے۔

سکھ مذہب

(۱) "پریم بلاس"۔ گوجرانوالہ۔ ماہوار۔ "پوتھی سکھ منی صاحب" جس کا ذکر سکھ مذہب کی کتابوں کے سلسلے میں آچکا ہے، اسی رسالے میں باقساط چھپتی تھی۔ کتاب کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے:۔

"یہ ٹیکا ماہواری رسالہ "پریم بلاس" میں کئی سال سے مسلسل مضمون کے طور پر شائع ہوتا تھا۔"

بہائی مذہب

(۱) "پیامبر"۔ دہلی۔ ماہوار رسالہ۔ مرتبہ محفوظ الحق علمی۔ جلد ۱۰ بابت فروری ۱۹۴۶ء کے پرچے میں پہلا مضمون "فرمانِ خداوندی" کے عنوان سے حضرت بہا اللہ کی کتاب "اقدس" کے چند

www.taemeernews.com

اقتباسات پر مشتمل ہے۔

عیسائی مذہب

(۱) "خیر خواہ ہند"۔ مرزا پور۔ مرتبہ پادری۔ آر۔ سی۔ ماتھر۔ دتاسی نے اس کا ذکر اپنے چوتھے خطبے مورخہ ۲۹ نومبر ۱۸۵۲ء میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: "یہ امریکی پروٹسٹنٹ مشنریوں کا اخبار ہے اور اس کا مقصد تبلیغ مذہب ہے"۔ (خطبات دتاسی ص ۲۴) ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اپنے مقالہ "انیسویں صدی میں اردو صحافت" (مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں) میں لکھتے ہیں کہ:

"۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں یہ اخبار بند ہو گیا۔ مگر دتاسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کم سے کم ۱۸۶۵ء تک برابر جاری رہا۔ وہ ۱۸۶۵ء کے خطبے میں لکھتا ہے:

"موصوف (ڈاکٹر ماتھر) مرزا پور سے 'خیر خواہ ہند' ناگری اور فارسی رسوم خط میں برابر شائع کر رہے ہیں" (دتاسی ۱،۴)

(۳) "خیر خواہ خلق":۔ آگرہ ۱۸۶۲ء سے جاری ہوا۔ یہ مہینے میں دو مرتبہ صرف ایک ورق پر چھپتا تھا۔ جس میں دو کالم ہوتے تھے۔ دتاسی کا بیان ہے کہ "یہ بالکل مذہبی قسم کا اخبار ہے۔ اس کا مقصد دین مسیح کی نشر واشاعت ہے" (دتاسی ص ۳۷۸)

(۴) "مخزن مسیحی"۔ الہ آباد۔ ماہوار۔ مرتبہ ریورنڈ جے۔ جے والش۔ لاطینی رسم خط میں جولائی ۱۸۶۸ء سے شائع ہونا شروع ہوا (دتاسی ص ۲۹)

(۵) "رسالہ مواعظ عقبیٰ" یہ ۱۸۶۷ء سے دہلی سے شائع ہونا شروع ہوا ہے اس کی ادارت نو عیسائی ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے" (دتاسی ص ۲۹)

(۶) "کوکب عیسوی"۔ ۱۸۶۸ء سے جاری ہوا (دتاسی ص ۹۷)

(۷) "حقائق عرفان"۔ امرت سر۔ ماہوار تبلیغی رسالہ۔ مرتبہ پادری عمادالدین۔ ۱۸۶۸ء سے جاری ہوا۔ (دتاسی ص ۲۸)

(۸) "صدر الاخبار"۔ آگرہ۔ مرتبہ پادری فنک صاحب۔ ۱۸۴۶ء سے جاری ہوا۔ (مضمون قاضی عبدالغفار صاحب۔ رسالہ نگار۔ نومبر ۱۹۴۰ء)

www.taemeernews.com

(۹) "کوکب ہند"۔ کلکتہ۔ مرتبہ پادری کریون صاحب۔ ۱۸۶۹ء سے جاری ہوا۔ (مولوی عبدالرزاق صاحب۔ رسالہ اُردو، اکتوبر ۱۹۳۵ء)

(۱۰) "شمس الاخبار"۔ کلکتہ۔ مرتبہ پادری رجب علی۔ ۱۸۷۳ء سے جاری ہوا۔ (محمد عتیق صاحب۔ رسالہ نگار۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء)

(۱۲) "رسالہ مسیحی"۔ لاہور۔ کتاب "مسیح کے خاص دوست" مطبوعہ ۱۹۰۷ء پہلے اسی رسالے میں قسط وار چھپتی تھی۔

(۱۳) "رسالہ مسیحی تجلی"۔ لاہور۔ ماہانہ۔ کتاب "حلِ مشکلات" مطبوعہ ۱۹۱۱ء ابتداً اسی میں شائع ہوئی تھی۔

(۱۴) "رسالہ ترقی"۔ لاہور۔ ماہانہ۔ کتاب "حیات المسیح" مطبوعہ ۱۹۲۴ء شروع میں اسی رسالے میں بتدریج شائع ہوئی۔

ان تینوں رسالوں کا حوالہ مذکورہ بالا کتابوں کے دیباچوں میں دیا گیا ہے۔

(۱۵) "رسالہ المائدہ"۔ لاہور۔ مرتبہ موسیٰ خاں۔ اس کی پندرہویں جلد کا دسواں نمبر بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں نے لاہور میں دیکھا۔ اس کے سرِورق پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی: "پون کروڑ مسیحیانِ ہند کا مذہبی، معاشرتی و سیاسی ماہوار اُردو رسالہ"۔ حجم (ص ۴۰)

(۱۶) "الشاہد"۔ سرگودھا۔ مرتبہ پادری کے۔ ایل۔ ناصر۔ "یونائیٹڈ پریسبیٹیرین کلیسائے پنجاب کا ماہوار رسالہ"۔ اگست ۱۹۴۶ء کا پرچہ انیسویں جلد کا پانچواں نمبر تھا۔ حجم ص ۱۲۔

(۱۷) "اخوت"۔ لاہور۔ مرتبہ ایف۔ ایم۔ نجم الدین۔ "اخوت اندرا سیہ پنجاب کا ماہوار رسالہ"۔ یہ اخباری تقطیع کے چار صفحوں پر چھپتا تھا۔ جولائی اور اگست ۱۹۴۶ء کا مشترکہ پرچہ جو مجھے لاہور میں ملا۔ اس کے صفحات کی تعداد بھی چار ہی تھی۔ یہ جلد ۱۹ کا نمبر ۲۰، ۲۱ تھا۔

---

www.taemeernews.com

حاصلِ سخن

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آج جس زبان کو صرف مسلمانوں کی زبان کہا جاتا ہے، اسے ہندوستان کے مختلف فرقوں نے اپنے مذہب و اخلاق کی اشاعت کے لیے بکثرت استعمال کیا ہے۔ اس مقالے میں صرف ان کتابوں کے اقتباسات دیے گئے ہیں جو بعض کتب خانوں میں مجھے مل سکیں، ان کی تعداد بھی تھوڑی نہیں ہے لیکن ان سے بہت زیادہ شمار ان کتابوں کا ہے جو دوسرے کتب خانوں کی فہرستوں میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً انڈیا آفس کے کتب خانہ کی فہرست میں جس کی دوسری جلد کا دوسرا حصہ (مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۰ء) اردو کتابوں پر مشتمل ہے۔ عیسائی مذہب کی کتابوں کی تعداد (۵۳۶)، ہندو مذہب کی (۱۵۳)، جین مذہب کی (۳)، برہمو سماج کی (۲۰)، اور بودھ مذہب کی (۱) ہے یعنی مجموعی طور پر (۷۱۳) کتابیں۔ اس کے مقابلے میں فہرستِ مذکور کی دوسری جلد کے تیسرے حصہ (مطبوعہ سنہ ۱۹۰۲ء) میں جو ہندی کتابوں سے متعلق ہے۔ عیسائی مذہب کی (۲۱۳)، ہندو مذہب کی (۲۲۴)، جین مذہب کی (۲۲)، برہمو سماج کی (۱۳) اور سکھ مذہب کی (۳) کتابیں درج ہیں جن کی مجموعی تعداد (۴۸۵) ہوتی ہے۔ مذہب اور اخلاق کے علاوہ اردو میں غیر مسلموں کی لکھی ہوئی مختلف اصنافِ ادب کی بے شمار کتابیں اس مقالے کے موضوع سے خارج ہیں۔ صرف مذہبی اور اخلاقی کتابوں کا اس کثرت سے اردو میں

www.taemeernews.com

شائع ہونا بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ زبان ملک کے بڑے حصّے کی زبان ہے۔

ہندو اور جین مذہب کی جن کتابوں کے اقتباسات پیش کیے گئے ہیں، ان کی عبارتوں میں مذہبی مصطلحات زیادہ تر سنسکرت کی استعمال ہوئی ہیں، گو بعض مولفین یا مترجمین نے ان کے اُردو ترجمے بھی ساتھ ساتھ دے دیے ہیں۔ ان مصطلحات کا استعمال بالکل فطری ہے۔ مولف یا مترجم دقیق مذہبی تصورات کو اگر عام فہم زبان میں بیان کرنے کی کوشش کرتا تو کامیاب ہونا بہت مشکل تھا کیوں کہ ان مصطلحات کا صحیح مفہوم سادہ الفاظ میں جیسا چاہیے ادا نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں اس کے ہم مذہب جن کے لیے یہ کتابیں لکھی گئی تھیں ان مصطلحات سے مانوس تھے اور ان کا مفہوم بہ نسبت ان کے مترادفات کے زیادہ آسانی سے سمجھ سکتے تھے۔ لیکن مصطلحات سے قطع نظر کر کے دیکھیے تو چند کتابوں کو چھوڑ کر باقی سب کی زبان وہی ہے جس کو ہندوستانی یا اُردو کہتے ہیں، یعنی وہ مشترک زبان جس نے ہندوستان میں جنم لیا اور جس کے پروان چڑھانے میں اس ملک کے باشندوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں بے دریغ صرف کیں۔

بعض ہندو مولفین مثلاً منشی سورج نرائن مہر دہلوی، پنڈت جانکی ناتھ مدن دہلوی، اور بابو شیو برت لال نے تو اپنی کتابوں میں ایسی شستہ اور فصیح اُردو کے نمونے پیش کیے ہیں کہ اس عہد کے کسی انشا پرداز کو رشک آسکتا ہے۔ مذہبی منظومات میں بھی سلاست، روانی اور لطفِ سخن کی متعدد مثالیں مقالے میں ملاحظے سے گزری ہوں گی، جو بلاشبہ قابلِ داد ہیں۔ مثلاً "نسیم عرفان" (ترجمہ گیتا) از منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی، یا رامائن کا وہ منظر جس میں پنڈت برج نرائن چکبست نے بن باس کے وقت رام چندر جی کا ماں سے رخصت ہونا دکھایا ہے۔ یا منشی کنہیا لال کی مثنوی "اخلاق ہندی"۔ ان نظموں پر اُردو زبان بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ یہ چند نام صرف مثال کے طور پر لیے گئے ہیں ورنہ ہندوؤں کی مذہبی اور اخلاقی کتابوں میں سلیس اور شستہ اُردو کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔

پنڈت جینشور پرشاد مائل دہلوی، جن کی کتاب "حسن اول" کا ایک ٹکڑا جین مذہب کی کتابوں کے ذیل میں نقل کیا گیا ہے، اُردو کو اپنی "مادری زبان" کہتے ہیں اور اس کی ترقی اور بہبودی کی کوشش کرنا ایک سعادت مند اولاد کی طرح اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ منشی سورج نراین مہر دہلوی نے اپنی گیان دھیان کی کہانیوں کا مجموعہ "چہل درویش" کے نام سے شائع کیا تو اس کی زبان کے متعلق دیباچہ میں تصریح

www.taemeernews.com

کردی کہ :-

"یہ وہ زبان ہے جو دہلی کے شریف ہندو گھرانوں میں بولی جاتی ہے ۔"

ہندو اور جین مذہب کی بعض کتابوں میں سنسکرت اور ٹھیٹھ ہندی لفظوں کا استعمال عربی اور فارسی الفاظ کے پہلو بہ پہلو ملتا ہے۔ یہ طرزِ تحریر اگر ایک طرف اُردو کی اصل کا نشان دیتا ہے تو دوسری طرف اس امر کا بھی ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ یہ کتابیں خصوصیت کے ساتھ ان مذاہب کے پیرؤوں کے لیے لکھی گئی تھیں جو سنسکرت اور ثقیل ہندی لفظوں کا مفہوم سمجھ لیتے ہیں۔ اس کی تائید مختلف کتابوں کے دیباچوں سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً :-

سوامی رامانند سادھو سیناسی "یوگ سار" کا اُردو ترجمہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

"بہت سے مہاتماؤں نے اس پر گرنتھ بھی تصنیف کیے ہیں مگر چوں کہ وہ سب کے سب دیوناگری ہیں اُردو خواں اصحاب ان کو نہیں سمجھ سکتے اور بے بہرہ ہی رہتے ہیں۔ اس تکلیف کو محسوس کر کے محض اُردو خواں اصحاب کے لیے میں نے اس پستک کو تیار کیا ہے "(مقالہ ص ٦٨)

"یوگ شاستر کے اُردو ترجمے کے ساتھ یہ تصریح بھی درج ہے کہ ہر بھگتوں کے واسطے تیار کرایا۔" (مقالہ ص ٥٩)

بابو شیو برت لال "نیا بھگت مال" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

"ہندو اس کتاب کو ہر پہلو سے متبرک، پاک اور قابلِ تعظیم سمجھتے ہیں ..... نابھاجی کی اصل کتاب ہندی نظم میں ہے جس کی زبان مشکل اور غیر فہم ہے۔ پریاداس جی نے اس کی شرح ہندی نظم میں لکھی ہے۔ وہ بھی آج کل کے آدمیوں کے لیے آسان نہیں ہے ...... سمبت ۱۹۱۶ بکرمی میں لالہ تلسی رام صاحب اگروال نے اُردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا جو بہت مقبولِ عام ہوا ...... یہ ترجمہ بار بار چھپا اور اور اب بھی ملتا ہے (مقالہ ص ٧٠)

"گیتا امرت" مولفہ چودھری روشن لال کے دیباچے میں سر گوکل چند نارنگ، سابق وزیر پنجاب لکھتے ہیں :-

"یہ کتاب درحقیقت وہ ایڈریس ہے جو چودھری روشن لال ایم ۔ اے نے بہ حیثیت

www.taemeernews.com

صدر استقبالیہ کمیٹی پنجاب پراونشل گیتا کانفرنس میں جو ماہ فروری ۱۹۳۵ء میں بمقام ملتان منعقد ہوئی تھی پڑھا تھا؛ (مقالہ ص ۸۲)

ظاہر ہے کہ اس گیتا کانفرنس میں شرکت کرنے والے زیادہ تر ہندو ہی تھے۔

چودھری روشن لال کی دوسری کتاب "گیتا گیان" کے دیباچہ میں بہاری لال جگیاسو، ایڈیٹر دیش بھگت ملتان، مصنف کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:-

"وہ اپنے خیالات کو نہایت آسان زبان میں قلم بند کرتے ہیں تاکہ عوام بخوبی سمجھ جائیں کیوں کہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں عوام کے لیے ہی لکھتے ہیں" مقالہ ص ۸۴، ۸۵)

اسی طرح جین مذہب کی بعض کتابوں میں بھی اس حقیقت کا اظہار صاف لفظوں میں ملتا ہے کہ اردو کی یہ کتابیں اصلاً جینیوں ہی کے لیے لکھی گئی ہیں۔ مثلاً "جین تو درپن" کے دیباچے میں سوامی رتن چند لکھتے ہیں:-

"یہ کتاب ایسے اردو داں اصحاب کے لیے جو پراکرت بھاشا میں دسترس نہیں رکھتے اور جین دھرم کے تتو کو جاننے کی دلی خواہش رکھتے ہیں بڑی محنت اور کوشش سے تیار کروائی گئی ہے" (مقالہ ص ۲۲۲)

"شاہ راہ مکتی" کے عنوان سے بھجنوں کا جو مجموعہ شری مہاویر جین برادرہڈ، گوجرانوالہ نے ۱۹۲۰ء میں شائع کیا تھا اس میں اردو رسم الخط کے اختیار کرنے کی وجہ حسب ذیل بیان کی گئی ہے:-

"یہ سبھا ہر طرح سے جین قوم کی ترقی میں کوشش کر رہی ہے ...... اب سبھا نے یہ وچار کر کے ہماری قوم میں زیادہ تر بھجن ہندی بھاشا ہی میں شائع ہوئے ہیں جس کو کہ عام بھائی نہیں پڑھ سکتے اور اردو بھجنوں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم نے یہ ٹریکٹ ۲۰ اردو بھجنوں میں شائع کیا ہے" (مقالہ ص ۲۳۱-۲۳۲)

"جین مذہب کے بتیس سوتروں کا خلاصہ" بھی لالہ امیر چند جین نے "واسطے افادہ اردو خواں جینی بھائیوں کے" ۱۹۲۶ء میں انبالہ سے شائع کیا تھا (مقالہ ۲۳۲)

یہی لالہ امیر چند اپنی ایک دوسری کتاب "جین مت سار" (شائع کردہ جین منتر منڈل، دہلی ۱۹۳۵ء) کی تمہید میں لکھتے ہیں:-

www.taemeernews.com

اگرچہ جین مذہب ہندوستان کا ایک قدیم مذہب ہے مگر اس کے عقائد و مسائل کا حال عام لوگوں پر اچھی طرح روشن نہیں ہے۔ عام لوگ تو درکنار، خود بہت سے جینی بھی اپنے آبائی دھرم سے ناواقف ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس کے مستند شاستر پراکرت و سنسکرت زبان میں ہیں جن کا آج کل رواج نہیں رہا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لیے اس وقت سلسلۂ مذہب کو جاری رکھنے کے واسطے یہ نہایت ضروری ہے کہ اپنے مذہبی اصول و تواریخ کو واقفیتِ عام کے لیے مروجہ زبان میں لکھا جائے۔ اس ہی خیال سے میں نے ۱۹۱۴ء میں ایک کتاب "جین پرکاش" ، سنہ ۱۹۰۶ء میں "شاہراہِ نجات" اور سنہ ۱۹۱۱ء میں "دھرم کے دس لکشن" "خلاصہ مذہب" نام کے دو ٹریکٹ اردو زبان میں لکھے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ کتاب زمانہ حال کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرے گی اور اردو خواں جین بھائیوں اور دیگر حق پسندوں کے واسطے ایک بڑی کارآمد چیز ہوگی" (مقالہ ص۔ ۲۲۵)

لالہ سوہن لال جینی اپنی کتاب "سناتن جین درشن پرکاش" (مطبوعہ ۱۹۰۲ء) کے دیباچہ میں نہ صرف اردو کے مقبولِ عام ہونے کی شہادت دیتے ہیں بلکہ اس کے مقابلہ میں دیوناگری جاننے والوں کی قلتِ تعداد کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :۔

" ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر آج کل اردو کی زیادہ تر پرورتی ہو رہی ہے۔ دیوناگری سے تو بہت تھوڑے واقف ہیں، زیادہ نہیں۔ اس لیے کتاب اردو میں تحریر ہو تو بہت اچھا ہوگا کیوں کہ ہر ایک پڑھ سکے گا۔" (مقالہ ص۔ ۲۲۶)

برھمو سماج، آریہ سماج، تھیوسوفیکل سوسائٹی، رادھا سوامی مت اور دیو سماج کی کتابوں میں سنسکرت کی مذہبی مصطلحات اور غیر مانوس الفاظ ہندو اور جین مذہب کی کتابوں سے بہت کم ملتے ہیں۔ یہی صورت سکھ مذہب کی کتابوں کی ہے بلکہ ان کی عبارتوں میں ایسی مصطلحات اور الفاظ کی تعداد ہندو مذہب کے اصلاحی فرقوں کی تالیفات و تراجم سے بھی کہیں کم ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سکھوں کے وطن پنجاب میں اردو کی مقبولیت ہندی کے مقابلے میں ہمیشہ زیادہ رہی اور اردو سکھوں کی ثانوی زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔

مسیحی مشنریوں نے ہندوستان میں آکر اپنے مذہب و اخلاق کی تبلیغ کے لیے جس زبان

www.taemeernews.com

کو وسیلہ بنایا وہ یہی مشترک زبان تھی۔ ان کی اردو مطبوعات کی کثرت سے اس زبان کے پڑھنے والوں کی کثرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ انڈیا آفس کے کتب خانہ کی فہرست میں، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، مسیحی مطبوعات کی تعداد (۵۳۶) ہے اور پنجاب ریلجیس بک سوسائٹی، لاہور کی فہرست میں جو ۱۹۴۶ء میں مرتب ہوئی تھی، سوسائٹی اور بعض دوسرے مسیحی اداروں کی کتابوں کا شمار (۵۱۹) ہے۔ اس میں زیادہ تر خود سوسائٹی کی کتابیں ہیں۔ ہندوستان کی دوسری زبانوں میں عیسائیوں نے نسبتہً بہت تھوڑی کتابیں شائع کی ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ وہ اردو ہی کو ملک کے بڑے حصے کی زبان سمجھتے تھے اور اسی کے ذریعہ یہاں کے پڑھے لکھے باشندوں کی اکثریت کو اپنا پیغام پہنچا سکتے تھے۔

اس مقالے کی ترتیب میں عیسائیوں کی تقریباً سوا سو کتابیں دیکھنے کا مجھے موقع ملا۔ زبان کے لحاظ سے یہ سب نہایت سلیس اور صاف عبارت میں لکھی گئی ہیں۔ ہندو اور جین مذہب کی کتابوں میں تو مذہبی مصطلحات کے لیے سنسکرت کے الفاظ ناگزیر طور پر استعمال کیے گئے ہیں لیکن عیسائیوں کی اردو کتابوں میں مذہبی مصطلحات کے لیے بھی عربی یا فارسی کے علاوہ مجھے کسی دوسری زبان کا لفظ نہیں ملا۔ معلوم نہیں گارساں دتاسی کے اس بیان کی بنیاد کیا ہے کہ مسیحی تصانیف میں انگریزی کے الفاظ کثرت سے استعمال کیے جاتے ہیں۔ وہ اپنے چودھویں خطبہ مورخہ ۵ دسمبر ۱۸۶۴ء میں لکھتا ہے:

> "اہل ہند نے اپنے ہاں انگریزی زبان کے بہت سے لفظ رائج کر لیے ہیں بعض اوقات تو ان کی اپنی زبان میں لفظ موجود ہوتا ہے جب بھی وہ ہم معنی انگریزی لفظ کو ترجیح دیتے ہیں ...... اور بہت سارے انگریزی الفاظ پیش کیے جاسکتے ہیں جنھیں اہل ہند خود اپنے لفظوں سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور بہتر سمجھتے ہیں چنانچہ مرزا پور کا اخبار "خیر خواہ ہند" اس قسم کی ہندوستانی میں ہوتا ہے جس میں انگریزی الفاظ کثرت سے کھپائے جاتے ہیں۔ مشنریوں کی بیشتر تصانیف جو مسیحی مذہب کی نشر و اشاعت کے لیے شائع ہوتی ہیں اسی طرز کی زبان میں ہوتی ہیں"
>
> (خطبات گارساں دتاسی، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، ص ۴۱۴-۴۱۳)

۱۸۶۴ء سے پہلے کی مسیحی مطبوعات جو مجھے مل سکیں حسب ذیل ہیں:

(۱) صلوٰۃ الجماعت کی کتاب (۱۸۲۵ء) (۲) کتاب مقدس کا آخری حصہ (۱۸۳۹ء) (۳) ہمارے

www.taemeernews.com

خداوند یسوع مسیح کا نیا وثیقہ (سنہ۱۸۴۱ء) (۴) کتاب القدس، جلد اوّل (سنہ۱۸۴۲ء) (۵) کتاب القدس، جلد ثانی (سنہ۱۸۴۳ء) (۶) کتاب طریق الحیات (سنہ۱۸۴۷ء) (۷) کتاب مقدس (سنہ۱۸۵۴ء) (۸) کتاب مقدس کا احوال (سنہ۱۸۵۹ء) (۹) کتاب عہد جدید (سنہ۱۸۶۰ء) (۱۰) ترجمہ مزامیر باشرح وتفسیر (سنہ۱۸۶۱ء)

ان سب کے اقتباسات مقالے میں دیے گئے ہیں[1]۔ تعجب ہے کہ فاضل خطبہ نگار کی نظر سے مذکورہ بالا ترجمے نہیں گزرے۔ ان ترجموں میں انگریزی کا کوئی لفظ مجھے نہیں ملا، چہ جائے کہ کثرت سے ان کا استعمال۔ سنہ۱۸۶۱ء کے بعد کے بھی متعدد ترجمے توریت وانجیل کے میں نے دیکھے، نیز انیسویں صدی کے ربع آخر اور بیسویں صدی کے موجودہ زمانہ تک کی ایک بڑی تعداد مسیحی کتابوں کی جو اردو میں شائع ہوئی ہیں مطالعے میں آئی لیکن زبان سب کی شستہ اور فصیح ملی اور انگریزی الفاظ کا استعمال بکثرت یا بہ قلت کسی میں نظر نہیں آیا۔ ممکن ہے دتاسی کی مراد مشنریوں کی بیشتر تصانیف سے خیر خواہ ہند کی قسم کے مذہبی اخبار اور رسالے رہے ہوں جن میں انگریزی آمیز اردو لکھی جاتی تھی۔

اُردو کے مترجمین ومولفین میں وہ بھی ہیں جو اصلاً ہندو تھے اور بعد کو عیسائی ہو گئے تھے لیکن ان کی زبان بھی وہی ہے جو ان پادریوں کی کتابوں میں ملتی ہے جو مسلمان سے عیسائی ہوئے۔ مثلاً تذکرۃ المومنین جلد اوّل و دوم کا ترجمہ پادری تاراچند کے قلم سے ہے۔ بینیا اسمتھ کی کتاب کا ترجمہ "مسیحی کی خوش وقت زندگی کا بھید" کے عنوان سے بابو یونس سنگھ نے کیا ہے۔ "مسیح کے خاص دوست" کے مترجم پادری رلیا رام ہیں۔ "قیامت مسیح" پادری ٹھاکر داس کی تالیف ہے۔ "مرف بٹیاہ" (ڈرامہ) پادری بالا سنگھ چندر نے لکھا ہے۔ اسی طرح منظومات میں "زمزمہ تبلیغ" "ذکر مصلوب" "جج کا قرض" اور "ستم ہامان" منشی کیدار ناتھ منت کی موزونی طبع کا نتیجہ ہیں۔ پیارے لال شاکر کا دلاویز مسدس موسوم بہ "غریب الوطن شاہزادہ" اپنی شاعرانہ خوبیوں کے لحاظ سے خاص امتیاز رکھتا ہے۔

اس موقع پر اُردو کے نفوذ ومقبولیت کی مزید شہادت میں بعض مستشرقین کے بیانات کو پیش کر دینا شاید بے محل نہ ہو۔ دتاسی اپنے خطبہ مورخہ یکم دسمبر سنہ۱۸۶۲ء میں لکھتا ہے:۔

"موسیو دیوبال نے جو انسٹی ٹیوٹ کے رکن اور سینٹ کے ممبر ہیں اور ایک فاضل

---

[1] ملاحظہ ہو۔ صفحہ ۲۶۸، صفحہ ۲۶۹، صفحہ ۲۷۰، صفحہ ۲۷۱، صفحہ ۲۱۲، صفحہ ۲۷۷، صفحہ ۲۸۲

www.taemeernews.com

شخص ہیں۔ اپنی کتاب "اقوام کی پیدائشی قوت" میں ہندوستان کے متعلق ایک باب لکھا ہے۔ اس باب کا عنوان تصویر ہند" ہے اس میں وہ کہتے ہیں کہ برطانوی ہند کی مردم شماری سرکاری کاغذات کے مطابق اس وقت اٹھارہ کروڑ ستر لاکھ ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان تقریباً بیس کروڑ نفوس کے درمیان جو چیز ایک مشترک رشتے کا کام دیتی ہے وہ اُردو زبان ہے۔ یہ زبان پورے یورپ کے برابر رقبہ زمین میں بولی جاتی ہے۔" (خطبات۔ص ۳۶۵)

۷ دسمبر ۱۸۶۳ء کے خطبہ میں دتاسی، سرچارلس وڈ کا مندرجہ ذیل بیان نقل کرتا ہے:۔

" پٹنہ سے لے کر پشاور تک سارے شمالی ہند کی زبان ہندوستانی ہے شہروں میں قصبات میں، گاؤں میں، سول اور فوجی مرکزوں میں، درباروں میں اور سرکاری دفتروں میں، ہر کہیں یہ سمجھی جاتی ہے۔ ہر تعلیم یافتہ شخص اور ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک سبھی اسے استعمال کرتے ہیں جس طرح اطالوی زبان کی اہمیت اٹلی میں ہے یا انگریزی کی انگلستان میں ہے بس وہی حیثیت ہندوستانی کی شمالی ہند کے وسیع علاقوں میں ہے۔"

" پھر وہ کہتے ہیں :۔ ہندی سے دراصل مراد وہ دیہاتی بولیاں ہیں جو شمالی ہند میں بولی جاتی ہیں۔ سول سروس کے نوجوانوں کو جو ہندی سکھائی جاتی ہے وہ برج کی بھاشا ہے۔ یہ وہ بولی ہے جو متھرا اور بندرابن کے آس پاس بولی جاتی ہے۔"

(خطبات۔ص ۷۰۔ ۳۶۹)

مستشرقین بالعموم ہندوستانی سے اُردو زبان مراد لیتے تھے۔ چناں چہ دتاسی سول سروس کے امتحان کی نصابی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

" سول سروس کے امتحان کے لیے حسب ذیل ہندوستانی کتابیں نصاب میں رکھی گئی ہیں :۔ انتخابات باغ و بہار۔ اخوان الصفا۔ سیر المتاخرین ..... ہندی کے نصاب میں حسب ذیل کتابیں رکھی گئی ہیں :۔ انتخاب پریم ساگر۔ سنگھاسن بتیسی، اور شاید راج نتی اور کالی داس کی راماین۔" (خطبات ص ۷۵۔ ۳۷۴)

www.taemeernews.com

۴ دسمبر ۱۸۶۵ء کے خطبہ میں دتاسی نے ہندوستانی یعنی اُردو کے ہندوستان کی مشترک زبان ہونے کی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی ہے :-

"بہر نہج لوگوں کا خیال ہندوستانی کی نسبت چاہے کچھ بھی ہو لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ وہ سارے ہندوستان کی مشترک زبان بن گئی ہے۔ دن بدن جو اس کی ترقی ہو رہی ہے اس کی وجہ سے وہ پورے دیس کی زبان کہی جا سکتی ہے اس مسئلے کی نسبت کپتان H. MOORE نے اپنی رائے سے مجھے مطلع کیا ہے۔ موصوف مرکزی حکومت میں ترجمان کے عہدے پر فائز ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں :-

"بلاشبہ کچھ عرصہ کے بعد ہندوستانی مشرق کی ایک نہایت اہم زبان کی حیثیت اختیار کرے گی۔ اسی زبان کے توسط سے لاکھوں اہلِ مشرق تبادلۂ خیالات کرتے ہیں۔ ریل کی وجہ سے جو اندرونِ ملک میں ہزار میل کی مسافت پر پھیل گئی ہے۔ اور بھی ہندوستان اور وسط ایشیا کے لوگوں کو ملنے جلنے کا موقع ملا۔ چناں چہ جب یہ لوگ ملتے ہیں تو ایک مشترک زبان کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ ہندوستانی زبان اس مقصد کو بطریقِ احسن پورا کرتی ہے اس لیے کہ اس کی ساخت میں ہندی، فارسی اور عربی کے عنصر شامل ہیں۔ اس زبان میں بدرجۂ اتم یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں کے مقاصد کو پورا کرے"

(خطبات ص ۵۸۔ ۴۵۷)

غرض اس مقالے کے مطالعے سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ مذہب سے محبت رکھنے والوں نے اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کو ہندوستانیوں کے دلوں میں اتار دینے کے لیے جس زبان کا وسیلہ سب سے زیادہ معتبر سمجھا وہ اُردو تھی۔

---

www.taemeernews.com

کتابیات

ان کتابوں کی فہرست جن کے اقتباسات یا حوالے اس مقالے میں دیے گئے ہیں۔
جن کتب خانوں میں یہ کتابیں ملیں ان کے نام بھی حاشیے پر درج ہیں۔

ہندو مذہب

(۱) منوسمرتی :۔ مترجمہ لالہ سوامی دیال۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار ششم، ۱۸۸۹ء ص ۴۹۲۔
(۲) ترجمہ شری مدبھاگوت :۔ از منشی سوامی دیال۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دہم ۱۹۲۳ء (ص ۶۸۸)
(۳) بھگوتی اتہاس، ترجمہ دیبی بھاگوت۔ از پنڈت پیارے لال کشمیری۔ مطبع نولکشور لکھنو۔ ۱۸۷۷ء ص ۵۸۵۔
(۴) دہم اسکندھ سریمد بھاگوت منظوم :۔ از منشی سردار سنگھ نیسم۔ مطبع نول کشور۔ لکھنو۔ ۱۸۸۲ء ص ۳۷۴۔
(۵) رامائن بالمیکی :۔ مترجمہ منشی پرمیشر دیال۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دوم، ۱۹۱۶ء اس میں ہر کانڈ کے صفحات کے نمبر علیحدہ ہیں۔

کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

www.taemeernews.com

۶۔ رامائن بہار :۔ منظوم۔ از بابو بانکے بہاری لال بہار۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۹۶ء ص ۱۰۹

۷۔ بشن سہسر نام سٹیک :۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۸۳ء ص ۱۴۰۔

۸۔ بیدا سنت :۔ مترجمہ لالہ بلدیوداس۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۸۱ء ص ۳۲۔

۹۔ گیتا مہاتم منظوم :۔ از منشی رام سہائے تمنا۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دوم، ۱۸۷۵ء ص ۲۶۔

۱۰۔ بودھیشٹر مہاتم :۔ مترجمہ منشی کنور بہادر مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۸۰ء ص ۴۱۔

۱۱۔ گیتا مہاتم :۔ مترجمہ منشی لال جی۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دوم، ۱۸۸۴ء۔ ص ۴۸۔

۱۲۔ گیان پرکاش (ترجمہ بھگوت گیتا) از منشی کنہیا لال الکھ دھاری۔ گیان پریس۔ آگرہ ۱۸۶۳ء
ص ۲۰۰۔

۱۳۔ پریم ساگر منظوم۔ از منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع ثمر ہند۔ ۱۸۷۸ء ص ۵۹۔

۱۴۔ موکش گیان۔ مولفہ جے گوپال۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۸۴ء ص ۲۰۔

۱۵۔ تالیف ہرگوبند۔ مولفہ بابو ہرگوبند سہائے۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۷۰ء۔ ص ۱۲۸۔

۱۶۔ رامائن کا ایک سین۔ مندرجہ "صبح وطن" از پنڈت برج نراین چکبست۔ انڈین پریس الہ آباد

۱۷۔ وشنو پوران :۔ مترجمہ، پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی۔ رام نراین پریس متھرا۔ ۱۹۱۵ء۔
ص ۱۱۶۔

آزاد لائبریری علی گڑھ

۱۸۔ کلکی پوران :۔ مترجمہ پنڈت ہردیال شرما۔ صادق المطابع میرٹھ۔ ۱۸۹۶ء ص ۱۷۸۔

۱۹۔ شریمد بھگوت گیتا : موسوم بہ فلسفۂ الوہیت۔ از پنڈت جانکی ناتھ مدن۔ رام نراین پریس
متھرا۔ طبع پنجم ۱۹۲۲ء ص ۲۴۳۔

۲۰۔ بھگت مال : مترجمہ منشی تلسی رام۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۸۰ء ص ۴۵۶۔

۲۱۔ اُردو پنج وشی :۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۷ء ص ۹۶۴۔

۲۲۔ فلسفہ گیتا :۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۱ء ص ۲۳۶۔

۲۳۔ وویک چوڑامنی :۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۶ء ص ۲۵۶۔

۲۴۔ مہر بھجناولی۔ جلد اول :۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ سادھو پریس دہلی ۱۹۱۵ء ص ۲۴۵۔

www.taemeernews.com

۲۵۔ کلام مہر: جلد ثانی۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۹۱۰ء ص ۲۷۲

۲۶۔ چہل درویش: از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ ہندوستان الیکٹرک پرنٹنگ ورکس، دہلی بار دوم، ۱۹۲۴ء ص ۶۵۴۔

۲۷۔ گیان گیتا، حصہ دوم۔ از پوکرداس مطبع روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، بریلی سنہ درج نہیں ص ۴۸۔

۲۸۔ شریمد بھگوت گیتا رہسیہ۔ مولفہ لوکمانیہ تلک۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ بار سوم ۱۹۲۵ء امرت پریس، لاہور ص ۳۰۔

۲۹۔ شریمد بھگوت گیتا۔ مولفہ لوکمانیہ تلک۔ مترجمہ، شانتی نارائن بار اول ۱۹۲۵ء امرت پریس لاہور۔ ص ۱۵۲۔

۳۰۔ یوگ شاستر۔ مرتبہ بابو پیارے لال۔ ودیا ساگر پریس، علی گڑھ ۱۹۱۰ء ص ۱۰۰۔

۳۱۔ بھرتری شتک۔ مترجمہ بابو جگ بنس رائے۔ ودیا ساگر پریس، علی گڑھ ۱۹۱۰ء ص ۵۹۔

۳۲۔ ویدانت کے رتن۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی۔ ۱۹۱۶ء ص ۴۸۔

۳۳۔ اردو بچار ساگر۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی۔ ۱۹۱۴ء ص ۴۵۰۔

۳۴۔ نیا بھگت مال۔ جلد اول۔ از بابو شیو برت لال۔ مطبوعہ ہندوستانی پریس، لکھنو۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۶۱۰۔

۳۵۔ سادھارن دھرم۔ جلد دوم۔ مصنفہ سوامی شیوگن جی یوگی۔ ص ۱۱۲۔

سرورق کے موجود نہ ہونے سے مترجم کا نام اور مطبع و سنہ طباعت معلوم نہ ہو سکا۔

۳۶۔ یوگ سار اردو۔ از سوامی رامانند سادھو۔ میکی پریس، گوجرانوالہ۔ ۱۹۰۹ء ص ۸۴

۳۷۔ گنیش پوران منظوم۔ از منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۲۸۰ھ (ص ۱۶)

۳۸۔ جانکی بجے منظوم۔ از منشی شنکر دیال فرحت مطبع نول کشور، لکھنو سمت ۱۹۲۰۔ (ص ۱۲)

۳۹۔ رامائن منظوم۔ از منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع نول کشور کانپور بار دوم ۱۸۸۶ء ص ۱۵۸

۴۰۔ منوسمرتی۔ مترجمہ کرپارام شرما جگراؤنوی۔ ویدک دھرم پریس، دہلی۔ سنہ درج نہیں ص ۴۹۲

۴۱۔ بھرتری ہرشتک۔ مترجمہ بابو راجیشور ناتھ زیبا۔ امرت الیکٹرک پریس لاہور۔ ص ۸۰

۴۲۔ مجموعہ اُپ نشد۔ مرتبہ بابو پیارے لال۔ ودیا ساگر پریس علی گڑھ ۱۹۰۰ء (ص ۲۲۹)

۴۳۔ سانکھ فلاسفی۔ مولفہ بابو شیو برت لال۔ ستیہ دھرم پرچارک پریس۔ جالندھر (ص ۹۰)

www.taemeernews.com

۴۴۔ بھگتی رہسیہ۔ مصنفہ سوامی وویکانند۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ ہندوستان پریس لاہور۔ ۱۹۳۴ء ص ۲۱۲۔

۴۵۔ بھگتی۔ از سوامی وویکانند۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ پنجاب پریس، لاہور۔ ص ۱۶۰۔

۴۶۔ بھگتی اور ویدانت۔ مولفہ سوامی وویکانند۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ مفید عام پریس لاہور۔ (ص ۲۰۰)

۴۷۔ مہاراج سری کرشن اور ان کی تعلیم۔ از لالہ لاجپت رائے۔ ہندوستانی برقی پریس، لاہور ۱۹۰۰ء۔ ص ۲۳۔

۴۸۔ پوتھی گیان پرکاش۔ مولفہ منشی گلزاری لال۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دوم ۱۸۷۷ء ص ۶

۴۹۔ رامائن مہر۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۴ء ص ۲۵۴۔

۵۰۔ نیائے درشن۔ مترجمہ سوامی درشنانند۔ رہبر پریس، مراد آباد۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۲۴۸

۵۱۔ مہابھارت منظوم۔ از منشی طوطارام شایاں۔ مطبع نول کشور، کان پور۔ بار پنجم ۱۸۹۶ء (ص ۳۰۱)

۵۲۔ گیان یوگ۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۳ء ص ۲۶۰۔

۵۳۔ عملی ویدانت اور لاہور لکچر۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی۔ ۱۹۱۱ء ص ۱۴۲۔

۵۴۔ گیان بھاشکر۔ مولفہ لالہ نند کمار سنگھ مطبع آیا بھوشن، شاہجہاں پور ۱۲۸۶ھ ص ۲۴۔

۵۵۔ گلدستۂ مسرت۔ مولفہ برج موہن لال۔ مطبع سلیمانی، بنارس ۱۹۰۰ء ص ۲۴۔

۵۶۔ ذخیرۂ سعادت۔ مولفہ لال جی۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۷۶ء ص ۴۵۔

۵۷۔ روحانی کہانیاں۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۳ء ص ۵۰۸۔

۵۸۔ معیار المکاشفہ۔ مترجمہ باوا نگنیا سنگھ بیدی۔ آنند پریس، لاہور۔ ص ۱۲۰۔

۵۹۔ مخزن مہابھارت۔ مترجمہ بابو جوالا پرشاد بھارگو۔ چار جلدوں میں۔ مطبع ست پرکاش (آگرہ)

۶۰۔ مخزن اسرار (ترجمہ گیتا) از پنڈت دینا ناتھ مدن۔ رام نرائن پریس، متھرا ۱۹۲۱ء۔

بارد وم (امر پریس، دہلی)

www.taemeernews.com

۶۱۔ آپ نشد مع شرح۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ جلد اول۔ سادھو پریس، دہلی۔ ۱۹۱۴ء ص ۲۲۶۔

۶۲۔ آپ نشد مع شرح۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ جلد دوم سادھو پریس دہلی۔ ۱۹۱۷ء۔ ص ۴۲۸۔

۶۳۔ آپ نشد مع شرح۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ جلد سوم سادھو پریس دہلی ۱۹۱۵ء ص ۱۶۸۔

۶۴۔ آپ نشد مع شرح۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ جلد چہارم سادھو پریس دہلی ۱۹۱۷ء ص ۲۵۲

۶۵۔ جیون مکتی۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی۔ ۱۹۱۵ء۔ ص ۱۸۰۔

۶۶۔ یوگ درشن " " " " " " " " ۱۹۱۲ء ص ۱۴۲۔

۶۷۔ جگت سمرتی۔ مرتبہ جگجوت سنگھ۔ مطبع بھارت، سیالکوٹ۔ ص ۱۱۵۔

۶۸۔ اشٹانگ یوگ۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی، ۱۹۱۵ء۔ ص ۲۶۴۔

۶۹۔ ٹیکا سریمد بھاگوت۔ جلد اول۔ مرتبہ لالہ زمین سکھ رائے۔ امپریل بکڈپو پریس، دہلی ص ۱۱۴۔

۷۰۔ فسانہ توحید۔ مترجمہ پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی۔ رام نراین پریس، متھرا ۱۹۲۷ء ص ۱۲۸۔

۷۱۔ الکھ پرکاش۔ مولفہ منشی کنہیالال الکھ دھاری۔ گیان پریس، آگرہ ۱۸۶۷ء۔ ص ۸۴۴۔

۷۲۔ راج یوگ۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۶ء ص ۲۰۰۔

۷۳۔ سادھو کی صدا۔ از شیو برت لال ورمن۔ راجپوت پرنٹنگ ورکس، لاہور۔ ص ۱۰۴۔

۷۴۔ کلکی پوران۔ مترجم کا نام درج نہیں۔ مطبعہ لکشمی نارائن پریس، مراد آباد ۱۸۹۷ء ص ۱۳۴۔

۷۵۔ منوسمرتی۔ مترجمہ ماتا آتما رام۔ واشنگٹن پریس، لاہور۔ ص ۲۸۸۔

۷۶۔ رگ وید آدی بھاش بھومکا۔ مترجمہ منشی رام جگیاسو۔ مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر ۱۸۹۸ء ص ۱۸۴۔

۷۷۔ سری بھگوت گیتا۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ سمت ۱۹۷۷۔ ص ۲۱۴۔

۷۸۔ سری رام کرت مہابھارت۔ مترجمہ منشی سری رام ماتھر۔ چار جلدوں میں مطبع ودیا درپن میرٹھ ۱۸۷۰ء

کتب خانہ دارالمصنفین

www.taemeernews.com

۷۹۔ مکمل رامائن بالمیکی۔ مترجمہ منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی۔ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور۔ ۱۹۲۱ء ص ۱۰۳۴۔

۸۰۔ پیام راحت۔ مولفہ بھاگ مل ساہنی۔ الیکٹرک پریس، جالندھر۔ ۱۹۳۹ء ص ۳۶۸۔

(نثری/منظوم ترجمے)

۸۱۔ بھگوت گیتا منظوم "نسیم عرفان" از منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی۔ کارونیشن پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۴۵ء ص ۱۹۶۔

۸۲۔ گیتا گیان "روح معرفت" مولفہ چودھری روشن لال کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور۔ ۱۹۴۳ء ص ۲۰۵۔

۸۳۔ گیتا امرت "اکسیر روح" مولفہ چودھری روشن لال کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور۔ ۱۹۳۷ء ص ۲۲۴۔

۸۴۔ گیتا پرکاش "نور ہدایت" مولفہ چودھری روشن لال کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور ۱۹۳۶ء ص ۴۶۳

۸۵۔ بھگوت گیتا۔ مترجمہ منشی شیام سندر لال۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۸۰ء ص ۴۱۲۔

۸۶۔ شریمد بھگوت گیتا "سرچشمہ عرفان" مترجمہ منشی جگن ناتھ پرشاد عارف۔ نامی پریس میرٹھ ص ۱۹۲

۸۷۔ شری وگیان کرشنائن۔ مولفہ بابو شیوبرت لال۔ آریا اسٹیم پریس، لاہور ص ۴۲۲۔

۸۸۔ پورن دھرم۔ مولفہ پنڈت نرل چند۔ پرکاش اسٹیم پریس، لاہور ص ۱۹۰۔

(اخلاقیات)

۸۹۔ اخلاق برج باشی۔ حصہ اول۔ مولفہ، برج باسی لال گیان پریس، گوجرانوالہ ۱۸۷۵ء ص ۵۹

۹۰۔ جوہر تہذیب۔ مصنفہ رائے جواہر سنگھ جوہر۔ وکٹوریہ پیپر پریس۔ سیالکوٹ۔ ص ۱۶۔

۹۱۔ طلسم اخلاق۔ مولفہ پنڈت سری کرشن۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۸۶ء ص ۶۲۔

۹۲۔ گلدستہ تہذیب۔ مولفہ بابو کالی چرن۔ مطبع روہیلکھنڈ لٹریری سوسائٹی، بریلی ۱۸۶۹ء ص ۸۰۔

۹۳۔ مثنوی اخلاقِ ہندی۔ از منشی کنہیا لال۔ مطبوعہ لاہور ۱۸۷۴ء۔ ص ۲۲۴۔

۹۴۔ مشعلِ زندگی۔ مولفہ جگدیش مترشرما۔ مرکنٹائل پریس، لاہور ۱۹۱۷ء ص ۱۹۲۔

۹۵۔ معدنِ اخلاق۔ حصہ اول و دوم۔ مولفہ منشی چتر بھوج سہائے بھارگو۔ گیان پریس،

www.taemeernews.com

گوجرانوالہ۔ ص ۲۶۷ ۔

۹۶۔ گلدستہ ہدایت۔ مولفہ لالہ شنکر داس مکی پریس۔ گوجرانوالہ۔ ۱۹۰۱ء ص ۲۳۲۔

۹۷۔ الکھ امواج۔ منشی کنھیالال الکھ دھاری۔ گیان پریس گوجرانوالہ۔ ص ۸۶۔

(۹۸) جیون چرتر۔ سوامی رام کرشن پرمہنس۔ مطبوعہ گردھرا اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۵ء ص ۱۴۹۔

۹۹۔ شریمد بھگوت گیتا منظوم (غذائے روح) از پربھو دیال مصر عاشق۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۹۲۶ء ص ۱۱۵۔

۱۰۰۔ رامائن خوشتر، منظوم۔ از منشی جگناتھ خوشتر۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۹۲۴ء دسویں بار ص ۲۵۶۔

گیان چند پرشاد لائبریری کانپور۔

۱۰۱۔ گیان کلپدرم۔ مولفہ بابو شیو برت لال ورمن۔ آریا اسٹیم پریس، لاہور۔ ص ۵۲۴۔

۱۰۲۔ ویدانت۔ فلاسفی۔ مولفہ بابو شیو برت لال ورمن۔ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور۔ ص ۳۶۔

۱۰۳۔ بھگوت گیتا۔ مترجمہ منشی دیبی پرشاد۔ رام پریس، میرٹھ۔ ۱۹۱۳ء ص ۹۰۔

۱۰۴۔ ویدانت۔ مولفہ رام موہن رکھی کیش۔ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ ۱۹۲۴ء ص ۱۶۰۔

گنگا پرشاد ورما لائبریری لکھنو۔

۱۰۵۔ مجموعہ صفات انسانی۔ مولفہ لالہ لال جی۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۷۷ء ص ۴۴۔

مجموعہ امیر الدولہ لائبریری۔

کبیر پنتھ

۱۔ کبیر صاحب۔ مولفہ پنڈت منوہر لال زتشی۔ شائع کردہ ہندوستانی اکادمی، الہ آباد۔ ۱۹۳۰ء

برھمو سماج

۱۔ بنیاد الایمان براہمو دھرم۔ پہلا حصہ۔ نیو امپریل پریس، لاہور۔ ۱۸۸۳ء ص ۷۲۔

www.taemeernews.com

۲- مراۃ الدین۔ حصہ دوم۔ مولفہ ستیا نند اگنی ہوتری۔ پنجابی پریس، لاہور۔ ۱۸۹۲ء ص ۵۰۔

۳- دھرم جیون۔ حصہ اول و دوم۔ سرورق غائب۔ ص ۳۳۔

۴- کتاب طریقت عبادت مجلسی براہم سماج۔ مطبع نول کشور لکھنو۔ ۱۸۷۷ء ص ۲۳۔

۵- کلمات الدین۔ مطبع نولکشور، لکھنو۔ ۱۸۷۷ء ص ۲۰۔

۶- میری زندگی کا مشن۔ ازستیا نند اگنی ہوتری۔ نیو امپریل پریس، لاہور ۱۸۸۷ء ص ۳۲۔

۷- دھرم پرکاش:۔ مولفہ ستیا نند اگنی ہوتری۔ گیان پریس، سیالکوٹ، ۱۸۸۶ء ص ۴۴۸۔

۸- برھم پرکاش۔ مولفہ منشی دیوان چند۔ گیان پریس۔ گوجرانوالہ۔ ص ۸۰۔

(پنجاب پبلک لائبریری لاہور)

۹- روحانی زندگی، حصہ اوّل۔ مولفہ ستیا نند اگنی ہوتری۔ براھم پرچار پریس، لاہور ۱۸۸۵ء ص ۲۸۰۔

۱۰- 〃 〃 حصہ دوم 〃 〃 〃 〃 ۱۸۸۶ء ص ۱۵۲۔

۱۱- دنیا کا ایک عالم گیر اور روحانی مذہب۔ ازستیا نند اگنی ہوتری۔ ۱۸۸۶ء۔ ص ۶۶۔

(گرودت بھون آریا سماج لائبریری، لاہور)

۱۲- ہندو دھرم کی پرتشٹھتا۔ از بابو راج نراین بوس۔ مترجمہ بابو بیج ناتھ۔ مطبع ودیا درپن، میرٹھ۔ ص ۶۳۔ سنہ درج نہیں۔

(کتب خانہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

۱۳- دھرم رکشا شیک۔ مولفہ بابو نوین چندر رائے۔ آگرہ پریس، آگرہ ۱۸۷۷ء ص ۲۶۴

(دانش لائبریری، علی گڑھ)

آریا سماج

۱- ستیارتھ پرکاش۔ مصنفہ سوامی دیا نند سرسوتی۔ مترجمہ ماسٹر آتما رام وغیرہ۔ مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور۔ بار اول ۱۸۹۸ء۔ بار سوئم ۱۹۰۸ء۔ بار ہشتم ۱۹۲۷ء۔ ص ۵۲۷۔

۲- ستیارتھ پرکاش۔ مترجمہ رادھا کرشن مہتہ۔ سروتہکاری پریس، لاہور۔ ۱۹۰۵ء ص ۵۵۰۔

۳- ستیارتھ پرکاش۔ حصہ اول۔ مترجمہ لالہ جیون داس۔ مطبوعہ کشن چند کمپنی، لاہور ۱۸۹۹ء ص ۱۳۰۔ بڑی تقطیع۔

(گرودت بھون آریا سماج لائبریری، لاہور)

www.taemeernews.com

گرودت بھون آریہ سماج لائبریری، لاہور

۴۔ ستیارتھ پرکاش۔ مترجمہ چوتھی۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۴۲ء ص ۵۶۰۔

۵۔ رشی کا بول بالا۔ مولفہ آفتاب پانی پتی۔ چندر گپت پریس، دہلی ۱۹۲۴ء ص ۱۸۴۔

۶۔ مہرشی درشن۔ مولفہ تلوک چند محروم۔ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور۔ ۱۹۳۷ء ص ۱۶۸۔

۷۔ سرگباشی مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی کا جیون چرتر۔ مترجمہ دولت رائے ودیارتھی نیو امپریل پریس، لاہور۔ ۱۹۴۵ بکرمی۔ ص ۶۶۔

۸۔ مہرشی دیانند سرسوتی۔ از رام سروپ کوشل۔ مقبول عام پریس، لاہور۔ ۱۹۲۸ء ص ۱۴۴۔

۹۔ سوامی دیانند اور ان کی تعلیم۔ از رادھا کشن مہتہ۔ ہندوستان اسٹیم پریس، لاہور۔ ۱۹۱۵ء۔ ص ۲۱۸۔

۱۰۔ مہرشی سوامی دیانند سرسوتی کا جیون چرتر۔ مولفہ پنڈت لیکھ رام آریا مسافر۔ مفید عام پریس لاہور ۱۸۹۷ء ص ۹۴۸۔

۱۱۔ مہرشی سوامی دیانند سرسوتی اور ان کا کام۔ از لالہ لاجپت رائے۔ رفاہ عام پریس لاہور۔ ۱۸۹۸ء۔ ص ۶۱۲۔

۱۲۔ دیانند آنند ساگر۔ از چمپت رائے صادق۔ کاشی رام اسٹیم پریس لاہور ۱۹۱۹ء ص ۱۴۶۔

۱۳۔ اپدیش منجری۔ مترجمہ رام جگیاسو۔ ستیہ دھرم پرچارک پریس جالندھر ۱۹۰۳ء ص ۱۵۸۔

۱۴۔ سانچ کو آنچ نہیں۔ از پنڈت لیکھ رام آریا مسافر۔ ستیہ دھرم پرچارک پریس، جالندھر ۱۹۵۰ بکرمی ص ۵۲۔

۱۵۔ کاشف اسرار حقیقی۔ مولفہ منشی بالمکند سہائے۔ مطبع زبدۃ النظائر۔ الہ آباد ۱۸۹۲ء ص ۲۰۶۔

۱۶۔ ویدک دھرم اور سائنس، جلد اول۔ مولفہ پنڈت بشن داس۔ سیوک اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۱۳ء ص ۱۳۶۔

۱۷۔ گلدستہ دھرم۔ از لالہ بنواری لال دلیش۔ سیوک اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۵۱ بکرمی ص ۹۲۔

۱۸۔ روح و مادہ کی ازلیت۔ مولفہ لالہ پربھو رام۔ محمدی پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں ص ۵۶۔

۱۹۔ ویدک دھرم پرچار۔ از رائے ٹھاکر دت دھون۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۹۵۲ بکرمی ص۔ ۳۰۰۔

www.taemeernews.com

۲۰۔ اوورت سدھانت۔ مولفہ بابو جوالا پرشاد ودیارتھی مطبع ودیا درپن، میرٹھ ۱۸۹۰ء ص ۸۶۔

۲۱۔ برہمچریہ کی عظمت، مولفہ مہتہ جیمنی۔ جارج اسٹیم پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۲۲۔

۲۲۔ وید پرکاش۔ مولفہ مہتہ جے چند۔ پنجاب اکانومیکل پریس، لاہور ۱۹۱۰ء ص ۴۶۔

۲۳۔ مذہب کا مقصد۔ مولفہ پنڈت چموپتی۔ لکھینا اسٹیم پریس، لاہور۔ ۱۹۲۳ء ص ۴۸۔

۲۴۔ آریہ سدھانت یکتا ولی۔ حصہ اول۔ از کرپارام شرما۔ ویدک دھرم پریس، دہلی۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۰۰۔

۲۵۔ ویدوں کی عظمت۔ از کرپارام شرما۔ مفید عام پریس، لاہور۔ ۱۹۰۲ء ص ۶۴۔

۲۶۔ وچار مالا۔ مولفہ دیوان چند ایم۔ اے مرکنٹائل پریس، لاہور۔ ۱۹۲۳ء ص ۱۶۸۔

۲۷۔ آریا جاتی کے تیوہار۔ از لالہ دیوان چند گدھوک۔ گردھرم سٹیم پریس لاہور ۱۹۲۶ء ص ۴۸۔

۲۸۔ پرشارتھ پرکاش۔ مترجمہ دینا ناتھ۔ آریا پریس جالندھر ۱۹۱۱ء ص ۲۶۴۔

۲۹۔ رتن ساگر۔ از دیوان چند ایم اے۔ راجپوت پرنٹنگ پریس، لاہور ۱۹۱۷ء ص ۱۶۰۔

۳۰۔ سیتہ اپدیش مالا۔ از سوامی ستیہ نندجی۔ راجپوت پرنٹنگ پریس، لاہور۔ ۱۹۱۶ء ص ۲۰۸۔

۳۱۔ آنند سنگرہ۔ از سوامی سرودانندجی۔ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ ۱۹۳۰ء ص ۲۵۶۔

۳۲۔ راہ راست۔ از سوامی سرودانندجی۔ نامی پریس، لاہور۔ ۱۹۳۳ء ص ۶۴۔

۳۳۔ آریا دھرم۔ از لالہ سنت رام۔ بی۔ اے۔ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ ۱۹۲۵ء ص ۱۶۰۔

۳۴۔ آریا جیون۔ مولفہ شہزادہ رام۔ ہندوستانی اسٹیم پریس۔ لاہور۔ ۱۹۰۸ء ص ۴۸۔

۳۵۔ برہم وچار۔ مولفہ شہزادہ رام۔ پبلک پرنٹنگ پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۹۸۔

۳۶۔ وچار درشن ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۲۲۶۔

۳۷۔ شدھی۔ مولفہ کنور بہادر سکسینہ۔ شاہی پریس کان پور۔ ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۱۴۔

۳۸۔ اظہارِ حقیقت:۔ از گیان چند آریا۔ بیتیم الکٹرک پریس، دہلی سنہ درج نہیں ۲۰ ص۔

۳۹۔ ویدک ٹریکٹ ۲۱ از لالہ لاجپت رائے۔ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۰۲۔

۴۰۔ کلیاتِ مسافر۔ از پنڈت لیکھرام آریا مسافر۔ مفید عام پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں ص ۱۹۲۔

www.taemeernews.com

۴۱ ۔ ویدہی ایشوری گیان ہے ۔ مولفہ لکھشمن آریو پدیشک ۔ گردھر اسٹیم پریس، لاہور ۔ سنہ درج نہیں ۔ ص ۱۶ ۔

۴۲ ۔ کلیاتِ سنیاسی ۔ از سوامی شردھانند ۔ ہندوستان الیکٹرک پرنٹنگ ورکس، دہلی ۔ سنہ ۱۹۸۳ بکرمی ص ۔ ۵۸۰ ۔

۴۳ ۔ موتیوں کا ہار ۔ از لالہ ہنسراج ۔ راجپوت پرنٹنگ ورکس، لاہور ۔ سنہ ۱۹۱۷ء ص ۲۳۲ ۔

۴۴ ۔ بیکھ مالا ۔ از ہنسراج جی ۔ گیلانی پریس، لاہور ۔ سنہ ۱۹۴۳ء ص ۱۴۴ ۔

۴۵ ۔ جوہر تہذیب ۔ مولفہ وزیر چند ۔ ستیہ دھرم پرچارک پریس، جالندھر سنہ ۱۹۰۵ء ص ۸۴ ۔

۴۶ ۔ گرہستی دھرم اُپدیش ۔ مولفہ سردار سنگھ شرما ۔ آریا بندھو پریس، میرٹھ ۔ سنہ درج نہیں ۔ ص ۹۶ ۔

۴۷ ۔ نیوگ فلاسفی ۔ مولفہ ناتھ جلال پوری ۔ برہمن اسٹیم پریس، لاہور ۔ سنہ ۱۹۱۵ء ص ۹۲ ۔

۴۸ ۔ رگ وید آدی بھاش بھومکا ۔ مصنفہ سوامی دیانند سرسوتی ۔ جلد اول ۔ مترجمہ منشی رام جگیاسو مطبع ست دھرم پرچارک، جالندھر، سنہ ۱۸۹۸ء ص ۱۸۴ ۔

۴۹ ۔ یجروید ۔ از سوامی دیانند سرسوتی ۔ مترجمہ دھرم پال ۔ روز بازار اسٹیم پریس، امرتسر ۔ (ص ۴۳۲)

۵۰ ۔ سنسکار ودھی ۔ مصنفہ سوامی دیانند سرسوتی ۔ مترجمہ منشی رام (سوامی شردھانند) و تارا چند گردھر اسٹیم پریس، لاہور، سنہ ۱۹۲۴ء ص ۵۹۹ ۔

۵۱ ۔ سنسکار ودھی ۔ مولفہ مہتہ جیمنی جی ۔ مطبع منش سدھار، ملتان ۔ ص ۴۰ ۔

۵۲ ۔ وحشتِ ہند ۔ حصہ اوّل ۔ مولفہ ستیہ دیو جی ۔ منشی ہر پرشاد پریس ۔ بلند شہر ص ۶۴ ۔

۵۳ ۔ صداقتِ وید دھرم ۔ منظوم ۔ از درگا پرشاد ۔ دلّی پرنٹنگ ورکس، دہلی ۔

۵۴ ۔ سندھیا مترجم منظوم ۔ از کیول کشن ۔ ستیہ دھرم پرچارک پریس، جالندھر ۔ سنہ ۱۹۰۲ء ص ۴۰ ۔

۵۵ ۔ سورج کی روشنی میں سات رنگ ۔ مولفہ پنڈت گنگا پرشاد ۔ رفاہِ عام پریس ۔ لاہور سنہ ۱۹۰۵ء ص ۳۲ ۔

کتب خانہ دارالعلوم، دیوبند

www.taemeernews.com

کتب خانہ مرکزی یونیورسٹی علی گڑھ

۵۶ ۔ آئینہ مذہبِ ہنود ۱۔ مولفہ منشی جے دیال سنگھ ۔ مطبع نول کشور، کان پور ۔ بار پنجم ۔ سنہ ۱۸۸۷ء ص ۱۲۸ ۔

۵۷ ۔ قدامتِ وید ۔ مولفہ مہاشے گوردھن ۔ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی ص ۷، ۔

آزاد لائبریری علی گڑھ

۵۸ ۔ جواہر الصدق ۔ مرتبہ لالتا پرشاد شفق ۔ لا پریس، کان پور ۔ سنہ ۱۹۰۱ء ص ۱۱۶ ۔

۵۹ ۔ گیان بھاسکر ۔ مولفہ نند کمار سنگھ ۔ مطبع آریا بھوشن، میرٹھ ۔ سنہ ۱۸۹۶ء ص ۲۴ ۔

۶۰ ۔ ست پرکاش ۔ مولفہ بھائی جگت سنگھ ۔ سنہ ۱۸۹۸ء ص ۲۲۰ ۔

دار المصنفین اعظم گڑھ

۶۱ ۔ اصلی ستیارتھ پرکاش ۔ مترجمہ دھرم پال ۔ سیوک اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۲ء ص ۴۴۴ ۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی

ذاتی کتب خانہ

۱ ۔ تھیوسوفی کیا ہے (مسز اینی بسنٹ کی کتاب کا ترجمہ) مطبع نول کشور، لکھنؤ ۔ سنہ ۱۹۱۴ء ص ۱۶

۲ ۔ دنیا و عقبیٰ (مسز بسنٹ کے لکچر کا ترجمہ) سیٹھ کندن لال پریس، لکھنؤ ۔ سنہ درج نہیں ص ۲۲ ۔

(۳) ۔ اصول تھیوسوفی (مس ایگر کی کتاب کا ترجمہ) نول کشور پریس، الہ آباد ۔ سنہ ۱۹۰۶ء ص ۹۱ ۔

رادھا سوامی مت

گورودت بھون آریہ سماج لائبریری، لاہور

۱ ۔ رادھا سوامی مت ۔ سندیش ۔ مطبوعہ آگرہ ۔ ص ۷۳ ۔

۲ ۔ سنت مت کیٹکزم ۔ مطبع ایجاد کشن، آگرہ ۔ ص ۵ ۔

۳ ۔ رادھا سوامی مت ۔ مولفہ نند و سنگھ ۔ بندے ماترم اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۲۵ء ص ۱۱۸ ۔

۴ ۔ یتھارتھ پرکاش ۔ حصہ اول و دوم ۔ مولفہ صاحب جی مہاراج آنند سروپ صاحب ۔ آرٹ پریس دیال باغ سنہ ۱۹۲۷ء ص ۲۶۸ ۔

www.taemeernews.com

دیو سماج

۱۔ دیو شاستر۔ حصہ اول۔ مصنفہ ستیا نند اگنی ہوتری۔ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ بار دوم ۱۹۳۱ء
ص ۱۴۴۔

۲۔ دیو شاستر۔ حصہ دوم۔ مصنفہ ستیا نند اگنی ہوتری۔ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ بار دوم ۱۹۳۱ء
ص ۱۴۱۔

گورودت بھون۔ آریہ سماج لائبریری لاہور

جین مذہب

۱۔ جین مت سار۔ مولفہ لالہ سمیر چند جین۔ گپتا پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۳۸ء ص ۲۹۲۔

۲۔ سناتن جین درشن پرکاش ۱۔ مولفہ لالہ سوہن لال جینی۔ مطبع زنکاری ۱۹۰۲ء ص ۵۲۶۔

۳۔ جین کرم فلاسفی۔ مولفہ بابو رکھب داس جین۔ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۲۴ء ص ۳۲۔

۴۔ جین دھرم و پرماتما۔ مولفہ بابو رکھب داس جین۔ ہندوستانی پرنٹنگ ورکس، دہلی۔
۱۹۲۳ء ص ۴۸۔

۵۔ جین رتن مالا۔ مرتبہ لالہ کیوڑا مل۔ مطبع چودھویں صدی، راولپنڈی ۱۹۰۳ء ص ۹۲۔

۶۔ گیان سورج اُدے۔ حصہ دوم۔ مولفہ بابو سورج بھان۔ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۲۵ء۔
ص ۶۴۔

۷۔ لطفِ روحانی۔ مولفہ ماسٹر بشمبر داس۔ مطبوعہ بتیاب پرنٹنگ ورکس ۱۹۲۳ء ص ۵۲۔

۸۔ انمول رتنوں کی کنجی۔ حصہ اوّل۔ مولفہ اجودھیا پرشاد۔ امپیریل بُک ڈپو پریس، دہلی ۱۹۱۷ء
ص ۲۷۔

۹۔ انمول رتنوں کی کنجی۔ حصہ دوم۔ مولفہ اجودھیا پرشاد۔ امپیریل بک ڈپو پریس، دہلی ۱۹۱۸ء ص ۴۳۔

۱۰۔ شاہِ راہ مکتی۔ مطبوعہ لال اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۰ء ص ۸۲۔

۱۱۔ جین دھرم کی قدامت و صداقت پر یوروپین مورخین کی مدلل رائے۔ مرتبہ لالہ متھرا داس جینی۔
پرکاش اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۱۸ء ص ۱۳

جین لائبریری، دہلی

www.taemeernews.com

۱۲۔ جین تتو درپن ۔ مولفہ سوامی رتن چند، بلالی اسٹیم پریس، سادھورہ، ضلع انبالہ ۱۹۱۸ء ص ۵۰۸ ۔

۱۳۔ نوتت ۔ مولفہ لالہ نتھورام۔ شائع کردہ جین ٹریکٹ سوسائٹی، انبالہ ۱۹۲۱ء ص ۹۲۔

۱۴۔ شری آوشک سوتر اردو۔ مترجمہ بابو نوراتا رام جینی۔ کشن مشین پریس، جالندھر ۱۹۱۷ء ص ۶۸۔

۱۵۔ ویراگ پرکاش۔ مترجمہ لالہ جمنا داس۔ دیال اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۱۳ء ص ۴۰۔

۱۶۔ آئینہ ہمدردی۔ مولفہ پارس داس۔ لکشمی پریس، دہلی۔ ۱۹۱۶ء ص ۲۷۴۔

۱۷۔ جین کتھا رتن مالا۔ مولفہ جمنا داس۔ دیال اسٹیم پریس، لاہور ص ۱۲۸۔

۱۸۔ جین مذہب کے بتیس سوتروں کا خلاصہ۔ مرتبہ لالہ سیمر چند۔ کاشی ناتھ الیکٹرک پریس، انبالہ ۱۹۲۷ء ص ۹۰۔

۱۹۔ راز حقیقت۔ حصہ اول۔ مولفہ سوامی درگا داس ۱۹۲۳ء ص ۱۶۸۔

۲۰۔ جیون چرتر شری دروپتا جی۔ مولفہ امرناتھ شرما۔ پریم پریس، جموں ۱۹۹۳ء بکرمی ص ۲۲۱۔

۲۱۔ سوانح عمری شری اتولک جی۔ مرتبہ ماسٹر بشمبر داس۔ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۲۵ء ص ۱۳۶۔

۲۲۔ رپورٹ جالندھر اجلاس۔ مطبوعہ پبلک اسٹیم پریس، سیالکوٹ۔ ۱۹۲۸ء ص ۳۲۸۔

۲۳۔ جین رتن پرکاش۔ مولفہ سوامی رتن چند جی۔ آریہ نیوز پریس، لودھیانہ ۱۹۶۹ء بکرمی۔ ص ۱۴۲

۲۴۔ گوشت مت کھاؤ۔ مطبوعہ تہکاری اسٹیم پریس ۱۹۲۳ء ص ۸۔

۲۵۔ نرگرنتھ پروچن۔ مولفہ پنڈت چوتھمل جی۔ رفاہ عام پریس، آگرہ ۱۹۹۳ء بکرمی ص ۲۵۵۔

۲۶۔ محسنِ اول۔ جلد اول۔ مولفہ جنیشور پرشاد مائل دہلوی۔ انڈین پریس، الہ آباد ص ۲۵۸۔

سکھ مذہب

(۱) جپ جی صاحب مشرح۔ از مشرقی۔ سرورق نہ ہونے سے مطبع اور سنہ طباعت معلوم نہ ہوسکا۔ ص ۲۵۴۔

۲۔ سکھ مت کی تعلیم کا سلسلہ۔ از کنور دل جیت سنگھ۔ سرورق غائب۔ ص ۱۹۰۔

۳۔ تاریخ دربار صاحب امرتسر۔ مرتبہ، سردار ادھم سنگھ۔ خادم التعلیم اسٹیم پریس لاہور ۱۹۲۰ء ص ۱۱۸۔

گرودت بھون، آریہ سماج - لائبریری، لاہور

www.taemeernews.com

۴۔ دھرم بچار۔ ازجواہر سنگھ۔ مطبع اسلامی۔ لاہور۔ ۱۸۸۹ء ص ۱۱۸۔

۵۔ گرو گوبند سنگھ کا جیون چرتر۔ مولفہ دولت رائے۔ رفاہ عام پریس، لاہور ۱۹۰۱ء ص ۲۹۶۔

۶۔ "گرو ارجن مہاراج کی سوانح عمری" جسے گرو کے ایک سکھ نے بڑی بھگتی سے بنایا۔ نول کشور پریس لاہور، ص ۷۸۔

۷۔ سچا بلی دان۔ مولفہ گوپال سنگھ۔ آنند پرکاش پریس، امرتسر ۱۸۹۵ء ص ۳۶۔

۸۔ گرونانک درشن۔ از قمر۔ لکشمی آرٹ اسٹیم پریس، راولپنڈی ۱۹۲۴ء ص ۱۱۲۔

۹۔ سکھوں کا روحانی انقلاب۔ مولفہ لابھ سنگھ۔ کریمی پریس، لاہور ۱۹۲۳ء ص ۶۴۔

۱۰۔ آسا دی وار۔ مترجمہ سوامی مترسین۔ گردھر اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۵ء ص ۱۵۸۔

۱۱۔ پوتھی اونکار۔ کرشنا اسٹیم پریس، گوجرانوالہ ۱۹۲۶ء ص ۱۱۸۔

۱۲۔ پوتھی راہ راس۔ مترجمہ سوامی مترسین۔ گردھر اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۳ء ص ۱۲۸۔

۱۳۔ پوتھی سکھ منی صاحب۔ مترجمہ سوامی مترسین۔ پریم بلاس پریس، گوجرانوالہ ص ۲۰۰۔

۱۴۔ سوانح عمری شری گرو گوبند سنگھ دہم بادشاہ۔ مولفہ مکھن سنگھ۔ پنجاب پریس۔ لاہور ص ۶۵۔

۱۵۔ جپ جی صاحب سٹیک۔ مترجمہ گنی سنگھ۔ سرورق غائب ص ۹۶۔

پنجاب پبلک لائبریری، لاہور

(۱۶) سری آدگرنتھ۔ مطبوعہ گیان پریس، گوجرانوالہ۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۴۴۔

۱۷۔ نانک پرکاش۔ مولفہ گورکھ سنگھ۔ مطبع آفتاب پنجاب، لاہور ۱۸۸۸ء ص ۴۸۰۔

۱۸۔ عطر روحانی۔ ترجمہ جپ جی۔ از سردار عطر سنگھ۔ گیان پریس، گوجرانوالہ ۱۸۹۸ء ص ۴۰۔

۱۹۔ جپ پرمارتھ۔ مطبوعہ گیان پریس۔ گوجرانوالہ۔ ص ۳۲۔ سنہ درج نہیں۔

۲۰۔ پوتھی پنج گرنتھی۔ ترجمہ و شرح از بھائی دیا رام عاکف۔ مطبع اور سنہ درج نہیں ص ۴۶۴۔

۲۱۔ پوتھی سکھ منی سٹیک۔ مترجمہ بھائی دیا رام عاکف۔ نول کشور پریس، لاہور ۱۹۱۳ء (ص ۱۳۶)

ذاتی کتب خانہ

(۲۲) پوتھی جپ جی سٹیک۔ مترجمہ بھائی دیا رام عاکف۔ ہندوستان پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۶۴۔

www.taemeernews.com

۲۳۔ شری جپ جی صاحب سٹیک ۔ ترجمہ و شرح از سوامی مترسین ۔ ہندوستان پریس۔ لاہور۔ ص ۱۱۹ ۔

۲۴ ۔ پوتھی شبد ناویں محل ۔ مترجمہ سوڈھی تیجا سنگھ ۔ ہندوستان پریس، لاہور۔ ص ۱۴ ۔

۲۵ ۔ پھول پٹاری اُردو ۔ مصنفہ بابا برج بلّب سنگھ بیدی ۔ مفید عام پریس لاہور ص ۸۰ ۔

۲۶ جنم ساکھی، بھائی بالاوالی ۔ مترجمہ بھائی دیا رام عاکف ۔ آزاد ہند پریس لاہور ۱۹۹۶ بکرمی ص ۴۶ پنجابی

عیسائی مذہب

۱۔ تفسیر کتاب "رسولوں کے اعمال" مولفہ پادری واکر صاحب ۔ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۶ء

۲۔ یعقوب رسول کے خط کی عام تفسیر ۔ مولفہ پادری آربن صاحب ۔ پی ۔ آر ۔ بی ۔ ایس، لاہور ۱۹۲۳ء ص ۱۲۰ ۔

۳۔ تفسیر مرقس ۔ مولفہ پادری اسٹینٹن ۔ مترجمہ علی بخش ۔ پی ۔ آر ۔ بی ۔ ایس پریس، لاہور ۱۹۲۸ء ص ۳۵۹ ۔

۴۔ تفسیر متی ۔ مولفہ پادری اسٹینٹن ۔ مترجمہ پادری طالب الدین ۔ پی ۔ آر ۔ بی ۔ ایس ۔ پریس لاہور ۔ ۱۹۲۸ء ص ۸۰۰ ۔

۵۔ تفسیر زبور ۔ مولفہ پادری علی بخش ۔ پی ۔ آر ۔ بی ۔ ایس پریس، لاہور ۔ سنہ درج نہیں ص ۵۵۱ ۔

۶۔ عبرانیوں کے نام کے خطوط کی تفسیر ۔ مولفہ پادری لوکس ۔ پی ۔ آر ۔ بی ۔ ایس، پریس ۔ لاہور ۱۹۳۱ء ص ۶۸۷ ۔

۷۔ کرنتھیوں کے نام مقدس پولوس کے دوسرے خط کی تفسیر ۔ مترجمہ بہاری لال رلیا رام ۔ مسیحی پریس، لاہور ۱۹۲۶ء ص ۲۰۱ ۔

۸۔ تفسیر نامہ رسول پولوس بنام فلپیان ۔ مولفہ پادری ٹی واکر ۔ پی آر ۔ بی ۔ ایس پریس، لاہور ۱۹۲۳ء ص ۲۷۲ ۔

[illegible] پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور

۱؎ پی ۔ آر ۔ بی ۔ ایس پریس = پنجاب ریلجس بک سوسائٹی

www.taemeernews.com

۹۔ تھسلنیکیوں کو پولوس رسول کے پہلے خط کی تفسیر۔ مولفہ پادری لوکس، مشن پریس الہ آباد ۱۹۲۸ء ص ۲۰۷۔

۱۰۔ تھسلنیکیوں کو پولوس کے دوسرے خط کی تفسیر۔ مولفہ پادری لوکس، مشن پریس الہ آباد ۱۹۲۶ء ص ۱۷۸۔

۱۱۔ پیدائش کی کتاب کی تفسیر۔ مترجمہ مسٹر ای۔ جوزف۔ وکٹوریہ پریس، بٹالہ سنہ در ۔ ہیں۔ ص ۱۹۴۔

۱۲۔ پولوس رسول کے خط بنام افسیون کی تفسیر۔ مولفہ ڈاکٹر آربن۔ شری بالمکند اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۶ء ص ۱۴۴۔

۱۳۔ یسوع مسیح کا احوال۔ مرتبہ ہنری کارٹیکر صاحب۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ بار دوم ۱۸۹۵ء ص ۱۹۸۔

۱۴۔ بائبل کے لڑکے۔ میتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنو ۱۹۳۰ء ص ۳۱۔

۱۵۔ یسوع مسیح کی گرفتاری اور موت۔ مولفہ ڈاکٹر اشاکر مفید عام پریس، لاہور ۱۹۰۵ء ص ۲۰۸۔

۱۶۔ زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ۔ مترجمہ پادری طالب الدین۔ ۱۹۰۴ء۔

۱۷۔ مسیح کے خاص دوست۔ مترجمہ رلیارام۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۹۰۷ء ص ۱۴۴۔

۱۸۔ واقعات بزرگان بائبل مسیحی پریس، لاہور ۱۹۲۲ء ص ۲۳۔

۱۹۔ حیات و خطوط پولس۔ مترجمہ پادری طالب الدین۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس۔ پریس۔ لاہور۔ ۱۹۳۹ء ص ۳۰۸۔

۲۰۔ ملک البحث۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس۔ پریس، لاہور ۱۹۲۶ء ص ۱۵۴۔

۲۱۔ یسوع مسیح کی زندگی۔ مولفہ پادری جلال الدین مشعل پریس، کھرڑ ضلع انبالہ ص ۱۱۲۔

۲۲۔ پولس کی زندگی۔ مولفہ پادری جلال الدین۔ مشعل پریس۔ کھرڑ ضلع انبالہ ۱۹۴۲ء ص ۱۰۰۔

۲۳۔ شکر کہانیاں۔ حصہ اول۔ از پادری رحمت مسیح واعظ۔ امرت الیکٹرک پریس لاہور ۱۹۲۳ء ص ۴۰۔

۲۴۔ صلیب دلانے والے۔ مترجمہ عبد المجید خاں۔ مشعل پریس، کھرڑ ۱۹۴۵ء ص ۸۲۔

ضمیمہ نمبر ۱۰ ... پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور

www.taemeernews.com

۲۵۔ دنیا کا سب سے بڑا ناٹک۔ مترجمہ نورباہی وعبدالمجید خاں۔ مشن پریس کھرڑ ۱۹۲۵ء ص ۴۲۔

۲۶۔ بارہ ضروری سوالات مسیح کے بارے میں، مترجمہ ڈاکٹر آئی۔ یو۔ ناصر مرکنٹائل پریس لاہور۔ ۱۹۲۶ء ص ۲۴۰۔

۲۷۔ زمزمۂ تبلیغ۔ مصنفہ منشی کیدارناتھ منت۔ ۱۹۲۹ء ص ۱۶۔

۲۸۔ ذکرِ مصلوب۔ مصنفہ منشی کیدارناتھ منت۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور۔ ۱۹۲۸ء ص ۵۰۔

۲۹۔ جج کا فرض۔ مولفہ منشی کیدارناتھ منت۔ واشنگٹن پرنٹنگ پریس، لاہور ۱۹۲۹ء ص ۱۲۔

۳۰۔ ستم ہامان۔ " " " " " " " " ص ۲۰۔

۳۱۔ فریادِ منتظر۔ از مولوی صفدر علی صفدر۔ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور۔ ۱۹۲۸ء ص ۱۵۔

۳۲۔ نیک سامری۔ مولفہ پادری رحمت مسیح واعظ۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور۔ ۱۹۲۸ء ص ۱۵۔

۳۳۔ قتل یوحنا۔ مولفہ پادری رحمت مسیح واعظ پی۔ آر۔ بی۔ ایس۔ پریس، لاہور۔ ۱۹۲۶ء ص ۱۱۔

۳۴۔ غریب الوطن شاہزادہ۔ از پیارے لال شاکر میرٹھی۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور ص ۲۳۔

۳۵۔ سبد اور غزلیں۔ از پادری ای۔ پی نیوٹن۔ مشن اسٹیم پریس، لودھیانہ۔ ۱۹۲۰ء ص ۷۔

۳۶۔ مجموعۂ غزلیات۔ شائع کردہ نارتھ انڈیا کرسچین ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی۔ الٰہ آباد۔ مشن پریس، الٰہ آباد۔ ۱۹۴۶ء ص ۲۳۔

۳۷۔ بھجن سنگرہ۔ شائع کردہ نارتھ انڈیا کرسچین ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی۔ الٰہ آباد، انڈین پریس، الٰہ آباد۔ ۱۹۳۰ء ص ۲۲۔

۳۸۔ سیالکوٹ کنونشن۔ پی آر۔ بی۔ ایس۔ پریس، لاہور۔ ۱۹۲۵ء ص ۱۰۷۔

۳۹۔ راحتِ دل۔ از پادری۔ رحمت مسیح واعظ۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس لاہور ۱۹۲۹ء ص ۲۱۔

۴۰۔ ابنِ غور۔ مترجمہ ای۔ ایل۔ جرمی۔ اتحاد پریس، لاہور ۱۹۴۳ء ۲۵۶۔

۴۱۔ قیامت مسیح۔ مولفہ پادری ٹھاکرداس۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس۔ پریس لاہور ۱۹۴۰ء ص ۱۱۸۔

۴۲۔ بائبل کے تدریجی سبقوں کی دوسری کتاب۔ مولفہ پادری کلیٹن صاحب۔ انڈین پریس، الٰہ آباد ۱۹۳۶ء ص ۲۰۷۔

۴۳۔ بائبل کے تدریجی سبقوں کی تیسری کتاب۔ شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی الٰہ آباد ۱۹۲۶ء ص ۲۱۸

www.taemeernews.com

۴۴۔ بائبل کے تدریجی سبقوں کی چوتھی کتاب شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی۔ الٰہ آباد۔ ۱۹۲۶ء ص ۲۴۰۔

۴۵۔ مسیحی کی خوش وقت زندگی کا بھید۔ مترجمہ بابو یونس سنگھ مشن پریس، الٰہ آباد ۱۸۸۹ء ص ۲۲۷۔

۴۶۔ ترجمہ مزامیر با شرح و تفسیر۔ مرزاپور آرفن اسکول پریس ۱۸۶۱ء ص ۵۳۴۔

۴۷۔ حقوق و فرائض نسواں۔ مولفہ پادری جے۔ ایچ۔ آرسن پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس۔ لاہور ۱۹۲۵ء ص ۶۴۔

۴۸۔ دعائیں و مناجاتیں۔ مترجمہ پادری ولیم میجن۔ مشن پریس۔ الٰہ آباد ۱۹۳۸ء ص ۱۰۴۔

۴۹۔ بہترین مسیحی گھر۔ مولفہ مسز ایف ڈی۔ وارث۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس، لاہور ۱۹۲۳ء ص ۹۶۔

۵۰۔ مسیحی پیشوا۔ مترجمہ جے۔ آر۔ چیمبر۔ مشن پریس، الٰہ آباد ۱۹۲۴ء ص ۲۴۸۔

۵۱۔ نظم المزامیر۔ مشن اسٹیم پریس، لودھیانہ ۱۹۵۱ء ص ۳۰۴۔

۵۲۔ مسیحی دین اور اخلاق۔ مترجمہ پادری علی بخش۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۹۰۵ء ص ۲۱۲۔

۵۳۔ مسیحی دین کے مختصر اصول۔ مطبع انوار ہند، لاہور ص ۴۔

۵۴۔ عہد جدید کی کتابیں۔ مولفہ پادری گرے و پادری علی بخش۔ نول کشور پریس لاہور ۱۹۰۹ء ص ۱۶۰۔

۵۵۔ بائبل کو کس طرح پڑھنا چاہیے۔ مترجمہ پادری طالب الدین۔ فیض بخش اسٹیم پریس، فیروزپور ۱۹۱۰ء ص ۱۲۸۔

۵۶۔ تحقیق بائبل۔ مولفہ پروفیسر ڈاڈز۔ نول کشور پریس، لاہور ۱۹۱۱ء ص ۱۵۵۔

۵۷۔ تعلیم المسیح۔ مترجمہ ڈاکٹر آئی۔ یو۔ ناصر۔ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۰۶ء ص ۱۴۸۔

۵۸۔ حیات المسیح۔ ترجمہ پادری طالب الدین۔ مسیحی پریس، لاہور ۱۹۲۴ء ص ۲۴۱۔

۵۹۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ۔ مشعل پریس، کھرڑ ۱۹۲۳ء ص ۴۸۔

۶۰۔ مذہب کی نسبت ایک بحث۔ مصنفہ ڈبلو۔ الیف۔ جانسن۔ مسیحی پریس، لاہور ۱۹۲۳ء ص ۳۔

۶۱۔ حقیقی دوست۔ شائع کردہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس، لاہور ۱۹۲۶ء ص ۹۲۔

www.taemeernews.com

۶۲۔ مسرف بیٹا۔ مولفہ پادری بالا سنگھ چندر، کوآپریٹیو کیپٹل پرنٹنگ پریس۔ لاہور ۱۹۲۹ء ص ۴۵؟

۶۳۔ انجیلی اخلاق کا معاشرتی اخلاق۔ مولفہ پادری فریڈرک اسپنسر۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس لاہور۔ ۱۹۳۲ء ص ۱۹۔

۶۴۔ انجیل مقدس کے چیدہ چیدہ مضامین۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس، لاہور۔ ۱۹۲۹ء ص ۲۱۔

۶۵۔ مرقس کی انجیل پر سوالات۔ مشن اسٹیم پریس۔ لودھیانہ۔ ۱۹۱۵ء ص ۴۶۔

۶۶۔ چھوٹا منھ بڑی بات۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پی۔ آر۔ بی۔ ایس۔ پریس، لاہور۔ ۱۹۳۲ء ص ۱۳۔

۶۷۔ بائبل کے مجازی الفاظ اور ان کا مطلب۔ مرتبہ قاضی خیر اللہ۔ گیلانی الکٹرک پریس لاہور۔ ۱۹۲۶ء ص ۲۲۔

۶۸۔ اصلاحِ اخلاق۔ لودھیانہ مشن پریس۔ ۱۹۰۸ء ص ۶۰

۶۹۔ سحرگاہ در انگلستان۔ مشن پریس، لودھیانہ۔ ۱۸۷۰ء ص ۸۸۔

۷۰۔ اُردو کی پہلی کتاب۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ مفید عام پریس، لاہور ص ۵۴۔

۷۱۔ اُردو کی دوسری کتاب۔ شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی، الہ آباد۔ انڈین کرسچین پریس، الہ آباد۔ ۱۹۰۵ء ص ۹۶۔

۷۲۔ اُردو کی تیسری کتاب۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی مشن پریس، لودھیانہ ۱۸۹۰ء ص ۲۴۰۔

۷۳۔ خطوط بنامِ طفلانِ خرد۔ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنؤ ۱۸۸۶ء ص ۶۷۔

۷۴۔ ہدایت الاطفال " " " " ۱۹۰۱ء ص ۵۲۔

(۷۵ - ۸۵) رسائل پروفیسر لطفی لیونیاں۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔

(۱) مذہب اور اخلاق ۲۔ مذہب میں اختیار و اقتدار کا درجہ ۳۔ مذہب اور امن و صلح ۴۔ مذہب اور دعا ۵۔ مذہب میں عقل کا درجہ ۶۔ مذہب اور معاشرتی مسائل ۷۔ مذہب میں نیچر قدرت۔ ۸۔ مذہب و سائنس ۹۔ مذہب کا معیار ۱۰۔ خودداری ۱۱۔ حریت۔

www.taemeernews.com

٨٦۔ انجیل مقدس۔ کرسچین نالج سوسائٹی پریس، مدراس۔ سنہ ١٨٦٦ء۔

٨٧۔ کتاب مقدس کا آخری حصہ باپتسٹ مشن پریس، کلکتہ۔ سنہ ١٨٣٩ء ص ٨٢٢۔

٨٨۔ متی کی انجیل۔ شائع کردہ برٹش انڈیا فارن بائبل سوسائٹی، لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ٦٢۔

٨٩۔ تفسیر انجیل یوحنا۔ امریکن مشن پریس، لودھیانہ۔ سنہ ١٨٨٨ء۔ ص ٥٠٤۔

٩٠۔ احبار کی کتاب کی تفسیر۔ مفید عام پریس، لاہور۔ سنہ ١٩٢٦ء ص ١٨٧۔

٩١۔ اعمال کی تفسیر۔ سرورق غائب۔ ص ٦٢٣۔

٩٢۔ زبور شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ سنہ ١٩٠٤ء ص ١٢٩۔

٩٣۔ زبور کی کتاب۔ امریکن متھوڈسٹ مشن پریس، بریلی سنہ ١٨٦٥ء ص ١٧٥۔

٩٤۔ پرانا عہدنامہ۔ ناقص۔ شروع کے ٦٨٤ صفحے جلد میں موجود نہیں ہیں۔ آخری صفحہ کا نمبر ١١٢٣ ہے۔ مطبع و سنہ طباعت لامعلوم۔

٩٥۔ تفسیر کتاب یوحنا عارف کا مکاشفہ، شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی۔ لاہور سنہ ١٩١١ء ص ٤٣۔

٩٦۔ کتاب مقدس یعنی خداوند یسوع مسیح کی انجیل۔ باپتسٹ مشن پریس، کلکتہ سنہ ١٨٤٤ء ص ٧٢٠۔

٩٧۔ موسیٰ کی پہلی کتاب مسمی بہ پیدائش۔ سرورق غائب۔ ص ١٠٨٠۔

٩٨۔ تورات۔ سرورق اور آخر کے صفحات موجود نہیں۔

٩٩۔ کتاب مقدس میں سے پرانا عہدنامہ۔ امریکن مشن پریس، لودھیانہ سنہ ١٨٧٣ء۔

١٠٠۔ کتاب مقدس۔ آرفن اسکول پریس، مرزاپور۔ سنہ ١٨٧٠ء ص ٣٤٤ + ١١٢٣۔

١٠١۔ انجیل مقدس۔ امریکن مشن پریس، لودھیانہ۔ سنہ ١٨٧٣ء ص ٥٤٩۔

١٠٢۔ توراۃ مقدس۔ سرورق موجود نہیں۔ ص ٣٠٦۔

١٠٣۔ بائبل کی تعلیمیں۔ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنو۔ سنہ ١٨٨٦ء ص ٣٨٦۔

١٠٤۔ صلوٰۃ الجماعت کی کتاب چرچ مشن پریس، کلکتہ۔ سنہ ١٨٢٨ء ص ٥٢٩ + ٧٤۔

www.taemeernews.com

۱۰۵۔ کتاب عہد جدید۔ مطبع ولیم واٹس، لندن سنہ ۱۸۶۰ء ص ۵۱۱۔

۱۰۶۔ کتاب مقدس۔ باپتسٹ مشن پریس، کلکتہ سنہ ۱۸۴۶ء ص ۱۲۰۴۔

۱۰۷۔ تذکرۃ المومنین۔ حصہ اول۔ مترجمہ پادری تاراچند۔ مشن پریس، لودھیانہ سنہ ۱۸۷۸ء ص ۱۴۲۔

۱۰۸۔ تذکرۃ المومنین۔ حصہ دوم۔ مترجمہ پادری تاراچند۔ " " " سنہ ۱۸۸۲ء ص ۱۷۱۔

۱۰۹۔ مسیح کا نمونہ۔ مفید عام پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۵ء ص ۲۸۸۔

۱۱۰۔ مسیح کی پیروی۔ رفاہ عام پریس، لاہور۔ ص ۴۴۴۔

۱۱۱۔ حل مشکلات۔ نول کشور پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۱ء ص ۲۰۰۔

۱۱۲۔ آئینۂ دل۔ مشن پریس، لودھیانہ۔ سنہ ۱۸۹۹ء ص ۶۰۔

۱۱۳۔ کتاب مقدس۔ سرورق کے موجود نہ ہونے سے مطبع اور سنہ طباعت معلوم نہ ہو سکا ص ۵۶۳۔

۱۱۴۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا نیا وثیقہ۔ مطبوعہ بائبل پریس، کلکتہ سنہ ۱۸۴۱ء ص ۵۵۲۔

۱۱۵۔ کتاب القدس۔ جلد اول۔ بائبل پریس، کلکتہ سنہ ۱۸۴۳ء ص ۱۰۱۲۔

۱۱۶۔ کتاب القدس۔ جلد ثانی۔ ایشیاٹک پریس، کلکتہ سنہ ۱۸۴۴ء ص ۴۴۷۔

۱۱۷۔ مقدس کتاب کا احوال۔ آرفن اسکول پریس، مرزا پور۔ سنہ ۱۸۵۹ء ص ۲۸۰۔

۱۱۸۔ کتاب مقدس۔ آرفن اسکول، پریس، مرزا پور۔ سنہ ۱۸۶۷ء ص ۷۷۶۔

بہائی مذہب

۱۔ نئے دن کا طلوع۔ شائع کردہ بہائی پبلشنگ کمیٹی، دہلی لکشمی پرنٹنگ ورکس، کراچی ص ۹۔

۲۔ بہاء اللہ و عصر جدید۔ مولفہ جے۔ ای ایسلمنٹ۔ مترجمہ عباس علی بٹ۔ کمال پرنٹنگ ورکس دہلی۔ بار دوم۔ سنہ ۱۹۶۱ء ص ۳۷۲۔

۳۔ کتاب ایقان۔ مصنفہ حضرت بہاء اللہ۔ جید برقی پریس، دہلی۔ سنہ درج نہیں ص ۱۶۸۔

۴۔ مفاوضات عبدالبہا مرتبہ کلیفورڈ بارنی۔ مترجمہ عباس علی بٹ۔ شائع کردہ محفل روحانی مرکزی ہند، بہار ۱۹۳۲ء۔ ص ۱۹۵۔

۵۔ لوح ابن ذئب۔ مصنفہ حضرت بہاء اللہ۔ جید برقی پریس، دہلی۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۲۰۔ اردو

۶۔ باب الحیات (ترجمہ مقالہ سیاح) مترجمہ سید مصطفےٰ۔ مطبع نول کشور، لاہور ۱۹۰۱ء ص ۲۱۸۔

www.taemeernews.com

کتب حوالہ

۱۔ عرب وہند کے تعلقات۔ از مولانا سید سلیمان ندوی۔ شائع کردہ ہندوستانی اکاڈمی، الٰہ آباد ۱۹۳۰ء

۲۔ تحفۃ المجاہدین۔ مترجمہ حکیم شمس اللہ قادری۔ شروانی پرنٹنگ پریس، علی گڑھ۔

۳۔ ملیبار۔ مولفہ حکیم شمس اللہ قادری۔ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ۔

۴۔ کتاب الہند (البیرونی) مترجمہ سید اصغر علی۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو۔

۵۔ ہندوستانی قومیت اور قومی تہذیب۔ از ڈاکٹر سید عابد حسین۔ مکتبہ جامعہ ملیہ، دہلی ۱۹۴۶ء۔

۶۔ نقوش سلیمانی از مولانا سید سلیمان ندوی۔ مطبع معارف، اعظم گڑھ۔

۷۔ چشمہ کوثر۔ از شیخ محمد اکرام۔ شائع کردہ تاج آفس، بمبئی۔

۸۔ خطبات گارساں دتاسی۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو ۱۹۳۵ء۔

۹۔ اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام۔ از مولوی عبدالحق۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو ۱۹۳۳ء

۱۰۔ انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ۔ از علامہ عبداللہ یوسف علی۔ شائع کردہ ہندوستانی اکاڈمی، الٰہ آباد ۱۹۳۰ء۔

۱۱۔ بوذاسف وبلوہر۔ مترجمہ سید عبدالغنی۔ مطبع شمسی، حیدرآباد۔ دکن۔

۱۲۔ ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں۔ از پروفیسر پرتم سنگھ۔ مطبوعہ امرت الکٹرک پریس لاہور ۱۹۴۱ء۔

۱۳۔ رسالہ "مخزن" ستمبر ۱۹۰۵ء۔

۱۴۔ رسالہ "ہندوستانی" جولائی ۱۹۲۱ء۔

www.taemeernews.com

15. The Influence of Islam on Indian Culture, by Dr Tara Chand, Indian Press, Allahabad, 1936.

16. The Great Indian Religions, by G. T. Bettary, London, 1892.

17. Religious Thought and Life in India, by Monier Williams, London, 1883.

18. The Adi Granth or the Holi Scriptures of the Sikhs, translated by Dr. Ernest Trumpp, London, 1877.

19. Linguistic Survey of India, by Sir G. A. Grierson, Vol. IX, Calcutta, 1916.

20. Encyclopædia of Religion and Ethics, Vols. II, XII, Edinburg, 1909, 1921.

21. Outlines of Jainism, by Jagmanderlal Jaini, Cambridge, 1916.